حافظِ ملت نمبر
اغثنی یارسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام
النظامیہ
لاہور
شیخوپورہ
علمی ادبی اور تحقیقی مجلہ
اکتوبر، نومبر 2022
بفیضانِ نظر
محسنِ اہلسنت، شیخ العلماء، استاذ الاساتذہ
مفتی اعظم پاکستان
علامہ مفتی محمد عبدالقیوم قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ نظامیہ رضویہ
مدیرِ اعلیٰ
شیخ الحدیث
ڈاکٹر فضل حنان سعیدی
مدیران
مولانا محمد فاروق شریف رضوی
0312-7245738
مولانا شکور احمد ضیا سیالوی
0300-5090565
زیرِ قیادت
شیخ الحدیث والتفسیر استاذ الاساتذہ
صدر المدرسین
حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات
جامعہ نظامیہ رضویہ
مجلسِ مشاورت
زیرِ سرپرستی
صاحبزادہ جانشین مفتی اعظم پاکستان علامہ
محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی
ناظم اعلیٰ
جامعہ نظامیہ رضویہ
مجلسِ ادارت
صاحبزادہ مولانا نصیر احمد ہزاروی
صاحبزادہ مولانا غلام مرتضیٰ ہزاروی
ڈیزائننگ
محمد طارق عزیز سعیدی
کمپوزنگ: مولانا سمیع اللہ سیالوی
اویس فاروقی ثاقبی، فراز رسول مرتضائی
سرکولیشن ٹیم
فراہد رضا، فرقان الحق، فہیم
عمران، معین سیفی
مولانا محمد ظہیر بٹ فریدی
مولانا قاری احمد رضا سیالوی
مولانا محمد عمران الحسن فاروقی
رابطہ کے لیے
مرکزی دفتر
مجلس علماء نظامیہ پاکستان
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
خصوصی شمارہ نیٹ ریٹ 250
ممبر شپ فیس
پاکستان سالانہ بذریعہ
عام ڈاک 600 روپے
رجسٹرڈ ڈاک 1000 روپے
اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے
نوٹ: ادارہ "مجلہ النظامیہ" کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
ناشر
مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان
0315-7374429 042-37374429
EMAIL: alnizamia7374429@gmail.com

شمارہ حافظِ ملت

ہے مخزنِ علم و حکمت کا ''شمارہ حافظِ ملت''
معارف کا ہے اِک اُونچا منارا ''حافظِ ملت''
سجا ہے اِس میں اُستاذِ زمن کا تذکرۂ نور
ہمیں اِس واسطے لگتا ہے پیارا ''حافظِ ملت''

نتیجۂ فکر: مولانا حافظ محمد نوید محمدی سیفی

فہرست

تعارف

تکریمات

تأثرات

تحسینات

مناقب

اداریہ......

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

مجلہ النظامیہ کا "حافظِ ملت نمبر"

عام طور پر کسی رسالے کی خصوصی اِشاعت کسی شخصیت کے دنیا سے رِحلت کر جانے کے بعد کی جاتی ہے، لیکن مجلہ "النظامیہ" کی ٹیم نے فیصلہ کیا کہ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عبد الستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی حیات و خدمات پر "خصوصی شمارہ" آپ کی حیات میں ہی شائع کیا جائے؛ تا کہ آپ کی حیات کے زیادہ سے زیادہ پہلو منصۂ شہود پر آسکیں۔

اِس سے قبل النظامیہ کے کئی خصوصی شمارے شائع ہو چکے ہیں:

1) امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر "امام احمد رضا نمبر" دسمبر، 2018ء میں شائع ہوا۔

2) نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر "تاج الشریعہ نمبر" اکتوبر، 2018ء میں شائع ہوا۔

4،3) مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر دو خصوصی شمارے شائع ہوئے: پہلا اگست، 2018ء میں اور دوسرا اگست/ستمبر، 2021ء میں۔

5) شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر "امیر المجاہدین نمبر" دسمبر، 2020ء میں شائع ہوا۔

ماہِ اکتوبر ہمارے استاذِ گرامی قبلہ حافظ صاحب کی پیدائش کا مہینہ ہے، اِس مناسبت سے ''حافظِ ملت نمبر'' اِشاعتی مراحل طے کرنے کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حافظِ ملت نمبر پیغامِ سرپرستِ اعلیٰ، تعارفِ حافظِ ملت، تکریماتِ اکابر، تأثراتِ معاصرین، تحسیناتِ تلامذہ ومعتقدین اور مناقب پر مشتمل ہے۔

آپ کی سندِ صحیح بخاری، مسمّٰی بہ "فضل الباری فی أسانید صحیح البخاری" اور سندِ مشکوٰۃ المصابیح مسمّٰی بہ "فضل الإلٰہ فی أسانید المشکوٰۃ" کو بھی اِس نمبر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

النظامیہ کی ٹیم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ حضرت حافظِ ملت مدظلہٗ کے اساتذہ، معاصرین اور تلامذہ سے رابطہ کر کے آپ کی شخصیت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کو اِحاطۂ تحریر میں لایا جائے، ایک حد تک ہمیں کامیابی ملی ہے، لیکن یہ حرفِ آخر نہیں، قارئین سے گزارش ہے کہ حضرت حافظِ ملت مدظلہٗ کے حوالے سے اپنی معلومات اور مشاہدات اِدارہ (النظامیہ) تک پہنچائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے مراحل میں اِن تحریرات کو بھی شائع کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت حافظِ ملت مدظلہٗ کو صحت وسلامتی والی طویل حیات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

پیغامِ سرپرستِ اعلیٰ

تعمیرِ انسان میں معلم کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اِس کائنات کے اندر جس قوم نے بھی ترقی کی، علم و حکمت کو ترجیح اول رکھا اور تحقیق و تدبر کے میدان میں مسلسل کاوشوں کے ساتھ عقلی، فکری اور عملی ارتقائی سفر کو مقصودِ حیات جانا۔

قبل از اسلام فلسفیانہ نظریات اس قدر گنجلک، پیچیدہ اور اُلجھے ہوئے تھے کہ راہِ ہدایت کے آثار دھندلا گئے، علمی موشگافیوں نے انسانی ذہنوں کو متذبذب کر دیا مگر جب غارِ حرا سے روشنی پھیلی اور قرآن کا سورج ضوفشاں ہوا تو صدیوں کی کثافتیں دھل گئیں، اہلِ عقل و خرد کے تعقّلی تانے بانے تار تار ہو کر اپنی حیثیت کھو بیٹھے۔ صحرا نشینوں اور بدوی زندگی کے خوگر، قبائلی نظام کے عادی اہلِ عرب، جہاں تلوار اور لڑائی کا تسلط تھا...... ظہورِ اسلام کے بعد ایسے موم ہوئے کہ اِدھر آیاتِ ربانی کا نزول ہوتا، اُدھر اُن کی آنکھیں چھلک جاتیں اور دل نرم پڑ جاتے۔ اِس قرآن کے علوم و فنون نے گڈریوں کو شہنشاہ اور بوریا نشینوں کو دنیا کا سلطان بنا دیا۔

آج چودہ سو سال کے بعد بھی اُسی نور کا ظہور ہے اور علمائے دین شب و روز کی تگ و دو اور محنتِ شاقہ کے ساتھ اُمّتِ مسلمہ کے ذہنوں کو جلا بخش رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ اُس طویل ارتقائی سلسلہ ذہبیہ کی ایک سنہری کڑی ہے، جس میں امام رازی و غزالی علیہما الرحمہ جیسے ماہرینِ علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تحقیقات سے فکرِ انسانی مستنیر ہو رہی ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کے ناظمِ تعلیمات حافظِ اماناتِ مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ

حافظ محمد عبد الستار سعیدی متّعنا اللہ بطولِ حیاتہ کی ذاتِ گرامی کا شمار بھی اُن مشاہیر امت میں ہے جنہیں فلسفہ و منطق کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور اُن کے متعلقہ علوم میں بے پناہ بصیرت سے نوازا گیا ہے۔

قبلہ حافظ صاحب اور جامعہ نظامیہ رضویہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ والدِ گرامی حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے فراستِ ایمانی کے ساتھ نظامت و تدریس کے لیے اپنے جس شاگرد کا انتخاب کیا اُن کی وفا، اِخلاص اور سعیِ مسلسل کی بدولت آج جامعہ ترقی کی شاہراہ پہ نہ صرف گامزن ہے، بلکہ چار دانگِ عالم میں اُس کے معیار، وقار اور کردار کا شہرہ ہے۔

مجھے بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ قبلہ حافظ صاحب میرے مربی اور استاذ ہیں۔ والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جامعہ کے تعلیمی و انتظامی ڈھانچے کے استحکام اور نظام کے ترفع کے لیے آپ کا بے مثال کردار هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ کی تفسیر پیش کرتا ہے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے لیے آپ کی شبانہ روز مساعی کئی دہائیوں پہ مشتمل ہیں اور دورِ حاضر کی دینی تاریخ کا روشن باب ہیں، جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔

رب ذوالجلال آپ کے علم و فضل سے تادیر فیض یاب ہوتے رہنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔

محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی
ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

تعارف

حیاتِ حافظِ ملت پر ایک نظر

☆ اسمِ گرامی: حافظ محمد عبدالستار سعیدی ولد چوہدری شیر دل بن جعفر خان نمبردار

☆ ولادت: ۱۸ ذوالحجہ، ۱۳۶۸ھ/11 اکتوبر، 1949ء، بروز منگل

☆ مقامِ ولادت: گاؤں گنگانوالہ، ضلع و تحصیل راولپنڈی

☆ مدرسہ اعجاز القرآن جامع مسجد ٹھیکیداراں، ڈھوک رتہ راولپنڈی سے حفظِ قرآن کی تکمیل: ۱۳۸۵ھ/1965ء

☆ ڈی سی ہائی اسکول چکری، ضلع راولپنڈی سے مڈل کی تکمیل: ۱۳۸۹ھ/1969ء

☆ درسِ نظامی کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ: ۱۳۸۹ھ/1969ء

☆ دارالعلوم احسن المدارس، راولپنڈی میں داخلہ: شوال، ۱۳۹۲ھ/1972ء

☆ جامع مسجد تازہ گل، ڈھوک رتہ میں خطابت (چھ ماہ): ۱۳۹۲ھ/1972ء

☆ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے: 1972

☆ بڑے صاحب زادے: مولانا محمد صدیق سعیدی کی ولادت: 7 اکتوبر، 1973ء

☆ جامع مسجد صوفی اللہ دین، ڈھوک رتہ میں خطابت: ۱۳۹۳ھ/1973ء تا ۱۳۹۴ھ/1974ء

☆ دارالعلوم احسن المدارس، راولپنڈی سے موقوف علیہ کی تکمیل: شعبان، ۱۳۹۴ھ/اگست، 1974ء

☆ تحریکِ ختم نبوت میں شمولیت: ۱۳۹۴ھ/1974ء

☆ سرگودھا بورڈ سے میٹرک: ۱۳۹۴ھ/1974ء

☆ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دوبارہ آمد: شوال، ۱۳۹۴ / اکتوبر، 1974ء
☆ تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں اکابرِ اہل سنت کی خدمات پر جامعہ نظامیہ رضویہ میں منعقد دعوتِ استقبالیہ میں شرکت: ۲۰ شوال، ۱۳۹۴ھ /26 اکتوبر، 1974ء
☆ جامع مسجد غوثیہ، قلعہ گجر سنگھ، لاہور میں خطابت: ۱۳۹۴ھ / 1974ء تا ۱۴۰۴ھ /1984ء
☆ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے فراغت اور تنظیم المدارس کے تحت شہادۃ العالمیہ کی تکمیل: شعبان، ۱۳۹۵ھ/ اگست، 1975ء
☆ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس و نظامت کا آغاز: شوال، ۱۳۹۶ھ/ اکتوبر، 1976ء سے تا حال
☆ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمولیت: ۱۳۹۷ھ /1977ء
☆ یومِ شہدائے تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر انعقاد پذیر جلوس میں شرکت وخطاب: ۱۳۹۷ھ /6 مئی، 1977ء بروز جمعہ
☆ غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ علیہ الرحمہ کے دستِ اقدس پر بیعت: ۱۳۹۹ھ /22 اکتوبر، 1979ء
☆ سنی رائٹرز گلڈ کی جانب سے بہترین مصنفین میں پہلا انعام پایا: ۱۴۰۰۔۰۱ھ/ 1980_81ء
☆ پہلی دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت: ۱۴۰۳ھ /1983ء
☆ جامع مسجد غوثیہ، شو مارکیٹ لاہور میں خطابت: ۱۴۰۴ھ /1984ء تا ۱۴۰۷ھ /1987ء

☆ محکمہ اوقاف پنجاب کے تحت جامع مسجد مسلم، لوہاری گیٹ لاہور میں بطورِ خطیب تقرری: ۱۴۰۷ھ / 3 مارچ، 1987ء

☆ جامع مسجد یارسول اللہ، گلشن راوی لاہور میں خطابت کا آغاز: ۱۴۱۰ھ/ 23 مارچ، 1990ء تا حال

☆ چھوٹے صاحب زادے محمد معین کی پیدائش: 21 جنوری، 1994ء

☆ آبائی علاقے میں جامعہ غوثیہ سعیدیہ کا قیام: اگست، 1995ء

☆ پہلی مرتبہ عمرہ کی سعادت: ۱۴۱۶ھ/1996ء

☆ دوسری بار عمرہ کی سعادت: 2001ء

☆ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں بطور شیخ الحدیث تقرر: شوال، ۱۴۲۲ھ/2002ء

☆ تیسری بار عمرہ کی سعادت: 2004ء

☆ دوسری بار حج بیت اللہ کی سعادت: 2006ء

☆ تحفظِ ناموسِ رسالت محاذ کے زیرِ اہتمام ناموسِ رسالت ریلی میں شرکت: ۱۴۲۷ھ/14 فروری 2006ء

☆ مجلس علماء نظامیہ پاکستان کی طرف سے شاندار دینی خدمات پر گولڈ میڈل دیا گیا (برموقع مفتیٔ اعظم سیمینار): ۱۰ رجب، ۱۴۲۷ھ/ 6 اگست، 2006ء

☆ برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے فتاوی رضویہ کے تحقیقی کام پر چاندی میں تولا گیا (برموقع سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت جامعہ نظامیہ): ۲۶ رجب، ۱۴۲۷ھ/20 اگست، 2006ء

☆ چوتھی بار عمرہ کی سعادت: 2006ء

☆ پانچویں بار عمـــرہ کی سعادت:2008ء

☆ تیسری بار حج بیت اللہ کی سعادت:2009ء

☆ چھٹی بار عمـــرہ کی سعادت:2012ء

نوٹ: 2012ء سے تا حال ہر سال (علاوہ 22۔ 2021ء، بوجہ کرونا وائرس) رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

☆ دورۂ برطانیہ کے لیے عمرہ کے بعد جدہ سے روانگی:4 جولائی،2013ء
(عمرہ کے لیے 22 جون کو روانگی ہوئی، برطانیہ سے 14 اگست کو واپس لاہور پہنچے)

☆ مختصر دورۂ متحدہ عرب امارات کے لیے لاہور سے روانگی:15 جنوری، 2014ء
(18 جنوری کو پاکستان واپسی ہوئی)

☆ دورۂ متحدہ عرب امارات کے لیے لاہور سے روانگی:8 مئی،2018ء
(دوبئی سے عمرہ کے لیے روانگی:10 مئی)

☆ مسجدِ نبوی شریف میں درسِ بخاری (شیخ الحدیث مولانا غلام نصیر الدین چشتی ودیگر شریک ہوئے):30 مئی،2018ء

☆ زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ عراق کے لیے لاہور سے روانگی: 12 دسمبر، 2018ء
(22 دسمبر کو لاہور واپسی ہوئی)

سوانح حافظِ ملت

درجِ ذیل تحریر جامعہ نظامیہ رضویہ کے دفتری ریکارڈ اور قبلہ حافظِ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے ذاتی ریکارڈ کے عین مطابق ہے اور آپ نے اِس کے مکمل مطالعہ کے بعد تصدیق فرمائی ہے۔(اِدارہ)

رئیس المدرسین، جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی بن چوہدری شیر دل بن جعفر خان نمبردار ۱۸ ذوالحجہ، ۱۳۶۸ھ/ 11 اکتوبر، 1949ء، بروز منگل بمقام گاؤں گنگانوالہ ضلع وتحصیل راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔

آپ ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس کی دنیوی وجاہت و شرافت کئی پشتوں سے مسلمہ چلی آرہی ہے، آپ کے آباء واجداد نے زمین داری کا پیشہ اپنایا، علاقہ بھر میں اس خاندان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور باہمی تنازعات کے تصفیہ میں اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، مگر دینی علوم کی طرف اِس خاندان کا زیادہ رجحان نہ تھا۔ علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی سے پہلے اِس خاندان کا کوئی فرد دینی علوم سے بہرہ ور نہیں تھا، اِس لحاظ سے آپ کا وجودِ مسعود خاندان کے لیے باعثِ فیوض و برکات ثابت ہوا؛ کیونکہ آپ نے دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم وفنونِ اسلامیہ میں بھی دسترس حاصل کی، آپ کی دیکھا دیکھی خاندان کے اکابر نے اپنے بچوں کو دینی علوم کی راہ پر گامزن کیا، چنانچہ اس وقت آپ کے خاندانِ ذی وقار میں 30 سے زائد حافظ، قاری اور عالم موجود ہیں، جب کہ خاندان کے کئی افراد حفظِ قرآن اور دینی علوم کی تحصیل میں مصروفِ عمل ہیں، اس حیثیت سے

اگر آپ کو ''سالارِ خاندان'' کے لقب سے ملقب کیا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا اور نہ ہی مبالغہ آرائی ہوگی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ناظرہ قرآنِ کریم حافظ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس چھوٹی سی عمر میں ہی اپنے گاؤں میں مکمل کرلیا اور ساتھ ہی پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ پھر حفظِ قرآنِ مجید کے لیے ''مدرسہ اعجاز القرآن، جامع مسجد ٹھیکیداراں ڈھوک رتہ، راولپنڈی'' میں داخلہ لیا اور صوفیٔ کامل مولانا حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اِس مقدس کتاب کو ۱۳۸۵ھ /1965ء میں اپنے سینے میں محفوظ کرلیا۔ دورانِ حفظ، جب آپ 28 پارے حفظ کر چکے تھے، آپ نے 1963ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور داخلہ لیا اور استاذ الحفاظ قاری محمد حنیف علیہ الرحمہ سے کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد اپنے ماموں جان کے اِصرار پر دوبارہ ڈھوک رتہ چلے گئے اور وہیں حفظِ قرآنِ کریم مکمل کیا۔ حفظِ قرآنِ کریم کے بعد ڈی سی ہائی سکول، چکری، ضلع راولپنڈی داخل ہوئے اور مڈل کا امتحان ۱۳۸۹ھ / 1969ء میں پاس کیا۔

ازاں بعد آپ اپنے مقصودِ اعلیٰ علومِ دینیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ۱۳۸۹ھ/ 1969ء کو داخل ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیت، شوق اور لگن کی وجہ سے تین سالہ کورس فقط ایک سال میں مکمل کرلیا۔ آپ نے ''فارسی'' شروع سے زلیخا تک...... ''صرف'' میزان الصرف سے فصولِ اکبری تک...... ''نحو'' نحو میر سے کافیہ تک...... ''منطق'' صغریٰ سے مرقات تک...... اور ''فقہ'' قدوری تک...... یوں درجنوں کتب فقط

ایک سال کے قلیل عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی گل احمد خان عتیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پاس پڑھیں۔

مزید علمی ترقی کے لیے شوال ۱۳۹۲ھ/1972ء کو دارالعلوم احسن المدارس راولپنڈی میں داخل ہو کر شیخ الحدیث علامہ مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب چشتی رضوی سے موقوف علیہ کی تکمیل شعبان، ۱۳۹۴ھ/ اگست، 1974ء کو کی اور ساتھ ہی ۱۳۹۴ھ/1974ء میں سرگودھا بورڈ سے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔

شوال، ۱۳۹۴ھ/اکتوبر، 1974ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا اور شعبان، ۱۳۹۵ھ/ اگست، 1975ء کو دورۂ حدیث شریف مکمل کر کے سندِ فراغت ودستارِ فضیلت حاصل کی اور ساتھ ہی تنظیم المدارس کے تحت شہادۃ العالمیہ کا امتحان دے کر امتیازی نمبروں سے سند حاصل کی۔ پھر ایک سال تک جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی شیخ الحدیث مولانا مفتی گل احمد خان عتیقی اور دیگر بزرگ اساتذہ کے پاس ملاحسن، حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ منتہی کتب پڑھیں۔

اِس کے علاوہ آپ نے دورۂ تفسیر القرآن، مطالب القرآن کورس، تجوید وقراءت اور سہ ماہی تربیتی کورس برائے ائمہ وخطبا از محکمہ اوقاف بھی کیا۔

اساتذۂ کرام

آپ کے قابل صد افتخار اساتذۂ کرام کے اسما درج ذیل ہیں:

1) شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد مہر الدین جماعتی علیہ الرحمہ (1900 تا 1987ء)

2)مفتیٔ اعظم پاکستان، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ(1933 تا2003ء)
3)شرفِ ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ(1944 تا2007ء)
4) شیخ الفقہ استاذ الاساتذہ مولانا حسن الدین ہاشمی مدظلہ العالی (پ1930ء)
5) شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی مدظلہ العالی (پ1939ء)
6) شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد گل احمد خان عتیقی مدظلہ العالی (پ1949ء)
7)استاذ الاساتذہ مولانا محمد رشید نقشبندی علیہ الرحمہ(1949 تا1997ء)
8) صوفیٔ کامل مولانا حافظ محمد یوسف قادری علیہ الرحمہ (م:1969ء)
9) زینت القرا قاری محمد حنیف علیہ الرحمہ(1928 تا2008ء)
10)اُستاذ الحفاظ قاری محمد انور صاحب علیہ الرحمہ

تدریس

آپ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں شوال،۱۳۹۶ھ/اکتوبر، 1976ء سے تا حال تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں......شوال، ۱۴۲۲ھ/2002ء سے تا حال صحیح بخاری شریف پڑھانے کا اِعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ جامعہ کے ناظمِ تعلیمات بھی ہیں نیز ''بزمِ رضا پاکستان'' کے صدر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو تدریسی صلاحیت آپ کو عطا فرمائی ہے بہت کم لوگوں کو ایسا انداز ملتا ہے، قبلہ موصوف مشکل سے مشکل بحث، پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ، جو طلبہ گھنٹوں میں بھی نہیں سمجھ پاتے......منٹوں میں اُس کا ایسا خلاصہ بیان فرما دیتے ہیں کہ غبی الذہن کو بھی با آسانی ذہن نشین ہو جاتا ہے، یہی وجہ کہ چھوٹی بڑی ہر کلاس کی یہ ہی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کا کوئی ایک سبق آپ کے پاس ضرور ہو۔

آپ کی تدریس کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ کوئی بھی سبق پڑھا رہے ہوں اُس میں وجہِ حصر اہمیت کی حامل ہوتی ہے، سبق شروع کرنے سے پہلے وجہِ حصر بیان کرنے سے آدھا سبق طالب علم کے ذہن میں اسی وقت بیٹھ جاتا ہے، اگر کوئی اشکال رہ جائے تو جدول (نقشۂ سبق) اُسے بھی دور کر دیتا ہے۔

آپ کی مستقل مزاجی اور استقامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ 1976ء سے تا حال (2022ء) 47 سال کے طویل عرصہ سے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس و نظامت کی خدمات میں مصروف عمل ہیں، اِس دوران آپ کو مختلف جامعات و مدارس کی طرف سے بھاری معاوضے کے ساتھ تدریس کی دعوت دی گئی، مگر آپ نے اپنی مادرِ علمی کے ساتھ خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

خطابت

۱۳۹۲ھ/1972ء میں جامع مسجد تازہ گل، ڈھوک رتہ راولپنڈی سے خطابت کا آغاز کیا اور چھ ماہ وہاں فرائض سرانجام دیے۔ پھر دو سال ۱۳۹۳ھ/1973ء تا ۱۳۹۴ھ/1974ء جامع مسجد صوفی اللہ دین، ڈھوک رتہ راولپنڈی میں، بعد ازاں ۱۳۹۴ھ/1974ء تا ۱۴۰۴ھ/1984ء دس سال جامع مسجد غوثیہ، قلعہ گجر سنگھ لاہور اور ۱۴۰۴ھ/1984ء تا ۱۴۰۷ھ/1987ء جامع مسجد شومارکیٹ، لاہور میں خطابت کے جوہر دکھائے۔

ازاں بعد ۱۴۰۷ھ/3 مارچ، 1987ء کو محکمہ اوقاف پنجاب کے تحت ''جامع مسجد مسلم''، لوہاری گیٹ لاہور میں بطورِ خطیب تقرری ہوئی، تب سے تا حال مسلم مسجد اور ۱۴۱۰ھ/23 مارچ، 1990ء سے تا حال جامع مسجد یا رسول اللہ،

گلشن راوی میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ (پہلے جامع مسجد یارسول اللہ میں خطاب اور پھر مسلم مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں)

ادارے کا قیام

قبلہ حافظِ ملت مدظلہ العالی ہمہ وقت جامعہ نظامیہ رضویہ کے لیے وقف ہیں، ساتھ ہی آپ نے اپنے آبائی علاقے گاؤں گنگانوالہ تحصیل وضلع راولپنڈی میں مسجد وادارہ بھی قائم فرمایا۔ جامعہ غوثیہ سعیدیہ کے نام سے تقریباً 13 کنال اراضی (برائے ادارہ 7 کنال، برائے مسجد 6.1 کنال) پر مشتمل عظیم الشان مدرسہ ومسجد کی بنیاد اگست، 1995ء کو رکھی گئی۔

تقریباً ساڑھے چھ کنال رقبہ پر مسجد و مدرسہ کی پُرشکوہ عمارات تعمیر ہوئیں۔ مسجد مین ہال، برآمدہ اور دونوں اطراف دو ہالوں پر مشتمل ہے، جب کہ مدرسہ 22 کمروں پر مشتمل ہے۔ مدرسہ میں ناظرہ، حفظ اور کمپیوٹر کورس کے شعبہ جات قائم ہیں۔ آپ نے انتظامی اُمور کی ذمہ داری مولانا محمد طاہر شہزاد سیالوی (ناظمِ اعلیٰ جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھاٹی گیٹ لاہور) کے سپرد فرما رکھی ہے، ناظمِ تعلیمات کے فرائض محترم محمد ثاقب نواز چشتی اور مدرس کی ذمہ داریاں استاذ الحفاظ محمد نعیم رضا چشتی سر انجام دے رہے ہیں۔

شرفِ بیعت

۱۳۹۹ھ/22 اکتوبر، 1979ء کو مفتیٔ اعظم پاکستان مخدومِ اہلِ سنت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ، قبلہ حافظِ ملت اور شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہما کو غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں علامہ الحاج سید احمد سعید کاظمی

علیہ الرحمہ(1913 تا1986ء) کے پاس خود لے گئے اوران کا ہاتھ پکڑ کر عرض کی ’’اِن کو بیعت فرمالیں‘‘، اِس طرح یہ دونوں ہستیاں طریقت کی لڑی میں پروئی گئیں۔

زیارتِ حرمین

آپ کو1983ء میں پہلی بار، پھر 2006ءاور 2009ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب ہوئی اور پہلی دونوں مرتبہ حج جمعۃ المبارک کو ہوا، جب کہ تیسرا حج جمعرات کو ہوا۔

علاوہ ازیں 1996ء، 2001ء، 2004ء، 2006ء، 2008ءاور 2012ء میں بصورتِ عمرہ زیارتِ حرمین کی سعادت سے بہرور ہوئے۔2012ء سے تا حال (کرونا والے سال کے علاوہ) ہرسال رمضان المبارک میں یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

تحریکی خدمات

جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ آزادی کا تازہ زمانہ تھا۔تحریکِ پاکستان کی گونج سنائی دے رہی تھی، پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہو چکا تھا۔تحریکِ ختمِ نبوت ۱۳۹۴ھ/1974ء میں آپ نے حصہ لیا اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ ۱۳۹۷ھ/1977ء کے وقت آپ نے ایک مجاہد کے روپ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔علماء وطلبائے جامعہ نظامیہ کو ہدایات دیں اور تحریک کو آخری دنوں تک چلایا۔بعض مرحلے تو ایسے آئے کہ شہادت ہاتھ سے نکل گئی اور ساتھی جامِ شہادت نوش کر گئے۔گولیوں کی بوچھاڑ میں حفاظِ کرام کو، جو شہید ہو چکے تھے، اُٹھایا اور مناسب مقام پر پہنچایا۔

20 مارچ 1977ء کو بعد از نمازِ عصر سنہری مسجد، لاہور میں نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے جلوس نکالا جا رہا تھا، آپ نمازِ ظہر کے بعد علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ کے ساتھ جلوس میں شرکت کا عزم لیے سنہری مسجد پہنچ گئے، مسجد کی طرف جانے والے تمام راستوں پر پولیس کی بھاری تعداد موجود تھی، نمازِ عصر سے قبل ہی پولیس نے مسجد کی ناکا بندی کر دی تھی، لوگوں نے احتجاج کیا تو جواباً پولیس نے آنسو گیس کا استعمال شروع کر دیا، چوک رنگ محل تک آنسو گیس نے عوام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، تاہم پھر بھی آپ کسی نہ کسی طرح ہمت کر کے سنہری مسجد میں داخل ہو گئے۔ مقررین کے اظہارِ خیال اور نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد کلمہ طیبہ کا ورد کرتے، نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعرے لگاتے مسجد سے باہر آ گئے۔

جلوس جب سنہری مسجد کے عقب میں مسجد ملک ایاز کے قریب پہنچا تو پولیس اور ایف۔ ایس۔ ایف۔ کے دستوں نے بغیر کسی پیشگی وارننگ کے شرکائے جلوس پر بے دردی سے لاٹھی چارج شروع کر دیا، حتّٰی کہ وہ حضرات جو اپنی گرفتاریاں پیش کر رہے تھے وہ بھی اِس تشدد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ تمام راستے مسدود تھے اور بے محابا لاٹھی چارج جاری تھا، آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ قبلہ حافظ صاحب نے پانی والے تالاب کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو اُدھر بھی پولیس مورچا سنبھالے بیٹھی تھی، یہاں آپ کے جسم پر بھی ضربیں آئیں۔ اِسی عالم میں سوہا بازار میں داخلہ کی کوشش کی تو آپ کے گھٹنے پر شدید لاٹھی لگی اور خون بہنے لگا، زخمی حالت میں لوہاری آئے اور ایک جراح سے مرہم پٹی کروائی۔ زخم کی شدت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً دو ہفتے تک نماز میں قعدہ نہ کر سکے۔

31 مارچ، 1977ء کو مسلم مسجد میں جو قیامت گزری وہاں بھی آپ موجود تھے۔ پھر 9 اپریل، 1977ء کو نسبت روڈ پر جو ظلم و بربریت کے پہاڑ ٹوٹے اُس کے بھی آپ

عینی شاہد ہیں اور 6 مئی، 1977ء بروز جمعہ کے کرفیو میں جس وقت نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں پر انارکلی میں سیدھی گولیاں چلائی گئیں تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے نعشیں اُٹھا کر میو ہسپتال پہنچائیں، اس وقت بیسیوں گولیاں آپ کے سر سے گزر گئیں۔

2006ء میں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاکے بنانے کی ناپاک جسارت کی گئی تو علمائے اہلِ سنت نے 22 جماعتوں کے اتحاد سے ایک ''تحفظِ ناموسِ رسالت محاذ'' تشکیل دیا، جس کے قائد محسنِ اہلِ سنت شہیدِ پاکستان علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمہ اللہ (1948ء تا 2009ء) تھے، پہلے مختلف تنظیمات جلوس نکالتی رہیں جن میں بزمِ رضا پاکستان اور مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان سرفہرست ہیں، پھر محاذ نے فیصلہ کیا کہ 14 فروری, 2006ء کو پورے لاہور میں مکمل ہڑتال کی جائے گی اور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کے قدموں سے اسمبلی ہال تک ریلی کا اہتمام کیا جائے۔

ریلی کا وقت ایک بجے رکھا گیا، مگر شر پسندوں کی جانب سے صبح دس بجے ہی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ شروع ہو گیا، جامعہ نظامیہ رضویہ سے مولانا صاحب زادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی (ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ و ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان)، شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی، شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی، امیر المجاہدین مولانا حافظ خادم حسین رضوی، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی سمیت تمام اساتذہ اور طلبہ ریلی میں شرکت کے لیے 12 بجے روانہ ہوئے، عوام بھی جوق در جوق شریک تھے، یہ قافلہ ابھی لوئر مال تھانہ پہنچا تھا کہ پولیس نے آنسو گیس کے شیل پھینکنا شروع کر دیے، زہریلی گیس کی بارش میں غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھتے رہے اور بالآخر اسمبلی ہال تک پہنچ گئے، پولیس اِردگرد کی عمارتوں پر چڑھ کر عاشقانِ مصطفیٰ پر زہریلی گیس پھینکتی رہی۔

نمازِ عصر کے قریب D.I.G کی موجودگی میں امیر المجاہدین مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے خطاب فرمایا اور D.I.G سے وعدہ لیا کہ وہ تمام گرفتار ساتھیوں کو ابھی رہا کر دیں گے، لیکن اس کے باوجود علما اور طلبا پر بے بنیاد مقدمات بنائے گئے۔

تنظیمی خدمات

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، جو اہل سنت و جماعت کا نمائندہ اِدارہ ہے، جس کی ترقی و بحالی کے لیے مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ نے خونِ جگر پگھلایا اور عرصۂ دراز تک بطورِ ناظمِ اعلیٰ اور بعد ازاں بحیثیت صدر اس کا انتظام و انصرام بحسن وخوبی چلاتے رہے...... قبلہ حافظ صاحب مدظلہٗ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے دستِ راست کی حیثیت سے اِس میں بھی معاون رہے۔

اِس وقت آپ تنظیم المدارس کے ''امتحانی بورڈ'' کے چیئرمین اور ''نصابی کمیٹی'' کے ممبر ہیں۔

انتظامی خدمات

آپ جامعہ نظامیہ رضویہ میں ابتدائے تدریس 1976ء سے ہی ناظمِ تعلیمات و ناظمِ دار الاقامہ ہیں، جامعہ نظامیہ میں پڑھنے والا ہر فرد جامعہ کے نظام کا مدح خواں نظر آتا ہے، اِس نظام کے قیام میں کلیدی کردار سالارِ نظام قبلہ حافظ صاحب زید مجدہٗ کا ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی نگرانی اور آپ کی اعلیٰ نظامت ہی کی بدولت آج جامعہ کے بارے یہ مقولہ زبان زدِ خاص و عام ہے کہ'' نظامیہ ایک نظام کا نام ہے۔''

اعزازات

☆ آپ کی عظیم الشان تحقیق ”مرآۃ التصانیف“ کی اِشاعت پر ”پاکستان سنّی رائٹرز گلڈ“ کی طرف سے ۱۴۰۰۔۰۱ھ/81-1980ء میں بہترین مصنفین میں پہلا انعام دیا گیا۔ اِسی موقع پر متعدد اکابر نے حوصلہ افزائی کے لیے اشعار کی صورت میں بھی خراجِ تحسین پیش کیا (جو آئندہ صفحات میں شامل کردیے گئے ہیں)۔ نیز اِس موقع پر جگر گوشۂ ملک العلما حضرت ڈاکٹر مختار الدین آرزو (صدر شعبہ عربی مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ) نے اپنے دستِ مبارک سے پانچ سو روپے کا چیک بھی عنایت کیا۔

☆ ۱۰ رجب، ۱۴۲۷ھ/ 6اگست، 2006ء مجلس علماء نظامیہ پاکستان کی طرف سے برموقع مفتیٔ اعظم سیمینار شاندار دینی خدمات پر گولڈ میڈل پیش کیا گیا۔

☆ برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے ۲۶ رجب، ۱۴۲۷ھ/20اگست، 2006ء کو برموقع سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت جامعہ نظامیہ رضویہ فتاوی رضویہ کا تحقیقی کام کرنے پر آپ کو چاندی میں تولا گیا، جس کا وزن اکیاسی (۸۱) کلو بنا۔ آپ نے اُسی نشست میں وہ تمام چاندی ”رضا فاؤنڈیشن“ کو عطیہ کردی۔

برادرانِ ذی وقار

حافظِ ملت مدظلہ العالی پانچ بھائی ہیں۔ بھائیوں میں حافظِ ملت سب سے بڑے ہیں، پھر بالترتیب استاذ القرا والحفاظ قاری عبد الجبار سلطانی صاحب، عزت مآب مولانا جاوید اختر سیالوی صاحب، عزت مآب جناب مختار احمد صاحب اور عزت مآب ذو الفقار علی شاکر صاحب ہیں۔

☆ استاذ القراوالحفاظ قاری عبد الجبار سلطانی صاحب نے مدرسہ اعجاز القرآن، ڈھوک رتہ، راولپنڈی سے حفظ القرآن کی تکمیل کی، اِس دوران کچھ عرصہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں بھی پڑھتے رہے۔ بعد ازاں آپ نے کلام اللہ کی تدریس شروع فرمائی اور تقریباً 40 سال قرآن کے نور سے سینوں کو منور فرمایا۔ آپ نے جامع مسجد وزیر خان، لاہور، جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھاٹی گیٹ لاہور اور جامعہ غوثیہ سعیدیہ، گنگا نوالہ، راولپنڈی میں (1998ء تا 2016ء) خدمتِ قرآن کے فرائض سرانجام دیے۔

جامعہ حنفیہ غوثیہ میں تدریس کے دوران کچھ عرصہ محکمہ اوقاف کے زیرِ اہتمام جامع مسجد حیدر سائیں میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے نارووال میں جامعہ غوثیہ نجیبیہ سلطانیہ کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم فرمایا۔

آپ صاحب زادہ حافظ محمد نجیب سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ زندگی کے آخری چند سال آستانہ کی خدمت میں ہی گزارے۔ 24 ستمبر، 2020ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے اور سخی سلطان باہو علیہ الرحمہ کے دربار شریف والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

☆ عزت مآب مولانا جاوید اختر سیالوی صاحب نے ڈی۔ سی۔ ہائی اسکول چکری، ضلع راولپنڈی سے میٹرک کرنے کے بعد ایئر فورس میں ملازمت اختیار کی۔ آپ 1996ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد لاہور تشریف لے آئے، یہاں جامعہ نظامیہ رضویہ میں کچھ عرصہ اِعزازی طور پر امیر المجاہدین شیخ الحدیث حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کتبِ صرف پڑھیں، پھر زینت القرا قاری کرامت اللہ نقشبندی صاحب علیہ الرحمہ سے تجوید و قراءت کی تحصیل کی اور سال کے اختتام پر ہونے والے مسابقۂ حسنِ قراءت

میں پہلی پوزیشن بھی حاصل کی۔

آپ جامع مسجد قمر انور، نزد داتا دربار میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں آبائی گاؤں گنگا نوالہ تشریف لے گئے اور گاؤں کی مرکزی جامع مسجد یارسول اللہ میں امامت و خطابت کی خدمات کے ساتھ ساتھ اسکول مانیٹرنگ بھی کرتے رہے۔ ساتھ جامعہ غوثیہ سعیدیہ، گنگا نوالہ میں زیرِ تعلیم طلبا کو اسکول کی تعلیم سے آراستہ فرماتے رہے۔ آپ امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر شرف بیعت رکھتے تھے۔

خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار تھے، اپنے قرب و جوار میں غریب لوگوں کی مدد اِس انداز سے کرتے تھے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ آپ کو مطالعہ کا از حد شوق تھا، حافظِ ملت مدظلہٗ کے بقول: میں اُنھیں کتابیں بھیجتا رہتا تھا، مجھے علم نہ تھا کہ اُنہوں نے اپنے علاقے میں بہت کام کیا۔ جب میں اُن کے جنازے میں شریک ہوا پتا چلا کہ دُور دراز کے دیہاتوں سے ائمہ اور علما اُن کے جنازے میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، جو ان کے رابطے میں رہتے تھے۔

آپ 22 فروری، 2019ء بروز جمعہ کو وصال فرما گئے۔ نمازِ جنازہ جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہٗ نے پڑھائی۔

☆ عزت مآب جناب مختار احمد صاحب جوانی میں داغ مفارقت دے گئے۔ دوست کی شادی میں اُس کی طرف آنے والا فائر اپنے سینہ پر لیا اور دار البقا کی طرف کوچ فرما گئے۔

☆ عزت مآب جناب ذوالفقار علی شاکر صاحب بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ آپ نے ڈی۔سی۔ ہائی اسکول چکری، ضلع راولپنڈی سے میٹرک کیا اور پھر آرمی میں ملازم

ہوئے۔اب ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

نوٹ: استاذ القرا والحفاظ قاری عبد الجبار سلطانی علیہ الرحمہ، عزت مآب مولانا جاوید اختر سیالوی علیہ الرحمہ اور عزت مآب جناب ذوالفقار علی شاکر صاحب زیارتِ حرمین شریفین سے بہرہ ور ہیں۔اول الذکر دونوں حضرات 12 دسمبر، 2018ء کو زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ عراق کے لیے حافظِ ملت مدظلہٗ کے ہمراہ حاضر ہوئے۔حافظِ ملت مدظلہٗ 22 دسمبر کو لاہور واپس تشریف لے آئے جب کہ دونوں شخصیات عمرہ کر کے واپس لوٹیں۔

اولادِ امجاد

اللہ تعالیٰ نے قبلہ حافظِ ملت مدظلہٗ کو دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں عطا فرمائیں۔

بڑے صاحب زادے کا نام مولانا محمد صدیق سعیدی (پ 1973ء) ہے جو نہایت ذہین، قابل اور شرافت کے پیکر ہیں۔میٹرک کرنے کے بعد تحصیلِ علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوئے تو جامعہ نظامیہ رضویہ میں درسِ نظامی مکمل کرنے کے بعد اپنے والدِ گرامی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھاٹی گیٹ، لاہور سے تدریس کا آغاز فرمایا، پھر مدرسہ نظامیہ انوارِ مصطفیٰ، راج گڑھ میں شمعِ علم کو مزید روشن کرنے میں مصروف رہے۔

دوسرے بیٹے کا نام محمد معین (پ 1994ء) ہے جو بچپن سے تاحال سخت بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرما کر والدین کو سکونِ قلبی سے نوازے۔

آپ کی بیٹیاں بھی اپنے والدِ گرامی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علومِ دینیہ سے بہرہ مند ہیں اور اُن کی اِشاعت میں کوشاں ہیں۔

تصنیفی خدمات

اللہ تعالیٰ نے قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہٗ میں بہت سی خوبیوں اور صلاحیتوں کو جمع فرمایا ہے، آپ نہ صرف مدرس بلکہ باکمال مصنف، باریک بین محقق، بے مثال خطیب حالاتِ زمانہ سے واقف فقیہ، وسیع الظرف منتظم اور ادیبانہ طرز کے مترجم ہیں، آپ نے عقائد، حدیث، اُصولِ حدیث، فقہ، علمِ فرائض، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، سوانحِ اکابر وغیرہ موضوعات پر کام کیا۔ ذیل میں آپ کی تصانیف کا بااعتبارِ موضوع مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

عقائد

☆ ردِّ وہابیت (مولانا حسن جان سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عربی و فارسی تصنیف الأُصول الأربعة فی تردید الوھابیة کا اردو ترجمہ)، مطبوعہ: خواجہ محمد حسن جان اکیڈمی، حیدرآباد: 1979ء، صفحات: 245

علوم القرآن

☆ فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ فتاوی رضویہ کی روشنی میں (تین ضخیم جلدیں)، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور 2008ء

حدیث

☆ ترجمہ سنن نسائی (تین ضخیم جلدیں)، مطبوعہ: حامد اینڈ کمپنی، اُردو بازار لاہور 1980ء، صفحات: 1770

اصولِ حدیث

☆ مصنفینِ صحاحِ ستہ اور اُن کی شرائطِ اخذ وقبول، مطبوعہ: مکتبہ فیضِ عالم، 2007ء
صفحات: 52

فرائض

☆ ترجمہ سراجی، غیر مطبوعہ، 1996ء

فقہ

☆ ترجمہ فتاوی رضویہ، جلد نمبر ۱۱ تا ۱۳، ۱۶ تا ۲۰ اور ۲۵ تا ۳۰، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن
☆ فوائد جلیلہ (فتاوی رضویہ جلد 1 کے حواشی، ترتیب وتبویب) مشمولہ در فتاوی رضویہ

صرف

☆ **تعلیم الصرف** (سلیس اردو زبان میں بنیادی اصطلاحات، صیغے کی ساخت، ابوابِ صرفیہ کی تفصیل اور مشکل ابواب کی مکمل گردانوں پر مشتمل، شامل نصابِ طالبات درجہ عامہ)، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، لاہور، 1991ء، صفحات: 127
☆ ترجمہ صرفِ بھترال، غیر مطبوعہ

نحو

☆ شرح ہدایۃ النحو (آغاز تا اسمائے عدد)، غیر مطبوعہ، 1983ء
☆ شرح کافیہ (مفصل شرح، سوالاً جواباً)، غیر مطبوعہ، 1979ء

منطق

☆ تعلیم المنطق (شامل نصابِ طلبہ درجہ ثانویہ)، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ لاہور، 1990ء
☆ تلخیص المنطق (250 اصطلاحاتِ منطقیہ کی نہایت آسان تعریفیں اور مثالیں)، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، لاہور، 1990ء، صفحات: 48
☆ مفتاح المرقاۃ (منطق کی مشہور کتاب ''المرقاۃ'' کی مختصر توضیح)، مطبوعہ: بزمِ رضا، لاہور، 1997ء، صفحات: 128
☆ تقریرات برشرح تہذیب (عکسِ نقیض کی بحث تک)، غیر مطبوعہ، 1977ء
☆ تقریرات برحمداللہ ((احکامِ قضیہ کی بحث تک)، غیر مطبوعہ، 1977ء
☆☆☆ صغریٰ، اوسط اور کبری (رسائلِ منطق کا ترجمہ)، غیر مطبوعہ، 1991ء
☆ ترجمہ ایساغوجی، غیر مطبوعہ، 1992ء
☆ میزان المنطق (ترجمہ) غیر مطبوعہ، 1991ء

فلسفہ

☆ تعلیم الحکمۃ (فلسفہ کی مشہور کتاب ہدایۃ الحکمۃ کی آسان اُردو شرح)، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، لاہور، 1992ء

ادب

☆ شرح مقاماتِ حریری (پہلے چھ مقامات کا ترجمہ وتشریح) غیر مطبوعہ، 1982ء

سوانح

☆ امام احمد رضا بریلوی جامع العلوم عبقری شخصیت، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور،

1993ء، صفحات: 68

☆ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا سوانحی خاکہ، مطبوعہ بزمِ رضا جامعہ نظامیہ، 1976ء، صفحات: 16

☆ تعارفِ اراکینِ سنی رائٹرز گلڈ، غیر مطبوعہ، 1982ء

فہارس

☆ مرآۃ التصانیف (تیرہویں و چودہویں صدی ہجری کے 870 سنی قلم کاروں کی 5818 کتابوں کا اجمالی تعارف)، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، 1980ء، صفحات: 320

☆ مرآۃ التصانیف، جلد دوم، غیر مطبوعہ

☆ تعارفِ تصانیفِ علماء اہلِ سنت (ایک سو علما کی پانچ سو کتابوں کا اجمالی تعارف)، غیر مطبوعہ، 1976ء

☆ فہارس فتاوی رضویہ، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن

اساتذۂ حافظِ ملت

تحریر: مولانا محمد مبشر سعید مرتضائی، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ

ایک ماہر و مشاق استاذ، علمی سفر میں نہ صرف اپنے شاگرد کی کامل راہ نمائی کرتا ہے، بلکہ اس کی شخصیت کے مختلف گوشوں کی تراش خراش کر کے اُس کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا سامان بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُس کی درست سمت بندی کر کے اُسے مستقیم الفکر بھی بناتا ہے۔ نیز اُسے حسنِ ادب، اخلاق عالیہ وفضائل سے مزین کرنے اور رذائل سے بچانے کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ جس طالب و جویا کو ایسا ہادی و راہ نما میسر آ جائے اُس کی گوہر مقصود تک رسائی بتوفیق اللہ یقینی متصور ہوتی ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر　　　شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

یہ تقدیر ایزدی ہی ہے کہ بعض شخصیات کی تشکیلِ ذات کے لیے خصوصی اسباب و ذرائع پیدا ہو جاتے ہیں اور اُنھیں ایسے مربی میسر آتے ہیں جو اُن کو حیاتِ جاودانی عطا فرما دیتے ہیں۔

جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم کی اقبال مندی و بیدار بختی ہے کہ آپ کو ایسے اساتذہ سے شرفِ تلمذ نصیب ہوا جن میں سے ہر ایک آسمانِ علم کا نیر تاباں اور اقلیمِ تدریس کا تاج وَر تھا۔ یہ آپ کے اساتذہ کی فیض باری ہے کہ آج آپ میدانِ تدریس کے شاہ سوار، باکمال مصنف، نکتہ رس خطیب، عمیق محقق، ماہر فقیہ اور بے مثال منتظم ہیں اور اربابِ علم و دانش آپ کو جامع المعقول والمنقول کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا دینی سفر دومراحل پر مشتمل ہے:

۱۔حفظِ قرآنِ کریم ۲۔درسِ نظامی

آپ نے حفظِ قرآنِ کریم اور درسِ نظامی کی تعلیم دو(۲) دو(۲) درس گاہوں سے حاصل کی۔مدارس کے ساتھ آپ کے(9) اساتذہ کے اسماذکر کیے جاتے ہیں:

حفظِ قرآنِ کریم

1) مدرسہ اعجاز القرآن، جامع مسجد ٹھیکیداراں ڈھوک رتہ، راولپنڈی۔

یہاں صوفیٔ کامل زینت العابدین مولانا حافظ محمد یوسف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکتسابِ فیض کیا۔

2) جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ یہاں استاذ القرا والحفاظ قاری محمد حنیف صاحب اور استاذ الحفاظ قاری محمد انور صاحب علیہما الرحمہ کے پاس زیرِ تعلیم رہے۔

درسِ نظامی

1) **جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور**

یہاں درجِ ذیل اساتذہ سے شرفِ تلمذ پایا:

☆ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث علامہ محمد مہر الدین جماعتی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ مفتیٔ اعظم پاکستان، استاذ العلما مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ شرفِ ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ شیخ الحدیث والفقہ مولانا حسن الدین ہاشمی مدظلہ العالی

☆ شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد گل احمد خان عتیقی مدظلہ العالی

2) **دارالعلوم احسن المدارس، راولپنڈی**

یہاں استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی مدظلہ العالی سے فیض یاب ہوئے۔

ان جلیل القدر اساتذہ کرام کے حالات **الف بائی ترتیب** کے ساتھ مختصراً ذکر کیے جاتے ہیں:

استاذ الحفاظ قاری محمد انور صاحب

استاذ الحفاظ قاری محمد انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں ۱۳۸۲ھ/ 1962ء کو حفظِ قران کی تدریس کا آغاز کیا اور تقریباً آٹھ سال (۱۳۶۹ھ/ 1969ء) تک یہاں خدمتِ قران کی بے لوث سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ اِس دوران آپ نے سینکڑوں سینوں کو نورِ قرآن سے منور کیا۔آپ اگرچہ ظاہری بینائی سے محروم تھے لیکن دلِ بینا رکھتے تھے۔(1)

شیخ الحدیث والفقہ علامہ حسن الدین ہاشمی

شیخ الحدیث والفقہ والقانون علامہ حسن الدین ہاشمی مدظلہ العالی بن فرید العصر مولانا فرید الدین (م:۷ شوال ۱۳۹۲ھ/ 14 نومبر 1972ء) بن حضرت مولانا احمد الدین بن مولانا امیر حمزہ قدست اسرارہم ۲۱ رجب المرجب، ۱۳۴۹ھ/ 12 دسمبر، 1930ء کو قصبہ بھوئی گاڑ ضلع کیمبل پور کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واسطہ سے امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے اور آپ کا خاندان پورے علاقہ میں علم و فضل میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے والد ماجد: حضرت مولانا فرید الدین، تایا جان: حضرت علامہ مولانا محب النبی کیمبل پوری (م ۱۲ ربیع الاوّل، ۱۳۹۴ھ/ 22مارچ، 1976ء، یکے از اساتذۂ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی) اور جدِّ امجد مولانا احمد الدین...سبھی متبحر علما تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم بھیرہ، ضلع سرگودھا میں مولانا محی الدین بھیروی سے حاصل کی، پھر صرف ونحو کی کتب اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے منڈی وار برٹن، ضلع شیخوپورہ میں پڑھیں۔ دیگر کتبِ فنون مدرسہ عربیہ انوار العلوم، ملتان میں پڑھنے کے بعد کتبِ احادیث جامعہ غوثیہ، گولڑہ شریف میں اپنے تایا جان استاذ العلما مولانا محب النبی قدس سرہ العزیز سے پڑھ کر سندِ فراغ ودستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے اور ساتھ ہی مسجد شمس الدین، مصری شاہ میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

سابق صدرِ پاکستان جنرل محمد ایوب خان کے دورِ اقتدار میں جب جامعہ عباسیہ (جامعہ اسلامیہ)، بہاولپور کو سرکاری تحویل میں لیا گیا تو آپ وہاں فقہ وقانون کے استاذ مقرر ہوئے۔ 1972ء میں علما اکیڈمی، محکمہ اوقاف لاہور میں لیکچرار مقرر ہوئے اور پھر 1974ء میں دوبارہ جامعہ اسلامیہ، بہاول پور تشریف لے گئے۔

1975ء میں جامعہ اسلامیہ، بہاول پور سے رخصت پر آئے تو لاہور میں

جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبا کو درسِ حدیث دینا شروع کیا اور اڑھائی، تین ماہ بعد واپس جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے۔ بعدازاں آپ امریکہ تشریف لے گئے اور حیاتِ مستعار کے آخری لمحات تک وہیں مقیم رہے۔

لاہور میں تدریس و خطابت کے دوران آپ نے ماہنامہ ''ترجمانِ حقیقت'' جاری فرمایا۔ نیز جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے مجلہ کی ادارت بھی فرماتے رہے۔ البیان المعقول شرح قال اقول، شرح سبع معلقات اور دیوبندی دھرم آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔(۲)

استاذ القراء والحفاظ قاری محمد حنیف

استاذ القرا والحفاظ قاری محمد حنیف بن حافظ عبدالرحیم بخش، لڈن، تحصیل و ضلع وہاڑی میں 1928ء کو پیدا ہوئے۔

آپ کے والد حافظ عبدالرحیم بخش علیہ الرحمہ (1898 تا 1974ء) حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ اُنھوں نے 1912ء کو اپنے علاقہ لڈن میں جامعہ رحیمیہ شاہیہ حفظ القرآن المعروف جامع مسجد ساوی کی بنیاد رکھی اور نصف صدی سے زائد عرصہ اِس ادارے میں کلامِ ربانی کی خدمت فرمائی اور سینکڑوں سینوں کو نورِ قرآن سے منور کیا۔

قاری محمد حنیف صاحب علیہ الرحمہ نے ناظرہ و حفظِ قرآنِ مجید کی سعادت اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کی۔ بعدازاں تجوید و قراءت کے لیے لاہور تشریف لائے، یہاں آپ نے دارالتجوید، شاہ عالمی میں قاری نور محمد صاحب سے تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔

آپ نے حفظِ قرآن کی کلاس کا آغاز تقریباً 51۔1950ء میں مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار، لاہور سے کیا، یہاں آپ نے چھ سال پڑھایا۔ پھر آپ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر 1956ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی خودنوشت میں لکھا: ''شعبہ حفظ القرآن کے لیے قاری محمد حنیف صاحب، جو کہ مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار میں مدرس تھے، کی خدمات حاصل کی گئیں۔''

جامعہ ہٰذا میں آپ نے ۱۳۹۲ھ/ 72۔1971ء تک پڑھایا۔ اِس دوران گیارہ ماہ سید مٹھا بازار میں کرائے پر بلڈنگ لے کر بھی پڑھایا۔ ازاں بعد پونے دو سال اپنے پیر خانے خانیوال میں اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ شاہ بخش ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھاتے رہے۔ پھر اپنے والدِ گرامی کے وصال (1974ء) پر اپنے گاؤں لُڈن تشریف لے گئے اور تادمِ وصال مدرسہ جامعہ رحیمیہ شاہیہ حفظ القرآن المعروف جامع مسجد ساوی، لُڈن میں پڑھاتے رہے۔

آپ کو حضرت خواجہ مفتی پیر محمد شاہ بخش ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل تھا۔ 2 مئی 2008ء کو دار الفنا سے دار البقا کی طرف کوچ فرمایا۔(3)

مظہر المعقول والمنقول شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی

علامہ قاضی محمد رشید نقشبندی بن خواجہ احمد علی بن حبیب اللہ بن خدا بخش 31 دسمبر، 1949ء کو ڈبسی تحصیل فتح پور تھکیالہ، نکیال ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابھی صرف تین سال کے تھے کہ والد ماجد داغ مفارقت دے گئے۔

ناظرہ قرآنِ مجید اپنی والدہ ماجدہ، بڑے بھائی اور گاؤں کے امام صوفی محمد حسین صاحب سے پڑھا اور پرائمری تک تعلیم گورنمنٹ پرائمری اسکول، ڈبسی سے ماسٹر لعل محمد اور ماسٹر خوشی محمد سے حاصل کی۔ بعد ازاں اپنے پیر خانے کی درس گاہ مدرسہ مشین، محلہ نمبر 2، جہلم میں حاضر ہوئے اور چند ماہ وہاں رہ کر مولانا قاضی سلطان محمود اور قاضی محمود ہزاروی علیہما الرحمہ سے ابتدائی کتبِ فارسیہ پڑھیں۔ دوسرے سال مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں داخلہ لیا۔ شرح جامی اور ابتدائی کتب حضرت علامہ عبد الغفور اور حضرت سید علی احمد شاہ علیہما الرحمہ سے پڑھیں۔ ہدایہ، شرح وقایہ اور قطبی علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری سے پڑھیں۔

آپ نے ۱۰ شوال ۱۳۸۵ھ/1965ء کو عالم اسلام کی مرکزی دینی درس گاہ جامعہ بندیال میں داخلہ لے کر امام المناطقہ سند المحققین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی اور تاج العلما حضرت علامہ عبدالحق بندیالوی علیہما الرحمہ کی خدمت میں حاضر رہ کر 1972ء تک تمام علوم وفنون کی تکمیل کی۔ اثنائے تعلیم ایک سال بیمار رہنے کی وجہ سے پڑھائی کا سلسلہ معطل رہا۔ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ میں دارالعلوم امجدیہ، کراچی میں جا کر شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ بخاری شریف آپ نے سبقاً علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ سے ہی پڑھ لی تھی۔

۲۹ شوال ۱۳۹۲ھ/ 4 دسمبر، 1972ء بروز بدھ جامعہ نعمانیہ، لاہور میں تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ یکم شوال، ۱۳۹۴ھ/اکتوبر 1974ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لائے اور 1987ء تک تدریس فرماتے رہے۔ اگست 1988ء میں آزاد کشمیر گورنمنٹ کے تحت تقریباً اڑھائی سال (دسمبر 1990ء تک) تحصیل قاضی رہے۔

منصبِ قضا سے معزول ہونے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور تقریباً اڑھائی سال ادارہ تعلیماتِ مجددیہ، شادمان کالونی لاہور میں پڑھاتے رہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر دوبارہ 1993ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہوئے۔ قبل از وصال شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہو کر صحیح مسلم شریف بھی پڑھاتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے جامع مسجد داتا گنج بخش علی ہجویری، جامعہ نعمانیہ لاہور اور جامعہ اویسیہ گوہریہ، سیالکوٹ میں دورۂ تفسیر القرآن بھی پڑھایا۔

آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی شخصیت قاضی محمد صادق المعروف خواجۂ عالم، گلہار شریف کوٹلی والے، کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت رکھتے تھے۔

یکم ستمبر، 1997ء/۲۸ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ بروز پیر صبح تقریباً پونے چھ بجے میدانِ تدریس کا شہسوار اور علم و حکمت کا یہ آفتاب غروب ہوا۔ آپ کو میانی صاحب قبرستان کے باغ گل بیگم میں سپرد خاک کیا گیا۔ کتب و رسائل میں سے ''اسلام میں ووٹ کی حقیقت اور ووٹرز کی شرعی ذمہ داری'' مقبولِ خواص و عوام ہے۔ (4)

رئیس المناطقہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی چشتی

امام المناطقہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی چشتی بن چوہدری محمد نواب خان 22 جون، 1939ء/۱۳۵۸ھ کو قصبہ ڈھیری چکری، تحصیل و ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے گاؤں ڈھیری کی جامع مسجد کے خطیب مولانا حافظ غلام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ 1952ء میں اُنہی کی وساطت سے

دارالعلوم جامعہ غوثیہ، گولڑہ شریف میں داخلہ لیا اور شیخ الجامعہ مولانا محب النبی، استاذ العلما مولانا محمد اکرام، استاذ العلما مولانا خدا بخش اور علامہ قاضی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے شرح جامی، حسامی، مختصر المعانی وغیرہ درجۂ رابعہ تک کی کتب پڑھیں۔

1955ء میں جامعہ غوثیہ مظہر الاسلام، بھابڑا بازار، راولپنڈی میں داخل ہوئے اور مولانا غلام محی الدین شاہ سلطان پوری المعروف بڑے شاہ صاحب، شیخ الحدیث علامہ حافظ عبد الغفور اور استاذ العلما علامہ احمد دین علیہم الرحمۃ والرضوان سے فیض یاب ہوتے رہے، انہی ایام میں دو سال کے بعد حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمہ اللہ سے جز وقتی ٹائم مانگا تو اُنھوں نے وقت عنایت فرمادیا، چنانچہ ہر روز شام چار بجے تا رات آٹھ بجے جامعہ غوثیہ، بھابڑا بازار حاضر ہوکر فیض یاب ہوتے، اس دوران آپ کو قطب الوقت حضرت پیر سید شاہ عبد الحق گیلانی المعروف چھوٹے لالہ جی سے ایساغوجی پڑھنے کا بھی شرف ملا۔

آپ نے اکثر کتبِ فنون کی تکمیل جامعہ غوثیہ مظہر الاسلام میں کی، البتہ ایک سال جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں شارحِ بخاری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر رہ کر منتہی کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا، بعد ازاں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد میں محدثِ اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قادری رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دورۂ حدیث شریف کرکے سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔ آپ نے تین سال متواتر، چھٹیوں میں ابو الحقائق علامہ عبد الغفور ہزاروی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر دورۂ تفسیر القرآن کیا۔

1960ء میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ملک کے نامور اداروں، جن میں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد، جامعہ غوثیہ مظہر الاسلام، راولپنڈی، جامعہ سراج العلوم، خانپور

ضلع رحیم یار خان، دار العلوم احسن المدارس، باغ سرداراں راولپنڈی اور دار العلوم نقشبندیہ رضویہ، پاکپتن شریف شامل ہیں.....میں پندرہ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں ڈھوک منگٹال، راولپنڈی میں 1976ء کو دار العلوم انوار رضا کی بنیاد رکھی، وہاں تا حال تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس دوران آپ 1983ء تا 2000ء برطانیہ، ہالینڈ، ناروے، بیلجیئم، ایران، امریکہ وغیرہ ممالک میں تدریسی وتبلیغی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

آپ 1953ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں دو ماہ گیارہ دن اسیر رہے۔ 1970ء میں دو سال رؤیتِ ہلال کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔ قطب الوقت پیر سید شاہ عبد الحق گیلانی المعروف چھوٹے لالہ جی کے دست حق پرست پر شرفِ بیعت رکھتے ہیں۔ کتب میں ''فتاوی سلیمانیہ رضویہ'' مشہور ومعروف ہے۔ (5)

شرفِ ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی بن مولوی اللہ دتا بن نور بخش ۲۴ شعبان المعظم، ۱۳۶۳ھ/ 13 اگست 1944ء بروز اتوار کومرزا پور، ضلع ہوشیار پور، مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پاکستان کی معروف درس گاہوں میں علمی خوشہ چینی کی، جن میں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد، دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور اور جامعہ اِمدادیہ مظہریہ، بندیال وغیرہ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد ملک پاکستان کے مختلف مدارس: جامعہ نعیمیہ، لاہور، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف، جامعہ رحمانیہ، ہری پور، مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال میں تدریس فرمانے کے بعد 1973ء میں مادرِ علمی جامعہ نظامیہ

رضویہ، لاہور واپس آ گئے اور 2002ء تک تدریسی خدمات انجام دیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

شرفِ ملت علیہ الرحمہ نے 1960ء میں مکتبہ رضویہ، انجن شیڈ لاہور قائم کیا، پھر 1968ء میں جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مکتبہ قادریہ کا قیام عمل میں لائے، بعدازاں 1974ء میں مکتبہ قادریہ، لاہور قائم فرمایا اور 1997ء کو المتاز پبلی کیشنز، لاہور کی بنا رکھی۔

آپ نے 1969ء کو ہری پور ہزارہ میں جمعیت علماءِ سرحد، پاکستان قائم فرمائی اور 1972ء کو چکوال میں جماعتِ اہل سنت کا قیام کیا۔

شرفِ ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعبان ۱۴۰۰ھ کو سنی رائٹر گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کے لیے چناؤ ہوا، دسمبر 1986ء کو رضا اکیڈمی، لاہور کے سرپرست مقرر ہوئے، 1997ء کو مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ، لاہور کے صدر منتخب ہوئے اور 1999ء کو جماعتِ اہل سنت پاکستان میں بحیثیت ناظم شعبۂ تعلیم و تربیت تقرر ہوا۔

گراں قدر خدمات کے اعتراف میں آپ کو "امام احمد رضا گولڈ میڈل"، "سیدنا ابوہریرہ ایوارڈ" اور "مفتیٔ اعظم گولڈ میڈل" پیش کیے گئے۔

یکم ستمبر 2007ء بروز ہفتہ رحلت فرما گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی عربی، فارسی اور اردو میں سو سے زائد نگارشات، مختلف زبانوں پر آپ کے عبور کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جن میں سے "مِنْ عَقَائِدِ أَهْلِ السُّنَّة" کو عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ (6)

مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی

استاذ العلما مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ شعبان المعظم، ۱۳۵۲ھ / 18 دسمبر، 1933ء کو بمقام میراں کلاں علاقہ اپر تناول ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

آپ نے دارالعلوم اویسیہ جینڈھر شریف، گجرات (المعروف مدرسہ سائیں گوہر علی)، دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد بہاول نگر، مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا وہاڑی اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد میں علومِ اسلامیہ کی تکمیل کی، جن میں سے دورۂ حدیث 1955ء میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں کیا اور بارِ دیگر دورۂ حدیث حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمہ سے 1956ء کو جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں کر کے سندِ حدیث و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے 1955ء کو چھ ماہ جامعہ حنفیہ، قصور میں تدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ پھر فیصل آباد سے دورۂ حدیث کرنے کے بعد مدرسہ غوثیہ رضویہ، پیر محل مدرس متعین ہوئے، لیکن تدریس کا موقع نہ ملا اور حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے حکم پر 1956ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے اور تادم واپسی یہیں تدریسی فرائض سر انجام دیتے رہے۔ اس طرح آپ کی کل تدریسی زندگی انچاس سال (۴۹)، یعنی تقریباً نصف صدی پر محیط ہے، جن میں سے 29 سال آپ نے دورۂ حدیث کے طلبہ کو درسِ ترمذی شریف دیا۔

جامعہ نظامیہ رضویہ سے شیخ الحدیث شارحِ بخاری مولانا غلام رسول رضوی علیہ الرحمہ

کے تشریف لے جانے کے بعد اِس گلشن کی آبیاری، شب و روز جان فشانی وتن دہی سے یوں کی کہ اِس چمن کدہ میں کھلنے والے پھول پوری دنیا کو اپنی خوشبو سے مہکا رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے مہتمم ہونے کے علاوہ مختلف مناصب: ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس، صدر تنظیم المدارس، صدر جمعیت علماء پاکستان لاہور، مرکزی ناظمِ نشر و اشاعت جمعیت علماءِ پاکستان لاہور، مرکزی خازن جمعیت علماءِ پاکستان، چیئرمین سپریم کونسل آف جماعت اہل سنت، ممبر صوبائی زکوٰۃ کمیٹی برائے دینی مدارس، ممبر مرکزی زکوٰۃ کونسل، ممبر صوبائی زکوٰۃ کونسل، ممبر مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی پاکستان، ممبر مرکزی سیرت کمیٹی اور ممبر ایڈوائزری کونسل آف وزارت پر فائز رہے۔

تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کی ترقی و بحالی میں آپ کا کردار، محنتِ شاقہ اور جہدِ مسلسل آشکار و عیاں ہے۔

آپ مورخہ ۲۸ ویں شب جمادی الاخری، ۱۴۲۴ ھ/ 26 اگست، 2003ء بروز منگل بعد از نماز مغرب خالق حقیقی سے جا ملے۔ کتب میں ''تاریخِ نجد وحجاز'' اور ''العقائد والمسائل (عربی)'' کا بہت شہرہ ہوا۔ (7)

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مفتی محمد گل احمد خان عتیقی

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی بن علی حیدر خان 1949ء کو آزاد کشمیر مظفر آباد تحصیل ہٹیاں کے گاؤں سربن میں پیدا ہوئے۔

آپ مدرسہ سراج العلوم، گوجرانوالہ، جامعہ غوثیہ، بھابڑا بازار، جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ، مدرسہ انوریہ، ڈھینڈاں ہری پور، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور،

جامعہ مظفریہ، واں بچھراں، جامعہ قاسمیہ، فیصل آباد، مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ، چوکیرہ، مدرسہ عربیہ، جھوک وینس، جامعہ اشرفیہ، لاہور وغیرہ میں تحصیل علوم اسلامیہ میں مصروف رہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس کے دوران 1972ء میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں استاذ الاساتذہ ملک المدرسین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی علیہ الرحمہ کے کاشانۂ اقدس میں پہنچ کر علوم وفنون میں استفادہ کیا۔ 73۔1972ء میں جامعہ نظامیہ اور جامعہ نعمانیہ میں تدریس کے دوران بعد نمازِ عصر وعشا مفتیٔ اعظم پاکستان شیخ الحدیث سید ابوالبرکات احمد قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر صحاحِ ستہ کا درس لیا اور سندِ حدیث سے سرفراز ہوئے اور تنظیم المدارس کے عالمیہ کے امتحان میں ممتاز مع الشرف کے درجہ میں کامیاب ہوکر اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔

آپ کو کثیر مدارس میں تدریس کا شرف حاصل رہا ہے، جن میں جامعہ رضویہ مظہرالاسلام، فیصل آباد، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، جامعہ نعمانیہ، لاہور، جامعہ ریاض المدینہ، گوجرانوالہ اور جامعہ فاروقیہ رضویہ، فاروق آباد شامل ہیں۔ جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور میں 2006ء سے تاحال تدریس فرما رہے ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ ساتھ ہی جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور عرصہ 15 سال سے بخاری شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

آپ دو مرتبہ جمعیت علماء جموں وکشمیر کے سینئر نائب صدر، ایک مرتبہ نائب صدر دوم اور ایک مرتبہ 1970ء میں لاہور ڈویژن کے صدر رہ چکے ہیں۔ 1984ء میں جمعیت علماء پاکستان وسطی لاہور کے صدر اور کنوینئر رہے، مرکزی مجلس شوریٰ جمعیت علماء پاکستان کے رکن رہے، رابطۃ المعلمین مدارسِ عربیہ پاکستان کے رکن اور اخوان المؤمنین پاکستان کے

معاون اور سنی علماء کونسل، فاروق آباد کے سر پرست بھی رہ چکے ہیں۔ نیز آپ انجمن طلبہ مدارسِ عربیہ اور سنی جمعیت علماء جموں و کشمیر کے سر پرست رہ چکے ہیں۔

شیخ الحدیث علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری چشتی محدثِ اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔

کتب ورسائل اور مضامین ومقالات کی تحریر تسلسل سے جاری ہے، کتب میں ''توضیحاتِ عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ'' مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔(8)

یادگارِ اسلاف شیخ الحدیث علامہ محمد مہر الدین جماعتی

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مولانا محمد مہر الدین جماعتی بن چوہدری روشن دین صاحب علیہما الرحمہ کی ولادت باسعادت زمیندار راجپوت گھرانے میں 1900ء میں بمقام خاصہ، ضلع امرتسر ہوئی۔ عمر فقط سوا سال تھی کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ موضع لبان والا کے اسکول میں چار جماعتیں ہی پڑھی تھیں کہ 1909ء میں والد گرامی کا انتقال ہو گیا، مزید پڑھائی جاری نہ رکھ سکے اور کاشت کاری وغیرہ میں عمر عزیز کے بیس سال گزر گئے۔

1920ء میں ملازمت کو خیر باد کہہ کر مولانا صوفی غلام رسول صاحب سے امرتسر میں سات پاروں کا ترجمہ پڑھا، پھر گوجرانوالہ کی جامع مسجد کھوجیاں والی میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سے ترجمۂ قرآنِ مجید کی تکمیل کی، وہیں مولوی عبدالعزیز صاحب سے درسیات کی ابتدا کی۔ ازاں بعد جامعہ نعمانیہ، لاہور پہنچے، اندرون شہر کی فضا سازگار نہ دیکھ کر جامعہ فتحیہ، اچھرہ میں چلے گئے اور یہاں صرف ونحو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر مدرسہ کریمیہ، جالندھر جا کر مولوی محمد عبداللہ صاحب ہوشیار پوری اور مولوی احمد بخش صاحب سے کافیہ، قدوری وغیرہ کتب پڑھیں۔ اگلے سال جامعہ فتحیہ، اچھرہ واپس آ گئے اور ہدایہ اوّلین وغیرہ کتب

پڑھیں۔ بعدازاں استاذ الاساتذہ مولانا مہرمحمد صاحب (تلمیذ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ، بہاولپور) سے دورۂ حدیث شریف کے علاوہ باقی منتہی کتب پڑھیں۔

امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ الوری اور ان کے صاحب زادے علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہما الرحمہ سے ۱۳۴۶ھ /1926ء میں دوبارہ دورۂ حدیث سے فیض یاب ہوکر سندِ فراغت حاصل کی۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (صاحبِ تفسیر خزائن العرفان) علیہ الرحمہ سے بھی سند حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ دارالعلوم حزب الاحناف ہی میں مولانا حبیب شاہ صاحب سے کتبِ طب کا درس لیا اور 1954ء میں دارالعلوم طبِ جدید، شاہدرہ لاہور سے امتحان کے بعد افتخار الاطباء کی سند حاصل کی۔

آپ ایک سال ہرسہ کوٹ، لائل پور، سات سال جامعہ نعمانیہ لاہور، دوسال مسجد شکرخاں، احمد آباد یو۔ پی اور تقریباً گیارہ سال دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

شاہ عالم مارکیٹ، لاہور کے نزدیک نیویں مسجد، نیا بازار میں مدرسہ غوثیہ لاثانیہ قائم کیا، چارسال بعد اِسے کراؤن چوک، گڑھی شاہو کی جامع مسجد منتقل کردیا۔ بعد میں حالات کی ناسازی کے سبب مدرسہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ پھر ایک سال برکات العلوم مغلپورہ، لاہور اور ایک سال جامعہ حنفیہ، قصور میں پڑھاتے رہے۔ 1974ء تا 1976ء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں شیخ الحدیث رہے۔ مصری شاہ میں رہائش منتقل ہونے کے بعد گھر پر ہی ''غوثیہ لاثانیہ'' کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا جہاں تادمِ آخریں تدریس فرماتے رہے۔

آپ 1931ء میں پیر سید جماعت علی شاہ محدثِ علی پوری علیہ الرحمہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔

۱۲ ربیع الاوّل، ۱۴۰۷ھ/ 1987ء کو واصل بحق ہوئے۔ کتب میں ''تسہیل المبانی شرح اردو مختصر المعانی'' کو بہت مقبولیت ملی۔(9)

صوفیٔ کامل زینت العابدین مولانا حافظ محمد یوسف قادری

زینت العابدین مولانا حافظ محمد یوسف قادری موضع دربار شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے، بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کیا اور علومِ دینیہ کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے بعد تبلیغ دین اور خدمتِ قرآن کے لیے زندگی وقف کر دی۔

آپ متقی شب بیدار اور کثیر التلاوت بزرگ تھے۔ طلبہ کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ نوافل و وظائف کے بھی انتہائی پابند تھے، کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ ہر جمعرات بعد از نماز عشا دو رکعت نفل میں دس پارے منزل پڑھتے اور رمضان المبارک کے نصف اول میں تراویح کے بعد ہر روز دس پارے، جب کہ نصف ثانی میں ہر روز پندرہ پارے پڑھتے۔

آپ نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ جامع مسجد ٹھیکیداراں، راولپنڈی میں خطیب و معلم کی حیثیت سے گزارا۔

1969ء میں دارِ بقا کی طرف کوچ کیا اور مسجد کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔(10)

حواشی و حوالہ جات

(1) معلومات جامعہ نظامیہ رضویہ کے دفتری ریکارڈ سے دستیاب ہوئیں

(2) ا۔تعارفِ علمائے اہلِ سنت، از مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی

۲۔تذکرۂ علمائے اہلِ سنت و جماعت لاہور، از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

(3) ا۔انٹرویو:استاذ الحفاظ قاری محمد ارشد بٹ چشتی (شاگرد رشید استاذ الحفاظ قاری محمد حنیف)، بمقام: مدرسہ محمدیہ فیض القرآن، چوک جھنڈا موری گیٹ، لاہور، بتاریخ:5 اکتوبر، 2019ء

۲۔حافظ غلام مصطفیٰ متعلم مدرسہ جامعہ رحیمیہ شاہیہ حفظ القرآن المعروف جامع مسجد ساوی، لُڈن، قلمی حالات استاذ الحفاظ قاری محمد حنیف، بتاریخ: یکم نومبر، 2019ء

۳۔انٹرویو بذریعہ کال: حافظ وقاری نعیم احمد چشتی ابن استاذ الحفاظ قاری محمد حنیف، بتاریخ:5 جولائی، 2022ء

(4) ا۔عہد ساز شخصیت، از علامہ محمد طاہر تبسم قادری، مشمولہ: مجلہ النظامیہ ستمبر، 2000ء

۲۔قرۃ عیون الاقیال فی تذکرۃ فضلاء البندیال، از مفتی غلام محمد شرقپوری

۳۔انٹرویو: خواجہ خالد محمود (برادرزادہ علامہ محمد رشید نقشبندی) وصاحبزادگان علامہ محمد رشید نقشبندی، بمقام: مغلپورہ، رہائش گاہ علامہ محمد رشید، بتاریخ:19 ستمبر، 20019ء

(5) فتاوی سلیمانیہ رضویہ، از مفتی محمد سلیمان رضوی

(6) ا۔محسن اہل سنت، از محمد عبد الستار طاہر

۲۔تذکرۂ اکابر اہلِ سنت، از علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

۳۔حالاتِ مصنفینِ درسِ نظامی، از علامہ محمد ہارون

۴۔مجلہ النظامیہ (شرفِ ملت نمبر) اکتوبر، 2007ء

۵۔ماہنامہ الشرف (شرفِ ملت نمبر)، اکتوبر، 2007ء

(7) ا۔سیدی مفتیٔ اعظم، از علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی

۲۔جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، از علامہ محمد منشا تابش قصوری

۳۔مقالاتِ مفتیٔ اعظم پاکستان، از مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی

۲۔مجلہ النظامیہ (مفتیٔ اعظم نمبر)، اگست ۲۰۱۸ء

مجلہ النظامیہ (مفتیٔ اعظم نمبر)، ستمبر۔اکتوبر، ۲۰۰۳ء

(8) ۱۔توضیحاتِ عتیقیہ اُردو شرح مناظرہ رشیدیہ، از مفتی محمد گل احمد خان عتیقی

۲۔انٹرویو: شیخ الحدیث مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بتاریخ: 27 اکتوبر، 2019ء

۳۔مرآۃ التصانیف، از حافظ محمد عبدالستار سعیدی

(9) ۱۔عظمتوں کے پاسباں، از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۔عقیدۂ حیاتِ مسیح اور فتنۂ مرزائیت، از مولانا محمد مہر الدین جماعتی

۳۔انٹرویو: شیخ الحدیث علامہ غلام نصیر الدین چشتی، بمقام جامعہ نعیمیہ، لاہور، 4 اگست، 2019ء

(10) مرآۃ التصانیف، از حافظ محمد عبدالستار سعیدی

مشاہیر تلامذۂ حافظِ ملت

جامعِ معقول ومنقول شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم کو مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہوئے تقریباً نصف صدی ہو چکی ہے، بلاشبہ اِس عرصہ میں آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں نہیں، ہزاروں میں ہے۔ یہاں فقط چند مشاہیر تلامذہ کے اسماسن فراغت/ اکتسابِ فیض کے اعتبار سے ذکر کیے جاتے ہیں:

☆ استاذ الاساتذہ علامہ ابوحماد ظہور احمد جلالی، دار العلوم محمدیہ اہل سنت، مانگا منڈی
☆ شیخ الحدیث علامہ فیض محمد سیالوی علیہ الرحمہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ للبنات شیخوپورہ
☆ مولانا مفتی اِظہار اللہ قادری، صدر مدرس دار العلوم عربیہ، اوگی، مانسہرہ
☆ مولانا محمد اعظم نورانی علیہ الرحمہ، جمعیت علماء پاکستان
☆ پیکرِ اخلاص مولانا محمد بخش کرمی، مدرسہ نعیمیہ نور القرآن، مصری شاہ لاہور
☆ مولانا عبد الغنی، خطیب جامع مسجد انوارِ مدینہ، شیر شاہ کالونی لاہور
☆ استاذ العلما شیخ الحدیث مفتی محمد انور القادری، شیخ الحدیث ومفتی جامعہ نعیمیہ، لاہور
☆ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث علامہ غلام نصیر الدین چشتی، جامعہ نعیمیہ، لاہور
☆ استاذ العلما مولانا محمد عمر فاروق سعیدی علیہ الرحمہ، مانسہرہ
☆ مولانا پیر محمد اقبال خاں ہمدمی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ ہمدم آباد، چھانگا مانگا
☆ محقق فتاوی رضویہ مولانا نذیر احمد سعیدی، شعبۂ تحقیق جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
☆ جانشین شرفِ ملت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، لاہور

☆ استاذ العلما مولانا شاہد اقبال جلالی، خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، بھاٹی گیٹ لاہور ومدرس ادارہ غوثیہ جامع مسجد یارسول اللہ گلشن راوی

☆ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور وسابق امیر تحریک لبیک پاکستان

☆ استاذ الاساتذہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا محمد اسلام سعیدی، سابق ناظم انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ، کالا شاہ کاکو، جی ٹی روڈ لاہور وسابق صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان

☆ مولانا ظہیر الدین نقشبندی، ادارہ محی الدین نظامیہ صدیقیہ، برمنگھم

☆ مولانا عبد الرحمن گلگتی، سابق سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

☆ مولانا حافظ محمد جمشید احمد سعیدی، خطیب جامع مسجد الفورڈ، برطانیہ

☆ استاذ العلما مولانا سردار احمد حسن سعیدی، سینئر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی

☆ مولانا فیاض احمد رضوی، خطیب جامع مسجد سعیدیہ، مریدکے

☆ زینت القرا قاری ذوالفقار احمد برسالوی، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا محمد یٰسین شطاری، مہتمم مدرسہ اسلامیہ، کامونکی

☆ مولانا حاجی امتیاز حسین سیالوی علیہ الرحمہ، مکتبہ اہلِ سنت جامعہ نظامیہ رضویہ

☆ مولانا ڈاکٹر محمد اکرم وِرک، گوجرانوالہ

☆ علامہ مفتی لیاقت علی معصومی، شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا سید محمد اسد اللہ اسد، ناظمِ اعلیٰ جامعہ مدینۃ العلم، ولی آباد، خان پور

☆ مولانا قاری ڈاکٹر فیاض الحسن جمیل ازہری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

ولیکچرار یونیورسٹی آف فیصل آباد

☆ استاذ العلما مولانا محبوب احمد چشتی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، لاہور وخطیب وزیر اعلیٰ ہاؤس

☆ استاذ العلما مولانا محمد ہاشم علی، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

☆ مولانا محمد صدیق خان، راولاکوٹ، ضلع پونچھ، آزاد کشمیر

☆ مولانا مختار احمد سعیدی، جامع مسجد غوثیہ، میانی اڈا، چکوال

☆ مولانا رحیم داد، راولاکوٹ، پونچھ، آزاد کشمیر

☆ مولانا محمد انوار چشتی، ملتان

☆ استاذ العلما مولانا ریاض احمد، مدرس جامعہ ہجویریہ، لاہور

☆ مولانا نور محمد قادری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ، لاہور وخطیب جامع مسجد حنفیہ، بیڈن روڈ

☆ استاذ العلما مولانا محمد نصر اللہ جان ہزاروی، جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، مانسہرہ، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆ مولانا ڈاکٹر اشفاق احمد جلالی، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج، سرائے عالمگیر

☆ مولانا محمد عارف سعید، خطیب پاکستان آرمی

☆ مولانا محمد فاروق نظامی، برمنگھم، برطانیہ

☆ مولانا محمد اجمل چشتی علیہ الرحمہ، سابق مدرس جامع مسجد وزیر خان

☆ مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی، ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظام مصطفی، بہاول پور

☆ استاذ العلما حافظ وقاری محمد ظہیر بٹ فریدی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا سید فضل حکم شاہ، خطیب پاکستان ایئر فورس

☆ مولانا محمد صدیق نظامی، خطیب پاکستان آرمی

☆ استاذ العلما ڈاکٹر مفتی محمد سلیمان قادری، سینئر مدرس جامعہ نعیمیہ، لاہور

☆ مناظر اہل سنت مولانا مفتی شوکت علی سیالوی، خطیب آستانہ عالیہ سیال شریف

☆ مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، چیف لائبریرین جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ علامہ مفتی محمد تنویر القادری، انچارج دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا میر حسن نورانی علیہ الرحمہ، سابق خطیب مدینہ مسجد، سادات کالونی حیدرآباد

☆ استاذ القرا مولانا قاری ملازم حسین سعیدی، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا محمد رمضان اویسی، جامع مسجد عمر فاروق، واپڈا ٹاؤن، گوجرنوالہ

☆ استاذ العلما مولانا محمد عبد اللہ چشتی، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا قاضی عابد الدائم دائم، آستانہ عالیہ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور ہزارہ

☆ استاذ العلما مولانا سعید احمد تونسوی، ناظمِ اعلیٰ مدرسہ نظامیہ انوارِ مصطفی، راج گڑھ، لاہور

☆ جانشینِ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا صاحب زادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی، ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

☆ مولانا قاری تاج محمد نقشبندی، خطیب جامع مسجد محمدیہ رضویہ، گلشن راوی، لاہور

☆ استاذ العلما مولانا محمد عارف نورانی، ناظم جامعہ غوثیہ حبیبیہ، قلات و صوبائی صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان، بلوچستان

☆ استاذ العلما مولانا ضیاء الحق ہزاروی، جامعہ اسلامیہ، چھچھ

☆ مولانا سید ضیاء الحق، ناظمِ اعلیٰ جامعہ تعلیم الاسلام، وہاڑی

☆ استاذ العلما مولانا لیاقت علی انجم، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

☆ استاذ العلما مولانا صفدر علی حسینی، سینئر مدرس دار العلوم حسینیہ نقشبندیہ، قمبر شریف

☆ استاذ العلما علامہ محمد طاہر تبسم قادری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و چیئرمین نیشنل علماء کونسل پاکستان

☆ مولانا صاحب زادہ محمد انوار الرسول مرتضائی، صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان و ڈائریکٹر اقرأ مدینۃ الاطفال الجدیدۃ الاسلامیۃ، پاکستان

☆ استاذ العلما مولانا خلیل احمد مرتضائی، مہتمم جامعہ مرتضائیہ، قلعہ شریف، شیخوپورہ، و ناظمِ تعلیم و تربیت مجلس علماء نظامیہ پاکستان

☆ مولانا محمد خاور حسین نقشبندی علیہ الرحمہ، سابق ناظم تعلیمات جامعہ حنفیہ، سیالکوٹ

☆ مولانا نثار احمد شاکر، چھانگا مانگا، قصور

☆ مولانا عباس علی انجم، جامعہ غوثیہ اعجاز القرآن، شیخوپورہ

☆ استاذ العلما مولانا محمد شفیق الرحمن، جامعہ کنز الایمان، میاں چنوں، ضلع خانیوال

☆ مولانا صدیق سعیدی، الفورڈ، برطانیہ

☆ مولانا ڈاکٹر محمد اکرم نظامی، خطیب ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

☆ استاذ العلما علامہ خلیل احمد قادری، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار، لاہور

☆ مولانا قاری یاسین حبیب مجددی، جامعہ فیض القرآن، شاہدرہ، لاہور

☆ مولانا حاجی محمد ایوب نقشبندی علیہ الرحمہ، سابق خطیب اولڈہم، برطانیہ

☆ مولانا وزیر علی شمس الدین، سوپی نامی، ساؤتھ افریقہ

☆ مولانا محمد ارشاد فرید کھوسہ، خطیب مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 3، ڈیرہ غازی خان

☆ استاذ العلما مولانا سید تصدق حسین شاہ، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

☆ مولانا سید نثار اشرف رضوی، ناظمِ اعلیٰ دار العلوم حزب الاحناف، دہلی گیٹ لاہور

☆ استاذ العلما مولانا غلام عباس فیضی، ناظم اعلیٰ جامعہ فاروقیہ رضویہ، جوہر ٹاؤن، لاہور ورکن شوریٰ تحریک لبیک پاکستان

☆ مولانا صاحب زادہ میاں صغیر احمد نقشبندی، کوٹلہ شریف

☆ حضرت علامہ مولانا شبیر حسین، جامعہ حضرت میاں صاحب، شرقپور شریف

☆ مولانا مفتی فیاض احمد سعیدی، ناظمِ اعلیٰ جامعہ سراج الحرمین، اچھرہ، لاہور

☆ استاذ العلما مولانا غلام مصطفیٰ پاکپتنی، ناظمِ تعلیمات جامعہ غوثیہ نوریہ، لاہور

☆ مولانا فیاض احمد کریمی، مہتمم جامعہ عربیہ غوثیہ معین الاسلام، مظفر گڑھ

☆ مولانا قاری اظہار احمد چشتی، جامعہ سراج الحرمین، اچھرہ، لاہور

☆ علامہ مفتی محمد اکمل قادری مدنی، ARY Qtv، کراچی

☆ صاحب زادہ فیض المصطفیٰ شاہ جمالی، آستانہ عالیہ شاہ جمال، ڈیرہ غازی خان

☆ استاذ العلما علامہ دل محمد چشتی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ استاذ العلما حافظ وقاری احمد رضا سیالوی، نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور وسابق ناظمِ اعلیٰ مجلس علماء نظامیہ پاکستان

☆ استاذ العلما مولانا محمد واحد بخش سعیدی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ استاذ العلما مولانا مفتی محمد جنید شریف، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

☆ شاعر نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی، لاہور

☆ علامہ مفتی محمد قاسم عطاری، شیخ الحدیث والتفسیر ورئیس دارالافتاء اہلسنت، کراچی

☆ مولانا ناصر خان قادری ترابی، شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ غوثیہ، سائیٹ ایریا، کراچی

☆ مولانا ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، مفتی حنفیہ متحدہ عرب امارات

☆ استاذ العلما مولانا سید غلام مصطفی ریاض البخاری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ
☆ استاذ العلما مولانا مفتی سید محمد عاصم شہزاد، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ
☆ صاحب زادہ مولانا محمد عبد المجتبیٰ المعروف نصیر احمد ہزاروی، ناظم اعلیٰ مدرسہ نور جامعہ نظامیہ شاہدرہ، لاہور وڈائریکٹر رضا فاؤنڈیشن پاکستان
☆ استاذ العلما مولانا محمد ریاض اویسی، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
☆ استاذ العلما مولانا مدد علی قادری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
☆ استاذ العلما مفتی محمد عمران حنفی، سینئر مدرس ومفتی جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو لاہور
☆ مولانا محمد طاہر رضوی، ناظمِ اعلیٰ شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی
☆ استاذ العلما مولانا محمد عمران الحسن فاروقی، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و سینئر نائب صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان
☆ خطیبِ شہیر مولانا محمد نواز بشیر جلالی، لاہور
☆ استاذ العلما مولانا غلام رسول نقشبندی، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
☆ مولانا ڈاکٹر ارشد علی قادری، ایگزیکٹو آفیسر وزارتِ صنعت و پیداوار، گوجرانوالہ
☆ استاذ العلما مولانا محمد یونس رضوی، مدرسۃ السلام جامعہ نظامیہ رضویہ، ایبٹ آباد
☆ جگر گوشۂ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا غلام مرتضیٰ ہزاروی، ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ
☆ مولانا سید ناصر بخاری، آستانہ عالیہ جھکڑ امام شاہ، ڈیرہ غازی خان
☆ مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی، خطیب جامع مسجد داتا دربار، لاہور
☆ مولانا مفتی فیصل عباس جماعتی، نائب خطیب جامع مسجد داتا دربار، لاہور

☆ مولانا قاری مفتی عبداللطیف چشتی، بیلجیئم

☆ مولانا غلام مصطفیٰ نظامی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا طاہر شہزاد سیالوی، ناظمِ اعلیٰ جامعہ حنفیہ غوثیہ، بیرون بھاٹی گیٹ، لاہور

☆ مولانا حافظ عبدالقدیر تونسوی، ناظمِ اعلیٰ جامعہ غوثیہ رضویہ سلیمانیہ، اڈہ کریم والا، ڈیرہ غازی خان وسابق ناظمِ تعلیمات جامعہ نعمانیہ، لاہور

☆ مولانا مفتی تصدق حسین رضوی، المرکز الاسلامی، لاہور

☆ استاذ العلما مولانا محمد فاروق شریف قادری، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور وناظمِ نشر واِشاعت مجلس علماء نظامیہ پاکستان ومدیر ماہنامہ النظامیہ

☆ زینت القرا قاری محمد رفیق نقشبندی، صدر مدرس شعبہ تجوید جامعہ نعیمیہ، لاہور

☆ مولانا پروفیسر قاضی محمود رضوی، ٹارشیا ایجوکیشن سسٹم، راولپنڈی

☆ استاذ العلما مولانا مفتی ضمیر احمد مرتضائی، مہتمم ادارۃ الاسلام، لاہور

☆ استاذ القراء مولانا محمد اسماعیل فرید، ڈنمارک

☆ ممتاز مذہبی اسکالر مولانا لیاقت علی اظہری، خطیب جامع مسجد اقصیٰ، کراچی

☆ مولانا پیر عابد حسین قادری سیفی علیہ الرحمہ، سابق ناظم اعلی جامعہ جیلانیہ، بیدیاں روڈ لاہور

☆ مولانا حفیظ الرحمن حقانی، گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول، موہنی روڈ، لاہور

☆ مولانا محمد نواز سعیدی علیہ الرحمہ، سابق سینئر مدرس جامعہ قمر الاسلام، کراچی

☆ مولانا سید عبدالرؤف شاہ، شیخ الحدیث جامعہ یوسفیہ، لاہور

☆ مولانا سید جلال شاہ سیالوی، شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ، لاہور

☆ مولانا حافظ وقاری محمد حسن رضا سیالوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا حافظ وقاری شکور احمد ضیاء سیالوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ومرکزی ناظمِ اعلیٰ مجلس علماء نظامیہ پاکستان ومدیر ماہنامہ النظامیہ

☆ مولانا محمد بخش رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا ڈاکٹر ابوبکر صدیق نیر، مدرس جامعہ مدینۃ العلم، گوجرانوالہ

☆ مولانا محمد حامد وحید، مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ، لاہور

☆ مولانا حاجی احمد، مدرس وناظمِ تعلیمات جامعہ نعمانیہ، لاہور

☆ مولانا محمد حبیب احمد سعیدی، مدرس مدرسہ نور جامعہ نظامیہ، فرخ آباد، لاہور

☆ ڈاکٹر مفتی حق النبی سکندری الازہری، شاہ پور چاکر، سندھ

☆ صاحبزادہ مفتی خلیل احمد یوسفی، ناظمِ اعلیٰ وشیخ الحدیث جامعہ یوسفیہ، لاہور

☆ مولانا مفتی محمد رضوان یوسفی، خطیب غریب نواز اسلامک سینٹر، جاپان

☆ مولانا محمد مستقیم یوسف، سابق ناظم تعلیمات جامعہ نعمانیہ، لاہور

☆ مولانا مفتی محمد اکمل قادری رضوی، مدرس ومفتی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ مولانا حافظ وقاری محمد طاہر عزیز باروی، نارووال

☆ ڈاکٹر فلک شیر فیضی، لیکچرار یونیورسٹی آف نارووال

☆ مولانا سید اشرف علی شاہ، نارووال

☆ مولانا سید دولت علی شاہ، مدرس جامعہ سیدنا ابوذر غفاری، لاہور

☆ شیخ الحدیث مولانا وارث علی حیدری، فیصل آباد

☆ مولانا ڈاکٹر احمد رضا، خطیب واپڈا ٹاؤن ہاؤسنگ سوسائٹی

☆ مولانا مفتی محمد اللہ بخش تونسوی، مدرس جامعہ اسلامیہ، جوہر ٹاؤن

فَضْلُ الْبَارِی فِیْ أَسَانِیْدِ صَحِیْحِ الْبُخَارِی

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الحمد للہ المَلِكِ العَلَّام، والصلوٰة والسلام علی الرسل الکرام والأنبياء العظام، وملائکتہٖ ذوی الاحترام، وجميع عباده الفخام، خصوصًا على سيدهم حبيبہٖ سيدنا ومولانا المصطفٰی- عليه التحية والثناء - وعلى آلہٖ وصحبہٖ أُولی الصدق والصفا، لاسيما على الأربعة الخلفاء، وجميع التابعين لهم فی الإحسان والوفاء، وأئمة الهدٰی من العلماء والأولياء والعرفاء۔

أما بعد: فيقول العبد الفقير إلى ربه الغفار، محمد عبد الستار السعيدی بن شير دل بن جعفر خان رحمة اللہ تعالٰی علیہم:

(1) أروی صحيح الإمام البخاری قراءةً وسماعًا وإجازةً عن المحقق قدوةِ العلماء، المحدث الكبير العلامة محمد مهرالدين الجماعتی اللاهوری، صاحب "تسهيل المبانی شرح مختصر المعانی"، عن أُستاذ الكل، المجدّد فی فن التدريس العلامة مولانا مهر محمد الإچهروی اللاهوری، الذی يروی عاليًا عن العلامة العارف باللہ، سلطان العلماء السيد ديدار على شاه المحدث الألوری ثم اللاهوری، مؤسّس "حزب الأحناف" بلاهور، عن أُستاذه العلامة المحدث أحمد على السهارنفوری، عن محدث الآفاق العلامة محمد إسحاق الدهلوی، عن سراج الهند الشاه

عبد العزيز المحدث الدهلوى، عن أبيه إمام المحدثين فى الهند أحمد المدعوّ بـ"الشاه ولى الله" المحدث الدهلوى (م: 1176ھ)، عن الشيخ أبي طاهر محمد عبد السميع بن إبراهيم بن حسن الكردى المدنى (م: 1145ھ)، عن الشيخ أبي العرفان إبراهيم بن حسن الكردى الكورانى الشافعي (م: 1101ھ)، عن الشيخ أحمد بن محمد بن يونس القشاشى المالكى المدنى (م: 1071ھ)، عن الشيخ أحمد بن على بن عبد القدوس الشناوى المصرى ثم المدنى (م: 1028ھ)، عن الشيخ شمس الدين محمد بن أحمد الرملى الشافعي المصرى (م: 1004ھ)، عن شيخ الإسلام أبي يحى زكريا بن محمد بن أحمد الانصارى الشافعي (م: 924ھ)، عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن على، المدعوّ بـ"الحافظ ابن حجر" العسقلانى (م: 852 ھ)،عن الشيخ زين الدين إبراهيم بن أحمد بن عبد الواحد التنوخى البعلى ثم الشافعي (م: 800ھ)، عن الشيخ أبي العباس أحمد بن أبي طالب محدث الحجاز (م: 730ھ)، عن الشيخ سراج الدين حسين بن المبارك المحدث الزبيدى الحنفى (م: 631ھ)، عن الشيخ أبي الوقت عبد الأوّل بن عيسى المحدث الهروى (م: 553ھ)، عن الشيخ أبي الحسن عبد الرحمن بن مظفر المحدث الداؤدى (م: 467 ھ)، عن الشيخ أبي محمد عبد الله بن أحمد المحدث السرخسى (م: 381 ھ)، عن الشيخ أبي محمد عبد الله محمد بن يوسف الفربرى الشافعي (م: 320 ھ)، عن الشيخ أمير المؤمنين فى الحديث أبي عبد الله محمد بن إسماعيل

البخاری الشافعی (م:256ھ) رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم أجمعین۔

(2) ح وأرویه عن الشیخ أُستاذ الأساتذة العلامة المحدث الکبیر محمد مهر الدین الجماعتی اللاهوری، عن إمام المحدثین السید الشریف أبی محمد دیدار علی شاه الألوری اللاهوری، عن شیخه المحدث الشهیر العلامة فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، عن شیخه سراج الهند العلامة الشاه عبد العزیز المحدث الدهلوی، عن والده الشاه ولی الله المحدث الدهلوی بالسند المتقدم إلی الإمام البخاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم أجمعین۔

(3) ح وأرویه عن الشیخ أُستاذ الأساتذة العلامة المحدث الکبیر محمد مهر الدین الجماعتی اللاهوری، عن الشیخ الکبیر إمام المحدثین شیخ الحدیث بـ"جامعة حزب الأحناف" بلاهور أبی البرکات السید أحمد اللاهوری، عن الإمام المجدد الشاه أحمد رضا خان البریلوی الهندی بالسند المتقدم إلی الإمام البخاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم أجمعین۔

(4) ح وأرویه عن الشیخ العلامة حسن الدین بن فرید الدین الهاشمی، عن شیخ الحدیث والتفسیر الإمام السید أحمد سعید الکاظمی، عن المفتی الأعظم فی الهند مصطفٰی رضا خان القادری، عن أبیه الإمام المجدد أحمد رضا خان القادری البریلوی، عن المخدوم العلامة السید الشریف الشاه آل رسول المارَهْرَوِی، عن سراج الهند الشاه عبد العزیز

المحدث الدهلوی، عن والده الإمام العلام أحمد المدعو بـ"الشاه ولی الله" المحدث الدهلوی بالسند المتقدم إلی الإمام البخاری رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم أجمعین۔

(5) ح وأرویه عن الشیخ العلامة حسن الدین الهاشمی، عن الشیخ العلامة محب النبی کیمبل فوری، عن الشیخ عبد اللطیف المحدث، عن الشیخ العلام لطف الله علیگڑھی، عن الشیخ العلامة عنایت أحمد الکاکوروی، عن محدث الآفاق العلامة محمد إسحاق الدهلوی، عن الشاه عبد العزیز المحدث الدهلوی، عن أبیه إمام المحدثین فی الهند أحمد المدعو بـ"الشاه ولی الله" المحدث الدهلوی بالسند المتقدم إلی الإمام البخاری رحمة الله تعالیٰ علیه وعلیهم أجمعین۔

(6) ح وأرویه عن الشیخ محسن أهل السنة، المحدث المفتی الأعظم فی باکستان محمد عبدالقیوم الهزاروی القادری-الأمین العامّ ورئیس تنظیم المدارس لأهل السنة بباکستان والجامعة النظامیة الرضویة بلاهور وشیخوفوره سابقًا-عن المحدث الأعظم فی باکستان أبی الفضل محمد سردار أحمد القادری الجشتی-مؤسس الجامعة الرضویة مظهر الإسلام بفیصل آباد- و هویرویه عن شیوخه الأربعة: حجة الإسلام العلامة محمد حامد رضا خان القادری البریلوی، والمفتی الأعظم فی الهند محمد مصطفٰی رضاخان النوری القادری - ابنی إمام أهل السنة أحمد رضاخان القادری البریلوی-. و صدر الشریعة المفتی

محمد أمجد على الأعظمى الرضوى الحنفى البركاتى، ومحدث الحرمين الشريفين الشيخ عمر حمدان المحرسى، كلهم يروون عن زين المحدثين شيخ الإسلام الإمام المجدد أحمد رضا خان البريلوى، عن المخدوم العلامة السيد الشريف الشاه آل رسول المارهروى، عن سراج الهند الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوى، عن والده الإمام العلام أحمد المدعو بـ"الشاه ولى الله" المحدث الدهلوى بالسند المتقدم إلى الإمام البخارى رحمة الله تعالٰى عليه وعليهم أجميعن۔

(7) ح وأرويه عن المحدث الكبير الشيخ العلامة غلام رسول الرضوى فيصل آبادى-مؤلف "تفهيم البخارى شرح صحيح البخارى"- عن شيخ الكل المحدث الأعظم فى باكستان أبى الفضل محمد سردار أحمد القادرى الجشتى، وهو يرويه عن شيوخه الأربعة: حجة الإسلام العلامة محمد حامد رضا خان القادرى البريلوى، ومفتى الهند الأعظم محمد مصطفٰى رضا خان النورى القادرى-ابنى إمام أهل السنة أحمد رضا خان القادرى البريلوى-وصدر الشريعة المفتى محمد أمجد على الأعظمى الرضوى الحنفى البركاتى، ومحدث الحرمين الشريفين الشيخ عمر حمدان المحرسى، كلهم يروون عن زين المحدثين شيخ الإسلام الإمام المجدد أحمد رضا خان البريلوى بالسند المتقدم إلى الإمام البخارى رحمة الله تعالٰى عليه وعليهم أجميعن۔

(8) ح وأرويه عن شارح البخارى الشيخ العلامة غلام رسول الرضوى، وعن الشيخ غزالى زمانه ورازى أوانه العلامة السيد أحمد سعيد الكاظمى، كلاهما عن الشيخ العلامة مصطفٰى رضا خان القادرى البريلوى، عن زين المحدثين شيخ الإسلام الإمام المجدد أحمد رضا خان البريلوى بالسند المتقدم إلى الإمام البخارى رحمة الله تعالٰى عليه وعليهم أجميعن۔

(9) ح وأرويه عن شيخ الحديث والتفسير إمام أهل السنة غزالى زمانه العلامة السيد أحمد سعيد الكاظمى الملتانى، عن الشيخ أُستاذ المحدثين السيد محمد خليل الكاظمى الأمروهى، عن قدوة العلماء عمدة المحدثين رياست على خان الشاهجهان فورى، عن قدوة العلماء عمدة المحدثين إرشاد حسين الفاروقى المجددى الرامفورى، عن شيخه مقدام المحدثين الشاه أحمد سعيد المحدث الدهلوى النقشبندى، وهو بواسطة أبيه الشيخ أبى سعيد المجددى الدهلوى، وبدونه عن الشيخ الأجلّ سند المحدثين الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوى، عن أبيه إمام المحدثين فى الهند الشاه ولى الله المحدث الدهلوى بالسند المتقدم إلى الإمام البخارى رحمة الله تعالٰى عليه وعليهم أجميعن۔

(10) ح وأرويه عاليًا إجازةً عامة تامةً كتابةً ومشافهةً عن العلام شرف الملة الشيخ محمد عبد الحكيم شرف القادرى، عن الشيخ الكبير إمام المحدثين أبى البركات السيد أحمد اللاهورى، عن الإمام المجدد

الشاہ أحمد رضا خان البریلوی الهندی بالسند المتقدم إلی الإمام البخاری رحمة اللہ تعالٰی علیه وعلیهم أجمعین۔

(11) ح وأرویه إجازة عامة تامة کتابةً ومشافهة عن الشیخ العلّام شرف الملة محمد عبدالحکیم شرف القادری، عن الشیخ المحدث الکبیر السید محمد بن علوی بن عباس المالکی المکی، عن والده السید علوی بن عباس المالکی المکی قراءةً وإجازة، وکذا عن الشیخ حسن بن محمد المشاط، کلاهما عن الشیخ محدث الحرمین الشریفین عمر حمدان المحرسی، عن زین المحدثین شیخ الإسلام الإمام المجدد أحمد رضا خان البریلوی القادری، عن الشیخ حسین بن الصالح جمل اللیل الشافعی المکی، عن الشیخ الحافظ محمد عابد السندی الحنفی المدنی، عن الشیخ السید أحمد بن سلیمان الهجام، عن السید أحمد بن محمد شریف مقبول الأهدل، عن الشیخ محمد طاهر المدنی بن الشیخ إبراهیم الکردی، عن أبیه، عن الشیخ أحمد القشاشی، عن الشیخ محمد بن أحمد حمزة الرملی، عن القاضی زکریا الأنصاری، عن الحافظ ابن حجر العسقلانی بالسند المتقدم إلی الإمام البخاری رحمة اللہ تعالٰی علیه وعلیهم أجمعین۔

فَضۡلُ الۡإِلٰهِ فِي أَسَانِيۡدِ الۡمِشۡكٰوة

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله المسلسل إحسانه، المتصل إنعامه، و أفضل الصلوات العوالى النزول، وأكمل السلام المتواتر الموصول، على أجل مرسل، كشاف كل معضل، و على اٰله وصحبه و كل صالح من رجله وحزبه، و على كل من له وجادة ومناولة من أفضاله الواصلة الدارة المتواصلة۔

أما بعد: فيقول العبد الفقير إلى ربه الغفار، محمد عبد الستار السعيدى بن شير دل بن جعفر خان رحمة الله تعالٰى عليهم: أروى مشكٰوة المصابيح للخطيب التبريزى بطريقين:

الطريق الأول

عن إمام المتقين شرف الملة والدين العلامة محمد عبد الحكيم شرف القادرى (۱)، وأسانيده مذكورة فى "الجواهر الغالية من الأسانيد العالية"۔أما مشكوة المصابيح فقد عرضه على رئيس المدرسين استاذ العلماء العلامة عطا محمد الجشتى الكولروى البنديالوى فأجازه، وهو يروى عن:

(أ) فقيه العصر العلامة يار محمد البنديالوى عن العلامة محمد هدايت الله الجونفورى، عن بطل الحرية العلامة محمد فضل حق الخير آبادى

الشهيد، عن شيخ المشايخ الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى، رحمهم الله تعالى۔ (٢)

(ب) استاذ الأساتذه فضيلة الشيخ مهر محمد الإجهروى (رئيس المدرسين الأسبق بالجامعة الفتحية بلاهور)، عن العلامة غلام محمد الجهوتوى (الگهوٹوى) الملتانى، عن المحدث وزير حسن الرامفورى، عن المحدث محمد غوث الرامفورى، عن الشيخ السيد حسن شاه الرامفورى، عن الشيخ محمد على المونكيرى، عن الشاه محمد اسحاق الدهلوى عن الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى رحمۃ اللہ علیہم۔ (٣)

والعلامة مهر محمد الإجهروى مجاز أيضا عن العارف بالله السيد الشريف مهر على شاه الكولروى بدون واسطة العلامة الجهوتوى، وسيأتى أسانيد السيد الشريف مهر على شاه إن شاء الله تعالىٰ۔ (٤)

(ج) الفاضل العلامة عبد القادر عبد الرزاق (الخطيب بجامع الإمام الأعظم ببغداد) وأسانيده منتهية إلى المحدث عبد الغنى الدهلوى المدنى وإلى الإمام الأعظم الأفخم أبي حنيفة نعمان رضى الله تعالى عنهم۔

(د) فضيلة الشيخ إبراهيم العراقى، عن أمير الملة السيد الشريف جماعت على شاه المحدث على بورى، عن الشيخ المعمَّر المُسنِد الفقيه المولى فضل رحمن المجددى غنج مراد آبادى الهندى، عن سراج الهند الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى، رحمهم الله تعالى۔ (٥)

الطريق الثانى

وقرأت المشكٰوة على الشيخ الفاضل القمقام استاذ الأساتذة المفتى محمد سليمان الرضوى (رئيس المدرسين بدار العلوم أنوار رضا، راولبندى)، هو يروى عن شيخ المشايخ مولانا عبد الغفور الجشتى الكولروى (الجامعة الغوثية مظهر الاسلام، راولبندى)، وهو عن بحر العلوم منبع الفيوض استاذ الأساتذة مولانا محبّ النبى الجشتى الكولروى، (٦) وهو عن فاتح القاديانية العارف بالله السيد مهر على شاه الكولروى، عن الشيخ الأجل المولى أحمد على السهارنفورى صاحب الحواشى الكثيرة، عن الشيخ الشاه محمد إسحاق المحدث الدهلوى، عن الشيخ الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى، رحمهم اللّٰه تعالى۔ (٧)

(ح) والسيد الشريف مهر على شاه الكولروى عن الشيخ مولانا محمد لطف الله على جرهى بن مولانا محمد اسد الله، عن المفتى محمد عنايت أحمد الكاكوروى، وهو يروى عن:

(أ) الشيخ الشاه محمد اسحاق الدهلوى، وهو عن سراج المشايخ الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى۔ (٨)

و مولانا محمد لطف الله مجاز أيضا عن الشيخ الشاه محمد إسحاق الدهلوى بدون واسطة المفتى عنايت أحمد الكاكوروى۔ (٩)

(ب) العلامة الكامل فى المعقول والمنقول بزرك على، عن العلامتين: الشاه محمد رفيع الدين والشاه محمد عبدالعزيز المحدثين الدهلويين، كلاهما عن والدهما الامام الشاه ولى الله الدهلوى۔ (١٠)

(ج) العلامة الشيخ الكبير نور الإسلام بن سلام الله بن شيخ الإسلام محمد الحنفى الدهلوى ثم الرامفورى، عن بحر العلوم العلامة عبد العلى بن نظام الدين بن إمام الهند قطب الدين الدهلوى [صاحب الثبت "الدر المنظوم فى أسانيد بحر العلوم"]، والعلامة نور الاسلام أيضا عن أبيه الشيخ سلام الله، عن أبيه العلامة المحدث نور الحق الرامفورى الدهلوى، عن الشيخ المحقق عبد الحق المحدث الدهلوى (١١) [شارح مشكوة المصابيح فى اللغة الفارسية والعربية]، وهو عن الشيخ حميد الدين بن عبد الله السندى مولدًا والمدنى موطنًا والمكى مدفنًا، وهو عن الشيخ الإمام الهمام خطيب المسجد النبوى-صلى الله تعالى على صاحبه وسلم- نور الدين على بن عرّاق الكنانى رحمه الله تعالى رحمة واسعة، قال: أخبرنا به شيخنا أقضى القضاة شرف الدين عبد الكريم الرافعى إذنًا شفاهًا، عن الإمام أبى الفتح المراغى المدنى إذنا وإن لم يكن سماعا لبعضه، قال أخبرنى به والدى قاضى طيبة أبو بكر بن على بن الحسين المراغى، أخبرنا به العلامة إمام الدين على بن مبارك شاه الصديقى، قال: أخبرنا به مؤلف المشكوة الخطيب أبو عبد الله محمد بن عبد الله العمرى التبريزى

قراءة لجميعه واجازة لما تجدد إلحاقه بعد القراءة، رحمهم الله تعالى۔ (۱۲)

(ح) والسيد الشريف مهر على شاه عن العلامة المحدث الشهير فى الآفاق فضل رحمن غنج مرادآبادى (۱۳)، وهو مجاز عن:

(i) الشيخ الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى۔

(ii) الشيخ الشاه محمد إسحاق الدهلوى، وهو عن الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى، والشاه رفيع الدين الدهلوى والشاه عبد القادر الدهلوى، الثلاثة عن الإمام الشاه ولى الله الدهلوى رحمهم الله تعالى۔ (۱۴)

(ح) ومولانا محبّ النبى الجشتى الكولروى عن الشيخ المولى المحدث عبد اللطيف (استاذ الحديث بالمدرسة العالية بمسجد فتحبورى دهلى، الهند)، وهو مجاز عن العلامة لطف الله على جرهى۔ (۱۵)

(ح) والعلامة محبّ النبى مجاز أيضا عن العلامة مشتاق أحمد الكانبورى عن أبيه العلامة أحمد حسن الكانبورى، عن العلامة لطف الله على جرهى رحمهم الله تعالى۔ (۱۶)

قد انتهى أسانيد المشايخ إلى مركز الأسانيد سراج الهند شيخ المشايخ الشاه محمد عبد العزيز المحدث الدهلوى وهو عن أبيه الشيخ أحمد المدعوّ بـ"الشاه ولى الله" المحدث الدهلوى (م:1176ھ) وهو يروى:

(1) عن أبيه الشيخ أبى الفيض الشاه عبد الرحيم بن وجيه الدين الدهلوى الفاروقى نسبا (م:1131ھ) قراءة وسماعة بالضبط والتحقيق، عن الشيخ مير زاهد بن محمد أسلم الهَرَوِى الهِندى ثم الكابلى

(م: 1101ھ) [المجاز فی الطریقة النقشبندیة من الخواجه محمد معصوم النقشبندی السرهندی]، عن العلامة میرزا محمد فاضل الحنفی البدخشانی ثم اللاهوری (م: 1051ھ)، عن الشیخ یوسف الکوسج القُراباغی، عن الشیخ حبیب اللّٰه میرزا جان الشیرازی الباغنوی (م: 994ھ) (١٧)، عن جمال الدین محمود بن عبد اللّٰه بن محمود الشیرازی (م: 932ھ)، عن المحقق جلال الدین محمد بن أسعد الصدیقی الدَّوَانی (918ھ) (١٨)، عن أبیه أسعد الدوانی عن شرف الدین عبد الرحیم بن عبد الکریم الجِرَهی (م: 828ھ) عن أبی المکارم علی بن مبارك شاہ الصدیقی الساوی (١٩)، عن الإمام حجة اللّٰه فی الأرض إمام المحدثین ولی الدین أبی عبد اللّٰه محمد بن عبد اللّٰه الخطیب التبریزی مؤلف مشکوة المصابیح (م: 742ھ) (٢٠) رحمة اللّٰه تعالیٰ علیهم۔

(2) وعن أبی طاهر محمد بن ابراهیم بن حسن الکردی المدنی الشافعی (م: 1145ھ) قرأ الشاہ ولی اللّٰه علیه بعض أحادیث المشکٰوة، وهو یروی عن أبیه الشیخ ابراهیم الکُردی (م: 1101ھ)، عن الشیخ أحمد بن محمد بن یونس البدری القُشَاشی (م: 1071ھ)، عن الشیخ أحمد بن علی بن عبد القدوس الشِّنَّاوی (م: 1028ھ)، عن الشیخ السید غضنفر بن السید جعفر النَهْروالی، عن الشیخ محمد سعید بن خواجه کوهی المعروف بہ "میر کلاں" الأکبر آبادی (م: 983ھ)، [و الشیخ علی بن سلطان القاری شارح مشکوة المصابیح أیضا مجاز عن منبع العرفان الشیخ میر کلاں من

المشایخ النقشبندیة] وهو کان فی عصره شیخ مکة، عن السید نسیم الدین محمد بن عطاء الله الحسینی المعروف ب میرك شاه، عن أبیه جمال الدین عطاء الله بن السید فضل الله الحسینی الشیرازی الدشتکی (م: 932ھ)، عن عمه أصیل الدین عبد الله بن عبد الرحمٰن الشیرازی الدشتکی (م: 883ھ)، عن مُسْنِد الوقت و محدث العصر شرف الدین عبد الرحیم بن عبد الکریم الجِرَهی الصدیقی (م: 828ھ)، عن علامة عصره إمام الدین علی بن مبارك شاه الصدیقی الساوجی، وهو عن مؤلف الکتاب الشیخ ولی الدین محمد بن عبد الله بن الخطیب التبریزی (م: 741ھ)، رحمهم الله تعالی۔ (۲۱)

الملاحظة: قد بذل مولانا المفتی محمد ضمیر أحمد المرتضائی جهده فی ترتیب ہذه الأسانید، فجزاه الله خیرا۔ (الإدارة)

التعلیقات

(۱) انظر فضل الباری فی أسانید صحیح البخاری

(۲) الجواهر الغالیة من الأسانید العالیة، ص: 11، المطبوعة من مؤسسة الشرف، بلاهور، باکستان، الطبعة الثانیة

(۳) المرجع نفسه

(۴) فتح القوی فی أسانید الشیخ علی أحمد السندیلوی، ص:10، رابطة أهل السنة

(۵) الجواهر الغالیة من الأسانید العالیة، ص:11

(٦) هذاالسند من أوله الى الشيخ مهر على شاه رحمه الله علم من خلال الاستاذ المفتى محمد سليمان الرضوى شفاهًا

(٧) فتح القوى، ص:10 (٨) المرجع السابق، ص:18، 19

(٩) المرجع السابق، ص:19 (١٠) المرجع نفسه

(١١) المرجع نفسه

(١٢) مقدمة لمعات التنقيح للشيخ المحقق، ص:95-97، دار النور، دمشق

(١٣) فتح القوى، ص:11

(١٤) المرجع السابق، ص:13، 14

(١٥) الجواهر الغالية، ص:11، الطبعة الاولى

(١٦) المرجع نفسه

(١٧) إتحاف النبيه فى ما يحتاج اليه المحدث والفقيه مع حاشيته، مؤلفه: الشاه ولى الله الدهلوى، ص:74، 75، المكتبة السلفية، بلاهور، باكستان

(١٨) المرجع السابق، ص:92، 93

(١٩) أنموذج العلوم (المخطوطة) لجلال الدين محمد بن أسعد الصديقى، ص:7، 8

(٢٠) إتحاف النبيه، ص: 192، نزهة الخواطر وبهجة السوامع والنواظر [الاعلام بمن فى تاريخ الهند من الاعلام لعبد الحى الحسنى الطالبى، ج:3، ص:234 دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الاولى

(٢١) اتحاف النبيه، ص:191، 192۔ العجالة النافعة للشاه عبد العزيز الدهلوى

تکریمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سند الحدیث من المدرسۃ الاسلامیۃ العربیۃ انوار العلوم بملتان

د $\frac{١٠١٣}{٣٧}$

ان افصح حدیث نطق بہ لسان البراعۃ واصح منطوق تحدث بہ محدث البراعۃ حدیث مسند الی اللہ عزوعلا وکلمۃ مرفوعۃ الیہ تبارک وتعالیٰ من محامدہ العلیا وصفاتہ العظمیٰ توجہنا بہا الی جنابہ وقصدنا نحو بابہ اعتصمنا بحولہ وتمسکنا بحبلہ واسندنا الیہ اعتمدنا علیہ ہو غایۃ کل مقصود ومبدأ کل موجود فہو الحامد وہو المحمود وسوی اللہ واللہ مافی الوجود عز جلالہ جل سمہ لا نحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک افض علینا من انوار قدسک وہب لنا من نفحات انسک یامن لا یخیب سائلہ ولا ینقطع برہ ونائلہ احسن صلاۃ الصلاۃ الحضرۃ من سن الدین وحث علی طرق المہتدین سید الاولین والاخرین سبب اظہار ربوبیۃ رب العلمین باعث خلقۃ الموجودات اصل اصول الکائنات سیدنا ومولانا محمد المصطفیٰ الذی یقال لہ یوم القیامۃ قل تسمع وسل تعط واشفع تشفع فالیوم یوم ذلک القول تولاک الی الہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وہداۃ طریقہ وامناء دینہ الذین من توسل بہم نال جمیع مطالبہ ووجد کل مآربہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الواحد المنان اشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ المصطفیٰ من عدنان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ ما تعاقب الدہور والازمان اما بعد فیقول اضعف عباد اللہ المجیب المتمسک بذیل النبی الحبیب المدعو باحمد سعید الکاظمی الامروہی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی مہتمم المدرسۃ الاسلامیۃ العربیۃ الشہیرۃ بانوار العلوم الکائنۃ ببلدۃ ملتان لما قرأ علیَّ وعلی الاساتذۃ الاخ الاخ الصالح المولوی عبد الستار قادری سعیدی ابن شیر دل ــ گنگا نوالہ ــ چکری ــ تحصیل وضلع راولپنڈی الصحاح الستۃ المشہورۃ المتداولۃ بین المحدثین وسألنی الاجازۃ علی سنۃ المحدثین فاجزتہ کما اجازنی سیدی وشیخی سید المفسرین سند المحدثین الفاضل النبیل العالم الجلیل السید محمد خلیل الکاظمی الامروہی رحمہ اللہ العلی الولی وہو مجاز عن زبدۃ العلماء الاعلام قدوۃ الفضلاء الکرام العلامۃ الالمعی مولانا المولوی محمد بشارت علیخان الشاہجہانپوری رحمہ اللہ القوی وہو مجاز عن رأس المحققین رئیس المحدثین مولانا محمد ارشاد حسین الفاروقی الرامفوری قدس سرہ عن شیخہ مولانا المولوی الشاہ احمد سعید النقشبندی قدس سرہ عن الشیخ الاجل مولانا الشاہ محمد عبد العزیز الدہلوی قدس سرہ عن ابیہ وشیخہ استاذ الاساتذۃ فخر الجہابذۃ مولانا المولوی الشاہ محمد ولی اللہ الدہلوی قدس سرہ وسندہ مشہور وایضاً اجزتہ بالسلاسل العلیۃ الچشتیۃ الصابریۃ والقادریۃ والنقشبندیۃ والسہروردیۃ واورادہا واشغالہا کما اجازنی سید العارفین سند السالکین مولائی وملجائی الصوفی الشیخ مولانا السید الشاہ محمد خلیل الکاظمی الامروہی الچشتی الصابری افاض اللہ علینا من برکاتہ وامتعنا بطول حیاتہ وہو مجاز بجمیع تلک السلاسل المقدسۃ واورادہا واشغالہا عن شیخہ فی الطریقۃ ووالدہ والدہ الکریم قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین شیخ الشیوخ مولانا المولوی السید الشاہ مختار احمد الکاظمی الامروہی الچشتی الصابری القادری النقشبندی السہروردی سلسلتہ مضبوطۃ مربوطۃ متصلۃ فی جمیع تلک المسالک الی ائمتہا الکبار ومنہم قدست اسرارہم الی سید الابرار محمد النبی المختار صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلی الہ الاطہار واصحابہ الاخیار وایضاً اجزتہ بجمیع ما حقت لی درایۃ وصحت لی روایۃ عن قدوۃ المفسرین زبدۃ المحدثین شیخی ومولائی الفاضل الافخم المولیٰ الاکرم المفتی الاعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خان القادری الرضوی النوری البریلوی دامت برکاتہ العالیۃ وہو مجاز عن حضرۃ شیخہ وابیہ شیخ الاسلام والمسلمین مجدد المائۃ الحاضرۃ مؤید الملۃ الطاہرۃ صاحب الحجۃ القاہرۃ الحبر العظیم الجلیل الذی شہد لہ علماء البلد الحرام وبلدۃ النبی علیہ الصلاۃ والسلام بانہ سید فرد وامام اعلیٰحضرت الشاہ محمد احمد رضا خان البریلوی ادخلہ الرحمٰن فی دار الجنان وامطر علیہ شآبیب الرحمۃ والرضوان وبالسلاسل العلیۃ العالیۃ القادریۃ الرضویۃ والاذکار والاشغال والاعمال وایضاً اجزتہ بجمیع ما اجازنی دام فیضہ کما اجازہ نور العارفین قدوۃ السالکین حضرۃ مولانا السید الشاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب المارہروی رضی اللہ عنہ وایضاً اجزتہ بالحدیث الشریف کما اجازنی دام مجدہ العالی بالاجازۃ التی حصلت لہ عن شیخہ تلمیذ والدہ الشریف رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعن سائر شیوخہ الکرام العظام مولانا العلامۃ کنز الکرامۃ السید ابی الحسین المرزوقی المکی قدس سرہ الملکی بارک اللہ تعالیٰ لی ولہ وحقق املی واملہ واصلح عملی وعملہ بجاہ حبیبہ المصطفیٰ المرتضیٰ المجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ ولی النبی وعلماء امتہ واولیاء ملتہ البررۃ الاتقی وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا واوصیہ بحمایۃ مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ومجانبۃ اہل البدعۃ والغوایۃ وملازمۃ التقویٰ وفقہ اللہ تعالیٰ ایاہ وایانا لمرضاتہ آمین ○

امضاء الفقیر شیخ الحدیث

٢٥ رجب المرجب سنہ ١٤٠٦ھ مطابق ٦ اپریل سنہ ١٩٨٦ء

اثرِ خامۂ شرفِ ملت علیہ الرحمہ

شرفِ ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ (م: 2007ء) نے اپنے تلمیذِ رشید حافظِ ملت مدظلہٗ کے بارے میں یہ حسین کلمات 7 مارچ، 2006ء کو تحریر فرمائے تھے، جو فہارسِ فتاوی رضویہ کے شروع میں شائع ہوئے۔ (ادارہ)

مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی أطالَ اللہ بقَائہٗ وَ کثّرَ أمثَالَہٗ صحیح معنوں میں ابنائے جامعہ نظامیہ رضویہ میں سے ہیں۔ اُنھوں نے یہیں سے تعلیم کا آغاز کیا، یہیں پر تعلیم مکمل کی اور یہیں بحیثیتِ مدرس کام شروع کیا، یہاں تک کہ حضرت مفتی صاحب (مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ) نے ان کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور اُنھیں جامعہ نظامیہ رضویہ کا ناظمِ تعلیم مقرر کر دیا۔ تدریس کے ساتھ نظامتِ تعلیم کے فرائض بھی اُنھوں نے اس طرح ادا کیے کہ باید و شاید۔ 2002ء سے وہ شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز ہیں اور صحیح بخاری شریف پڑھا رہے ہیں۔

مشہور مقولہ ہے کہ ''اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا''، اِس کے مطابق فتاوی رضویہ کی پروف ریڈنگ، ترتیب، چیکنگ، فہرست سازی اور متعدد جلدوں کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ.... یہ کام بھی اُن کے ذمے لگا دیے گئے، وہ دوسرے کاموں کے علاوہ یہ کام بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے اُنھیں ہپناٹائز کر کے دنیا و مافیہا سے بے گانہ کر دیا گیا ہو۔

دراصل مفتی صاحب کا یہ وصف تھا کہ وہ جو کام بھی کرتے تھے اُس میں اِس قدر محو ہو

جاتے تھے کہ اُنھیں این وآں کا ہوش نہیں رہتا تھا اور منزل پر پہنچ کر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتے تھے، اس کے بعد کسی دوسرے سفر پر روانہ ہو جاتے تھے اور یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔ اُنہوں نے وہی جذبہ پوری چابک دستی اور کامیابی کے ساتھ حافظ صاحب اور دوسرے معاونین کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں پہنچ کر انسان اجر و معاوضہ، نفع وضرر اور سُود وزِیاں سے بے نیاز ہو جاتا ہے، بلکہ کامیابی اور ناکامی کا تصور بھی پس پشت چلا جاتا ہے اور بقولِ حافظِ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ (بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور) اُس کے پیش نظر یہ ہوتا ہے:

''زمین کی دھرتی پر کام، کام اور بس کام......اور زمین کے نیچے آرام''

حافظ صاحب کا حافظہ بڑا کمال کا ہے، سینکڑوں طلبہ کے ساتھ پالا پڑنے کے باوجود اکثر طلبہ کو نام بنام پہچانتے ہیں، پھر وہ اعداد وشمار کے بھی ماسٹر ہیں، سال کے آخر میں طلبہ کی الوداعی تقریب منعقد ہوتی ہے تو اُس میں وہ بتاتے ہیں کہ سال کی ابتدا میں کتنے طالبِ علم داخل ہوئے، درمیان میں کتنے رہے اور آخر سال امتحان میں کتنے شریک ہوئے؟ سال بھر میں کتنے اسباق شروع ہوئے؟ کتنے دن پڑھائی ہوئی اور کتنی چھٹیاں ہوئیں؟ صرف یہ ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے نقشہ بنا رکھا ہے کہ فلاں سال جامعہ میں کتنے طالبِ علم تھے؟ ان کی تعداد سو سے کب متجاوز ہوئی؟ پانچ سو سے کب زیادہ ہوئے؟ پھر ایک ہزار اور دو ہزار سے کب زیادہ ہوئے؟

حافظ صاحب حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً: مرآۃ التصانیف، تعلیم المنطق، تلخیص المنطق، مفتاح المرقات، تعلیم الحکمۃ، ردّوہابیت، سنن نسائی مترجم، فوائدِ جلیلہ، امام احمد رضا عبقری

شخصیت وغیرہ اور اُن کا اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے حضرت مفتی صاحب کے دست و بازو بن کر فتاوی رضویہ کا کام کیا۔

آخری دس جلدوں کا کام اِس لیے پھیل گیا کہ اِس کی ترتیب کو فقہ کی معروف ترتیب کے مطابق کیا، بعض استفتاء کئی کئی سوالوں پر مشتمل تھے، اِن کے سوالات اور جوابات کو الگ الگ ابواب میں درج کیا پھر ان جلدوں کی فہرستیں تیار کیں، یہ بجائے خود ایک پوری ٹیم کا کام تھا جو حافظ صاحب نے تنہا انجام دیا، حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد تو عربی اور فارسی عبارات کا ترجمہ بھی اُنھیں کرنا پڑا۔ مجموعی طور پر فتاوی رضویہ کی تیس میں سے چودہ جلدوں کا ترجمہ کرنے کی سعادت آپ کے حصے میں آئی۔

مولانا علامہ صاحب زادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی حفظہ اللہ تعالی نے نہ صرف اپنے عظیم والد کے دوسرے کاموں کو سنبھالا، بلکہ فتاوی رضویہ کے کام کو بھی جاری رکھا، یہاں تک کہ وہ مکمل ہو گیا۔

بہر حال حافظ صاحب، صاحب زادہ صاحب اور دوسرے تمام کارکن اور معاون رہتی دنیا تک زندہ رہنے والے اس کارنامے پر صد ہزار ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ اِنھیں تمام آفات و بلیات اور امراض و حوادث اور غم و آلام سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔

اِسی لیے ہندوستان کے علما برملا کہتے ہیں کہ امام احمد رضا کے بارے میں کام کرنے کے اعتبار سے پاکستان کے علما ہم سے آگے ہیں۔

رشحاتِ قلمِ رئیس المناطقہ

دامت برکاتہم العالیہ

اِدارہ کی درخواست پر حافظِ ملت مدظلہ العالی کے استاذ گرامی استاذ الاساتذہ، رئیس المناطقہ، قبلہ مفتی محمد سلیمان رضوی چشتی دامت برکاتہم العالیہ نے علالت کے باوجود اپنے تلمیذِ رشید کے بارے میں کچھ کلمات تحریر فرمائے۔ اِدارہ اِس نوازش پر آپ کا بے حد شکر گزار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم بذاتہٖ وہ عظمت ہے جو تمام عظمتوں پر حاوی ہے، جب کہ علمِ دین باقی انواع کی عظمتوں کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے شمس کو نجم پر تفوق حاصل ہے۔

قرآنِ مجید نے علمِ دین کی ترجیح بلکہ ترجیحات کو واضح انداز میں ذکر فرمایا ہے، قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ فرما کر علمِ دین کو آسمان سے زیادہ بلند درجہ عطا کیا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے ملک میں دینی مدارس انتہائی خلوص کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور دنیائے علم میں پاکستانی مدارس کی خدمات اظہر من الشّمس ہیں۔ اِن مدارس میں جامعہ نظامیہ رضویہ دینی تعلیم و تدریس میں اشہر ترین ہے، پھر اِس ادارے کے معمار مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں تنظیم المدارس کے عروج نے ادارے کا تشخص اور اُجاگر کر دیا ہے۔

اس نامی گرامی ادارے میں جو شخصیت کئی عشرات سے تعلیم میں مصروف ہے، وہ

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار صاحب سعیدی کی ہے، جو چالیس سال سے زائد مدت سے مصروفِ تعلیم وتربیت ہیں۔ یہ بندۂ خدا اپنے مشن سے اتنا مخلص ہے کہ ادارہ میں مستقل قیام کیے ہوئے ہے۔ تعلیم وتربیت اور چوبیس گھنٹے کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ شعبۂ تصنیف میں بھی اونچا قد کاٹھ رکھتا ہے، فتاوی رضویہ کی فہرست سازی اور تخریج وترجمہ میں بھی آپ کا وافر حصہ ہے، جو مدتوں اُن کے ذکر کو باقی رکھے گا۔ آپ کی ایک تصنیف کا نام فوائدِ تفسیر یہ ہے، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، یہ حافظ صاحب کی عمیق ودقیق قرآن دانی کی جھلک بھی ہے۔

فتاوی رضویہ کی خدمت کے اعزاز میں آپ کو چاندی سے تولا گیا ہے، اِس عمل نے آپ کو صدی کی نمایاں شخصیت بنادیا۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں درجۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی ہے، جن میں ہر ایک ایسا ہیرا ہے جو ملک وملت کے لیے قیمتی سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حافظ صاحب کے درسِ حدیث پر بڑے بڑے علما داد ودہش دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ کے باصلاحیت تلامذہ نے آپ کی عظمتوں میں اور اِضافہ کیا ہے، مشاہیرِ زمانہ شاگردوں میں امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے اکیلے دشمنانِ دین کو ناکوں چنے چبوائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگردوں سے دین کا کام لے رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اس مردِ دُرویش، عالمِ باعمل، یکتائے زمانہ اور آبگیں ہیرے کو درازئ عمر بالخیر دے؛ تاکہ جامعہ نظامیہ رضویہ سدرہ کی بلندیوں کو چھوتا ہمیشہ تابندہ رہے۔ آمین

کلماتِ اُستاذ الاساتذہ

دامت برکاتہم العالیہ

اِدارہ کی درخواست پر حافظِ ملت مدظلہ العالی کے استاذ گرامی استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث مولانا مفتی گل احمد خان عتیقی دامت برکاتہم العالیہ نے علالت کے باوجود اپنے تلمیذِ رشید کے بارے میں کچھ کلمات تحریر فرمائے۔ اِدارہ اِس نوازش پر آپ کا بے حد شکر گزار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے، ایک اچھے انسان میں جو خوبیاں پائی جانی چاہییں وہ تمام سعیدی صاحب میں پائی جاتی ہیں۔ یہاں آپ کے چیدہ چیدہ اوصاف کا تذکرہ کرتا ہوں۔

آپ باوقار بھی ہیں اور سلیقہ شعار بھی...... ملنسار بھی ہیں اور پیکرِ عجز وانکسار بھی...... باکردار بھی ہیں اور حلیم و بردبار بھی...... صاحبِ حسنِ گفتار بھی اور سراپا ہمدردی و اِیثار بھی...... یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے دُور دراز پہاڑ ہوں یا بلوچستان کے ریگستان، سندھ کے پسماندہ علاقے ہوں یا جنوبی پنجاب کے آگ برساتے ہوئے دیہات، جہاں بھی آپ کے کسی شاگرد کو ضرورت پیش آئے آپ وہاں پہنچ کر اُس کی یاوری فرماتے ہیں۔ ساداتِ عظام کی خدمت وضروریات کے لیے آپ نے خفیہ طور پر لاکھوں روپے خرچ فرمائے، اس میں خوشی وراحت محسوس کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دلاتے ہیں۔

آپ اپنے وقت کے شہنشاہِ خطابت بھی ہیں اور شہسوارِ میدانِ تدریس بھی۔ جب آپ جامعہ نظامیہ رضویہ میں اپنے اساتذہ کے ساتھ تدریسی خدمات سرانجام دیتے تھے اس وقت بھی ہر چھوٹی بڑی کلاس کی یہ خواہش ہوتی کہ ہمارا کوئی نہ کوئی سبق ضرور حافظ صاحب کے پاس ہو۔

حافظ صاحب کا اندازِ تدریس معلمِ خامس ملک المدرسین استاذ الاساتذہ استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی مرحوم کی طرح ہے، جیسے استاذ الکل مشکل ترین سبق کو نہایت آسان کر کے، معقول کو محسوس کی طرح سمجھاتے تھے، ایسے ہی حافظ صاحب کا اندازِ تدریس بھی ہے۔ حافظ صاحب ہر فن مولا ہیں، کسی بھی فن کی چھوٹی بڑی کوئی بھی کتاب پڑھائیں اس کی تدریس کا حق ادا کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حافظ صاحب ہر میدان کے شہسوار (آل راؤنڈر) ہیں تو مبالغہ نہیں ہو گا؛ کیونکہ حافظ صاحب اپنے معاصرین میں بہترین مقرر، عالی مرتبت مدرس، بلند پایہ مصنف، ادیب مترجم اور نہایت زیرک محقق ہیں۔

پاکستان میں سنی و غیر سنی علما میں سے صرف حافظ صاحب کو ہی یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی دینی خدمات کے اعتراف میں آپ کو چاندی کے ساتھ تولا گیا۔

حافظ صاحب نے مصائب و آلام کا جس صبر، دلیری اور پامردی سے مقابلہ کیا اس کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ ''حافظ صاحب صبر و استقامت کے کوہِ ہمالیہ ہیں'' تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

آپ کے ایک لختِ جگر، جب اس کی عمر اڑھائی برس تھی، کو گردن توڑ بخار ہوا، جس کی وجہ سے اب تک تقریباً 27 سال سے وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں ہے، جب حافظ صاحب

صحت مند تھے تو اپنے ہاتھوں سے اُسے نہلاتے دھوتے اور اس کے منہ میں کھانا ڈالتے، لیکن اس پریشانی کے باوجود آپ کبھی نجی یا محفل میں یا سرعام ایک حرف بھی شکایت کا اپنی زبان پر نہیں لاتے اور آپ کی اس پریشانی کا علم بہت کم احباب کو ہے۔

سعیدی صاحب کے مکان کے افتتاح کے موقع پر مَیں نے یہ کہا تھا کہ مَیں مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری اور حافظ صاحب دونوں کو ان کی زندگی میں ولی مانتا ہوں...... قبلہ شرفِ ملت کبھی کبھار کوئی دکھ سکھ کی کہہ دیتے ہیں، لیکن سعیدی صاحب نے کبھی بھی اشارۃً یا کنایۃً اپنی پریشانی کا اظہار نہیں کیا۔

آپ کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ آپ منتقم مــزاج نہیں ہیں اور ہمیشہ سے اس پر کاربند ہیں:

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی أحسن إلٰی من أسا

مکتوبِ مسعودِ ملت

قبلہ حافظِ ملت مدظلہٗ کی کتاب مِرْآۃُ التَّصَانِیف شائع ہونے پر 3فروری، 1981ء کومسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی علیہ الرحمہ(م:2008) نے شرفِ ملت علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب بھیجا، جس میں درج ذیل کلمات بھی درج تھے۔ یہ مکتوب حافظِ ملت مدظلہٗ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔(ادارہ)

محترم جاوید لطیف صاحب کی عنایت سے مر آۃ التصانیف نظر نواز ہوئی، مولانا عبد الستار صاحب نے خوب محنت کی ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہ قابلِ مبارک باد ہیں کہ علمائے اہلِ سنت اورعوامِ اہلِ سنت کو سرخرو فرمایا۔احقر کی طرف سے مبارک باد کہہ دیں۔

فاضلانہ مقدمہ لکھ کر آپ نے کتاب میں چار چاند لگا دیے ہیں۔علمائے اہلِ سنت پر آپ کی تحقیقی نگارشات امتیازی شان کی حامل ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت واستقامت اور ذوق وشوق عطا فرمائے۔آمین

اِجازتِ نباضِ قوم

نباضِ قوم پاسبانِ مسلکِ رضا مولانا حاجی ابوداود محمد صادق علیہ الرحمہ (م:2015ء) نے ۲۵ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ کو حافظِ ملت مدظلہٗ کے نام درج ذیل اجازت نامہ ارسال فرمایا، جو حافظِ ملت کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

جیسا کہ فقیر کو اپنے محسن وراہ نما، تاجدارِ اہلِ سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم عالمِ اسلام حضرت مولانا علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ اور اُستاذ گرامی و شیخ محترم امام اہلِ سنت محدثِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولا نا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علمِ دین و خدمتِ دین و شجرۂ طریقت کی سند و اِجازت حاصل ہے اِسی طرح فقیر اللہ ورسول (جلّ جلالہٗ وصلّی اللہُ علیہ وسلم) کے نامِ پاک کی برکت سے عزیزم مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب کو اِجازت دیتا ہے کہ وہ بزرگانِ دین بالخصوص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ دین وتبلیغ سنت کو اپنا معمول بنائیں اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے اوراد ووظائف وتعویذات سے نفع پہنچائیں اور اپنے

آپ کو ہمیشہ اس جذبے سے سرشار رکھیں کہ

تمنا ہے کہ اِس دنیا میں کوئی کام کر جائیں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جائیں

اُمید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز عزیزِ موصوف اپنی ذمہ داری بسلسلۂ قادریہ رضویہ خدمتِ شریعت وطریقت اچھی طرح نبھانے اور فقیر کے حسنِ ظن پر پورا اُترنے کی کوشش کریں گے۔ (و اللہ الھادي و الموفّق)

خادمِ اہلِ سنت ابوداؤد محمد صادق

پیغامِ وارثِ علومِ غزالئ زماں

اِدارہ کی درخواست پر حافظِ ملت مدظلہٗ کے شیخ زادہ، وارثِ علومِ غزالئ زماں علامہ سید ارشد سعید کاظمی مدظلہ العالی (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان وسینئر نائب صدر تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان) نے درج ذیل سطور سپرِدِ قلم فرمائیں، جس پر ادارہ آپ کا شکر گزار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئیس المدرسین جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب مدظلہ العالی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)، اُن سعادت منداصحابِ خیر میں سے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے دینِ متین میں خاص تفقّہ سے نوازا ہے...... اپنے حبیبِ لبیب، حضور نبی کریم، رؤوف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کی توضیح وتشریح کا ایک خاص جذبہ اور سلیقہ عطا فرمایا ہے...... اور اشاعتِ دین کی ایسی لگن وولولہ سے نوازا ہے کہ گزشتہ نصف صدی سے درس وتدریس اور تحریر وتصنیف ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

مدارسِ دینیہ میں پڑھائے جانے والے تمام علوم وفنون پر آپ کو مکمل دسترس حاصل ہے اور کامیاب معلم ومدرس ہونے کے ساتھ ساتھ تحریر وتصنیف کا ملکہ بھی خوب رکھتے ہیں۔ آپ اب تک متفرق علوم وفنون پر تقریباً دو درجن تصانیف کو ترتیب دے چکے ہیں۔ ہر علم وفن میں خصوصی ملکہ حاصل ہے، بالخصوص حدیث وفقہ کے ساتھ آپ کا بے حد لگاؤ ہے، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ فتاوی "العطایا النبویۃ" المعروف "فتاوی رضویہ" جیسی اہم ترین کتاب کی جدید ترتیب،

تدوین، تسہیل اور تخریج میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔ آپ نے درجن سے زائد مجلدات کا ترجمہ، تخریج وتبویب اور فہارس کی تدوین فرمائی، نیز صحاحِ ستہ میں سے نسائی شریف کا عام فہم ترجمہ کرنے کا شرف بھی پایا۔

آپ جامعہ نظامیہ رضویہ کے شیخ الحدیث ہیں، نیز جامعہ اور اُس کی تمام شاخوں کے ناظمِ تعلیمات اور تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کے امتحانی بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے تعلیمی اور انتظامی امور میں مثالی نظم وضبط آپ کی مہارت اور حسنِ تدبیر کا بیّن ثبوت ہے۔

آپ علما اور طلبہ میں خاص پہچان اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ دروس وتقاریر میں بات کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کرنے کا خاص ملکہ رکھتے ہیں، بالخصوص خطباء وواعظین کے لیے وقت کی پابندی کے حوالے سے لائقِ تقلید بات یہ ہے کہ آپ کو جو وقت بتایا جائے خواہ وہ کتنا مختصر ہی کیوں نہ ہو، آغاز میں ہی فرما دیتے ہیں: اِن شاءاللہ العزیز دیے گئے وقت کے مطابق میں اپنی بات مکمل کر کے اجازت چاہوں گا اور انتہائی جامعیت کے ساتھ وقتِ مقرر سے پہلے ہی اپنے موضوع پر سیر حاصل کلام کر کے اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں، ایسا نہیں ہوتا کہ خطاب کے آخر میں یہ کہیں کہ فلاں بات رہ گئی ہے وہ پیش کر کے اختتام کرتا ہوں۔

نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نفاذ اور ناموس رسالت کے تحفظ کے سلسلے میں چلنے والی ہر تحریک میں آپ کا نمایاں کردار رہا ہے اور وطنِ عزیز پاکستان کی ترقی واستحکام اور خدمتِ خلق کے رفاہی کاموں میں بھی آپ پیش پیش رہتے ہیں۔

یقیناً آپ نام ونمود سے بے نیاز، سراپا ایثار واخلاص، مذہب ومسلک کا درد رکھنے والی ایک عہد ساز شخصیت ہیں۔

علامہ سعیدی صاحب حضرت والد گرامی غزالیٔ زماں علیہ الرحمہ کے اُن مریدانِ باوفا میں سے ہیں جنہیں ''سعیدی'' نسبت پر ناز ہے، اِسے اُنھوں نے اپنے لیے سعادت وافتخار کا باعث سمجھا اور اپنے نام کا حصہ قرار دیا۔آپ نے اکتوبر 1979ء کو حضرت والد گرامی کے دستِ اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔اپنے شیخِ طریقت سے ان کی قلبی وارفتگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ایک مضمون (جو کہ امام کاظمی، جلد دوم میں شامل ہے، اس) میں اپنے مرشدِ برحق کے بارے میں درج ذیل القابات تحریر کیے: ''سیاحِ بادۂ طریقت، سباحِ بحرِ شریعت، کشافِ اسرارِ حقیقت، واقفِ اُمورِ معرفت، امام المسلمین، قدوۃ العلما، رئیس المناطقہ والفلاسفہ، شیخنا المعظم، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ......''

آپ شرفِ بیعت سے قبل اپنے عظیم المرتبت شیخِ طریقت کی طلبہ پر شفقت وعنایت اور اپنے اکتسابِ فیض کی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

''1975ء کی بات ہے، جب میں درجۂ حدیث کا طالبِ علم تھا......جامعہ نظامیہ رضویہ کی طرف سے ہمیں ایک تربیتی دورے کا موقع فراہم کیا گیا، جس میں اہل سنت کے بڑے بڑے مدارس کے تعلیمی نظام کو دیکھنا اور اکابر علما کی زیارت مقصود تھی......اِسی دورہ کے دوران حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی...... باوجود اس کے کہ آپ علیل تھے اور کئی روز سے درسِ حدیث نہیں دے رہے تھے، لیکن ہماری درخواست پر آپ نے بیماری کے باوجود بخاری شریف کی دونوں جلدوں کا سبق پڑھایا اور بے شمار علمی باتیں آپ نے بیان فرمائیں......''

اپنے شیخِ کریم نور اللہ مرقدہٗ سے حضرت حافظ صاحب کی ارادت مندی اورحسنِ عقیدت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے عرسِ مبارک کے موقع پر پہلے دن ختمِ بخاری شریف کی وہ تقریب جس میں دور دراز سے آپ کے جیّد تلامذہ، فضلا اور مسترشدین علما شریک ہوتے ہیں اور حضرتِ والا کے مزارِ مقدس کے اطراف میں بیٹھ کر مکمل بخاری شریف پڑھتے ہیں......تو حافظ صاحب اس محفل میں اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ہر سال باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں، دلجمعی کے ساتھ بیٹھتے ہیں، کسی عجلت کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ حسبِ موقع جب آپ کو خطاب کا موقع دیا جاتا ہے تو آپ اپنے مرشد گرامی حضرت غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو والہانہ انداز میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کی خدماتِ جلیلہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر دوسرے دن عرس مبارک کی اختتامی دعا میں شامل ہو کر واپس جاتے ہیں۔

مزید یہ کہ اپنے شیخِ کریم کی علمی یادگار ''جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان'' کے عظیم جدید تعمیراتی منصوبہ ''الجامعۃ الاسلامیہ انوار العلوم العالمیہ'' (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی انوار العلوم) کی تکمیل کے لیے گزشتہ کئی سال سے محدود وسائل کے باوجود اپنی جیب سے بغیر کسی یاددہانی کے باقاعدگی کے ساتھ ایک لاکھ روپے سالانہ پیش کرتے ہیں۔

ہمارے موصوف حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب یقیناً اہل سنت کا قیمتی اثاثہ اور عظیم سرمایہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اِس مردِ مجاہد اور عالمِ باعمل کی عمر، علم، عمل میں برکت فرمائے، آپ کی تمام دینی وسماجی خدمات کو آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اہلِ سنت کو تادیر آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ومستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

پیغامِ جگر گوشۂ غزالیٔ زماں

اِدارہ کی درخواست پر حافظِ ملت مدظلہٗ کے شیخ زادہ، جگر گوشۂ غزالیٔ زماں عزت مآب سید حامد سعید کاظمی مدظلہ العالی (سابق وفاقی وزیر) نے درج ذیل سطور زینتِ قرطاس بنائیں، جس پر ادارہ آپ کا شکر گزار ہے۔

علم کی دنیا میں علماء اہل سنت کا روشن، انتہائی اہم اور نا قابلِ فراموش کردار تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ ہم متقدمین کی بات نہیں کرتے، 1857ء کی ''جنگِ آزادی'' جس کو انگریز کے نمک خوار ''غدر'' سے تعبیر کرتے ہیں، اُس میں اصل کردار علماء اہلِ سنت کا ہی تھا۔ میں وہ ساری فہرست درج کروں تو بات کہیں سے کہیں جا نکلے گی، مگر حضرت مولانا فضلِ حق خیرآبادی اور مولانا سید کفایت علی کافی علیہما الرحمہ کے ناموں کے بغیر تو اِس جنگِ آزادی کا ذکر مکمل نہیں ہوتا۔ اس جنگ کے بعد جن علماء کو سولی پر لٹکایا گیا اور جن کو کالے پانی کی سزا دی گئی، وہ سب کے سب جلیل القدر علماء مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت سے متعلق تھے۔ پھر تحریکِ پاکستان میں بھی مولانا عبدالحامد بدایونی اور محدثِ اعظم ہند حضرت محدثِ کچھوچھوی کی قیادت میں علماء اہلِ سنت کا قافلہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، پیر صاحب زکوڑی شریف اور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہم الرحمہ کی دعاؤں کی چھاؤں میں گامزن رہا اور بالآخر منزلِ مراد کو پہنچا۔

قیامِ پاکستان کے بعد بھی حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری، حضرت مولانا سید ابوالبرکات قادری، شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری لائل پوری، حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی،

حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خان، حضرت مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مولانا محمد عبدالمصطفیٰ الازہری، حضرت مولانا مفتی وقار الدین، مفتیٔ اعظم آگرہ مفتی عبدالحفیظ حقانی اور میرے والدِ گرامی شیخ طریقت غزالیٔ دوراں حضرت سید احمد سعید کاظمی علیہم الرحمہ کے اسماء گرامی ہمارے دل کی تسکین اور قلب ونظر کی ٹھنڈک کا باعث بنتے ہیں، لیکن جیسے جیسے یہ بزرگ دنیا سے پردہ فرماتے گئے، چراغ بجھتے گئے، اندھیرا بڑھتا گیا، امیدیں دم توڑتی گئیں، حالات دگرگوں ہوتے گئے۔

قحط الرجال کے دور میں ہمارے مسلک کی بقا پر سوالیہ نشان آنے لگا تو چند علما ہمارے لیے اُجالوں کے نقیب اور اُمیدِ فردا بن کر مطلعِ سحر پر نمودار ہوئے......استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا اسمِ گرامی اِن علما میں بہت روشن اور ممتاز ہے۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، شرفِ ملت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، حضرت مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی اور حضرت مولانا مفتی گل احمد خان عتیقی کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ جس میں آپ حصولِ علم کے لیے شاگردوں کی صفوں میں بیٹھا کرتے تھے، فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کی قابلیت اور اہلیت کے پیشِ نظر آپ کے اساتذہ کی مردم شناس نگاہوں نے آپ کو اِسی درس گاہ میں مسندِ تدریس پر بٹھادیا۔ 1976ء سے لے کر تا حال آپ درسِ نظامی اور خصوصاً 2002ء سے بخاری شریف کی تدریس میں مشغول ہیں اور آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے طلب گار طلبہ کو اگر آپ کے ہاں دورۂ حدیث میں داخلہ مل جائے تو وہ اپنی خوش بختی پر ناز کرتے ہیں۔

تدریس کے ساتھ تصنیف اور ترجمے کی دنیا میں آپ کے ہم سر علما تو اب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لے دے کر اگر نظر پڑتی ہے تو آپ کے ہم سبق اور آپ کے پیر بھائی مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی پر، جو الحمدللہ علمی مشاغل میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔

اس وقت حضرت مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی کا شمار ان علما میں ہے جو نہ صرف اہلِ سنت کا سرمایہ ہیں، بلکہ علمی فکری رہنمائی اور پیش آمد مختلف مسائل کے حل کے لیے تحقیق کے میدان میں گویا حرفِ آخر ہیں۔ آپ کی ذہانت وذکاوت، قرآن وحدیث سے استخراج واستنباط کی صلاحیت اور پھر اپنی تحقیق کو شاگردوں اور عوام تک پہنچانے اور سمجھانے کی استعداد لائقِ تحسین ہونے کے ساتھ قابلِ رشک بھی ہے۔

ہمیں بھی یہ فخر محسوس ہوتا ہے کہ ایسی نابغۂ روزگار ہستی کے نام کے ساتھ ''سعیدی'' کا لاحقہ ہمارے والدِ گرامی سے اُن کی روحانی نسبت کا اعلان ہے، جو جہاں اُن کے لیے شرف وفضیلت کی ضمانت ہے وہاں ہمارے لیے بھی خوشی اور تسکین کا موجب ہے۔

ہم صمیمِ قلب سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں بہت برکت عطا فرمائے اور فکر وعمل کی تمام تر قوتوں کے ساتھ اُن کو تادیر سلامت رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

منظوم تکریماتِ اکابر

قبلہ حافظِ ملت مدظلہٗ کی کتاب مِرْآۃُ التَّصانِیف شائع ہونے پر متعدد اکابر نے اشعار کی صورت میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے حوصلہ افزائی فرمائی، جو قارئین کے ذوق کے لیے پیشِ خدمت ہیں۔(ادارہ)

بدرِملت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۰/ 4 اگست، 1999ء کو بدرِملت خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند مولانا بدر القادری مصباحی علیہ الرحمہ (م: 2021ء) نے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے درج ذیل کلمات واشعار رقم فرمائے:

”محترمی! تسلیم

آپ کی عظیم تصنیف کے بارے میں یہ چند مصرعے لکھ دیے، خدا کرے قابلِ قبول ہوں۔ ممکن ہو تو حضرت مفتی صاحب قبلہ، علامہ شرف صاحب اور راجا رشید صاحب کی خدمات میں بعدِ سلام اِس کی کاپی پہنچائیں، مہربانی ہوگی۔ دعا فرمائیں۔ والسلام“

ہے مِرآۃ التصانیف اِک مُرقّع اہلِ حکمت کا
جنہوں نے علم کے موتی محبت سے پروئے ہیں
ہزاروں کوہ کَن کرتے ہیں اُن مَردوں کی پا بوسی
جنہوں نے بیج تحقیقاتِ علمیہ کے بوئے ہیں

چمن اسلام کا ہنستا رہے اِس واسطے کتنے
بچشمِ خامہ دُنیا میں خدا کے بندے روئے ہیں
دھڑکتے ہیں ہر اِک صفحے پہ گویا اہلِ دل کے دل
تعالی اللہ ! عجب جذبات کاغذ میں سموئے ہیں
کتابیں حکمرانی کر رہی ہیں اُن کی عالَم پر
کفن تانے ہوئے خود جا کے زیرِ خاک سوئے ہیں
عطا ہو گا اُنھیں محشر میں تاجِ عزت و عظمت
جنھوں نے دین پر ڈالے ہوئے ہر داغ دھوئے ہیں
گزر جائیں گے ہنستے کھیلتے وہ راہِ دوزخ سے
خدا کے دین کی ترویج کی خاطر جو روئے ہیں
کتب اسلاف کی ہیں دشمنانِ دیں کے قبضے میں
خدا اِحساس دے کیا کیا خزانے ہم نے کھوئے ہیں
ہماری ہی کتابیں لے کے ہم میں اہل مغرب نے
تفرقہ بازیوں کے بے تحاشا بیج بوئے ہیں
بہائی قادیانی اور وہابی نیچری سلفی
یہ اشجارِ خبیثہ ہیں جو سب دشمن نے بوئے ہیں
یہ نکبَت ساری غدارانِ ملت کی بدولت ہے
عدوّ نے قوم کے حُلقوم میں نشتر چبھوئے ہیں

نصاریٰ و یہودی در پئے آزارِ مسلم ہیں
اُدھر اُمرائے مسلم اپنی عیاشی میں کھوئے ہیں
بہت ہی مختصر جمعیت اِک ہے علم والوں کی
جنھوں نے دیں کی ذمہ داریوں کے بوجھ ڈھوئے ہیں
مسلسل قرنوں سے جاری ہے یہ قلمی جہاد اُن کا
نہ دن میں چین اُنھیں آیا نہ وہ راتوں کو سوئے ہیں
خُدا نے بخشی یہ توفیقِ خیر حضرت سعیدی کو
جنھوں نے اپنے ملّی آئینے کے داغ دھوئے ہیں
جزاہ اللہ کہ دو صدیوں کے تصنیفی جواہر کو
اُنھوں نے بدر کاوش کی لڑی میں لا پروئے ہیں

اِکرامِ نظامیہ

یہ اکرامِ نظامیہ، کرم غوث و رضا کا ہے
خصوصی فیض داتا کا، علی مشکل کشا کا ہے
رئیس الجامعہ،(1) شرف اور منشا و عتیقی پر
اِس علمی انجمن پر دستِ رحمت مصطفیٰ کا ہے
حیاتِ نَو دے اِن کے دم سے یا مولا! تُو ملت کو
شعورِ زندگی مل جائے قومِ اہلِ سنت کو

(1) مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ

مولانا سید شریف احمد شرافت

صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی قدس سرہٗ نے درج ذیل اشعار رقم فرمائے:

بحمد اللہ کتابے مُستطابے

زِ مرآتِ تصانیفِ بزرگاں

زِ تألیفِ جنابِ عبدِ ستّار

زہے آں حافظِ قرآنِ ذی شاں

تصانیفِ مقدّس اہلِ سنت

بیاں کردہ برائے اہلِ ایماں

شرافت جست از سالِ طباعت

بگفتا ہاتفش "مہرِ درخشاں"

۱۴۰۰ھ

نعت گوشاعر ابوالطاہر فدا حسین فدا

عظیم نعت گوشاعر عزت مآب ابوالطاہر فدا حسین فدا نے خوب صورت اشعار کے ذریعے یوں تحسین فرمائی:

جنابِ حافظِ والا گہر کی یہ تصنیف
ہے اِک مرقّعِ تحقیق وفکر وفن کا نمو
کتاب ہائے دل آویز کی ہے یہ ترتیب اِک
کہ شہرہ اِس کا زمانے میں دیکھنا ہر سُو
ہے سالِ طبع ہوا اِس کا بے سرِ انکار
کہ ''واہ گلشنِ حافظ'' فدؔا! رقم کرتُو

۱۴۰۰=۱-ھ

تأثّرات

افتخارِ اہلِ سنّت

رشحاتِ قلم: مفتیٔ اہلِ سنت مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہ

شیخ الحدیث، اُستاذ الاساتذہ علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ افتخارِ اہلِ سنّت ہیں، وہ اہلِ سنّت وجماعت کے ایک بہت بڑے ادارے جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے شیخ الحدیث ہیں، جامعہ کی شاخیں فرخ آباد، لاہور، شیخوپورہ اور ایبٹ آباد میں قائم ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے نیٹ ورک میں تقریباً پانچ ہزار طلبہ وطالبات زیرِتعلیم ہیں، آپ کے درجۂ حدیث کی کلاس میں ہر سال کم وبیش ڈھائی تا تین سو طلبہ شامل ہوتے ہیں۔

مفتیٔ اعظم پاکستان، استاذ الاساتذہ علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں تینتیس ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاوی رضویہ کی تحقیق وتخریج وترتیب واشاریہ میں آپ کا بڑا حصہ ہے، آپ کی دینی وعلمی خدمات کے سپاس کی ادنیٰ سی علامت کے طور پر آپ کو چاندی میں تولا گیا تھا، آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والے علماء ملک بھر میں اور بیرونِ ملک بڑی تعداد میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کو ادارے میں ''حافظ صاحب'' کے نام سے پکارا جاتا ہے، آپ نے تحقیق وتصنیف، تدریس، دعوت وارشاد اور دینی تحریکات کے لیے رجالِ کار تیار کیے ہیں، امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی ایک روشن اور تابندہ وپائندہ مثال ہیں۔ آپ کی خصوصیت تواضع، عَجز وانکسار، اخلاص ولِلّٰہیّت، اپنے مقصدِ اولین اور مشن سے وفا ہے۔

آپ نے استاذ الاساتذہ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ سے وفا کا تعلق ہمیشہ نبھایا ہے، اُن کے قائم کردہ ادارے اور مسندِ تدریس کی آب وتاب کو نہ صرف برقرار رکھا ہے، بلکہ اُسے چار چاند لگائے ہیں، اس لیے میرے دل میں اُن کی بڑی قدر ومنزلت ہے، کسی ''دیدۂ کور'' کو آپ کا دینی، علمی وروحانی مقام نظر نہ آئے یا اسے ہضم نہ ہو تو اسے معذور سمجھیں، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مَحْسُوْدًا لَا حَاسِدًا۔

حافظِ ملت ...... یکے از خلفائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رشحاتِ قلم: فقیہِ کبیر شیخ الحدیث مفتی محمد عبد العلیم سیالوی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحضرت العلام، شیخ الحدیث، مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی زید مجدہٗ کا شمار اُن اساتذہ میں ہوتا ہے جن کی زندگی کا اکثر حصہ تعلیم وتعلّم اور طلبائے دینیہ کی تربیت میں گزرا۔ بلاشبہ اِنہی افراد کے لیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد اور دُعا ہے ''اے اللہ! میرے خلفا پر رحم فرما۔'' آقا! وہ کون ہیں؟ اِرشاد ہوا (مفہوم):
''جو میرے احکام واحادیث کو روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ اِن بزرگوں کی زندگیوں کو طوالت عطا فرمائے؛ تاکہ اِن کی خیرات جاری وساری رہیں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبہ الکریم۔

حافظِ ملت......شانِ جامعہ نظامیہ رضویہ

تاثرات: یادگارِ اسلاف مولانا غلام فرید ہزاروی مدظلہٗ

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی زید مجدہٗ کے ساتھ طویل عرصہ سے رفاقت ہے۔ وہ اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں اور اُن کے دورِ طالبِ علمی میں بھی مَیں جامعہ کا ناظمِ دفتر تھا، مگر اُن کے ساتھ ہمیشہ سے احترام ومحبت کا رشتہ ہے۔ اُن کی خدمات صرف جامعہ نظامیہ رضویہ کے لیے ہی نہیں، پورے عالمِ اسلام کے لیے لائقِ فخر ہیں۔

پہلے حج کے بعد 1984ء کے اوائل میں اُنھوں نے مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے علم میں لائے بغیر برطانیہ جانے کا اِرادہ کیا اور اِس سلسلے میں دستاویزات بھی تیار ہوگئیں، پھر جامعہ کی محبت آڑے آگئی اور مَیں نے بھی یہ اِرادہ ترک کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ بحمداللہ اُنھوں نے برطانیہ جانے کا اِرادہ ترک کردیا، اُن کی استقامت کی برکت ہے آج وہ بلاشبہ جامعہ نظامیہ رضویہ کی شان ہیں۔

جامعہ کے دفتری اُمور کی انجام دہی میں جب بھی اُن سے مشورہ طلب کیا اُنھوں نے بہترین مشورہ دے کر معاملات کو خوش اُسلوبی سے حل کرنے میں مدد دی، مگر وہ ازخود انتظامی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ اُنھیں صحت وعافیت کے ساتھ عمرِ خضری عطا فرمائے اور اُن کا سایہ جامعہ، ابنائے جامعہ اور اہلِ سنت پر قائم رکھے۔

حافظِ ملت کی کچھ یادیں

تأثرات: اُستاذ القرا مولانا قاری ظہور احمد سیالوی مدظلہٗ

حافظے میں 1966ء کی دھندلی سی یادیں اب بھی باقی ہیں، جب میں جامعہ شمسیہ رضویہ (سلاں والی، ضلع سرگودھا) میں زیرِ تعلیم تھا اور قرآنِ مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہا تھا، اِس دوران مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ ......جو عنفوانِ شباب میں تھے اور جامعہ نظامیہ رضویہ کی نظامت سنبھالے ابھی اُنھیں چند ہی سال گزرے تھے...... اِس جامعہ (شمسیہ) میں تشریف فرما ہوئے۔ نظامِ قدرت کہ واپسی کے وقت مجھے اُن کو سائیکل پر بٹھا کر گاڑیوں کے اڈے تک پہنچانے کا موقع ملا، یوں اُن سے ابتدائی شناسائی ہوگئی۔

1967ء کے اواخر میں میری لاہور واپسی ہوئی اور تجوید کے ساتھ ساتھ درسِ نظامی کی بھی کچھ ابتدائی کتب پڑھیں۔ 1972ء میں میرے ماموں استاذ العلما مولانا مفتی ابوالفضل محمد اللہ دتہ سیالوی علیہ الرحمہ (بھابڑہ، ضلع سرگودھا) نے مفتی صاحب سے کسی ملاقات میں میرا ذکر کیا، اجمالی تعارف تو پہلے سے تھا، چنانچہ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے حکم پر یکم اگست 1972ء سے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں شعبۂ حفظ و ناظرہ کی تدریس شروع کی، ایک ماہ بعد شعبۂ حفظ کی نگرانی سونپ دی گئی، پھر 1982ء سے صدر مدرس شعبہ حفظ و تجوید کی حیثیت سے خدمات کی انجام دہی نصیب ہوئی۔

حسنِ اتفاق کہ 1975ء میں، جب شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب کے سر پر اکابر کے ہاتھوں دستارِ فضیلت سجنی تھی، اُس سال فضلا کی دستاریں تیار

کرنے اور اسٹیج پر موجود اکابر تک پہنچانے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی جو تقریباً تین دہائیوں تک میرے پاس رہی، تا آنکہ علالت کے سبب مجھے اِس سے دستبردار ہونا پڑا۔

حافظ صاحب کے ساتھ تعلّق ہمیشہ برادرانہ رہا، حسبِ ضرورت مشاورت بھی رہتی، جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ کے متعدد اسفار اور آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی چند حاضریوں میں بھی ہمراہی ہوئی، بلاشبہ اُن میں وہ خوبیاں اپنی رعنائیوں کے ساتھ موجود ہیں جو ایک عالمِ ربّانی میں ہونی چاہییں۔

حافظ صاحب کے ساتھ بہت سی نسبتوں میں ایک ناطہ یہ بھی ہے کہ میرے تینوں بیٹوں (مولانا احمد رضا سیالوی، مولانا محمد حسن رضا سیالوی اور مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی) نے اُن سے تلمذ کا شرف پایا ہے، بلکہ حسبِ روایتِ اکابر میرے چھوٹے پوتے غلام مصطفیٰ سیالوی کی عمر چار سال، چار ماہ، چار دن ہوئی تو اُنھوں نے ہی اپنے کمرہ میں بیٹھ کر اُس کے سلسلۂ تعلیم کا آغاز کروایا......اور حافظ صاحب کے بھتیجوں سمیت متعدد رشتہ دار میرے ساتھ کمرۂ تدریس میں اکٹھے بیٹھتے رہے ہیں۔

جامعہ میں میرا کمرۂ تدریس، مرکزی دروازے سے متصل کمرہ نمبر 6 تھا، یوں آتے جاتے تقریباً روزانہ ہی اُن کے ساتھ سلام ودعا ہوتی تھی۔ ستمبر 2020ء کو روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہونے اور گھٹنے کی ہڈی ٹوٹنے کے سبب چلنے پھرنے سے قاصر ہوں اور اِس کے بعد سے روزانہ کی بنیاد پر جامعہ نظامیہ رضویہ میں حاضری سے معذور ہوں۔

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب سمیت تمام خدّامِ دین، بالخصوص متعلقینِ جامعہ نظامیہ کو سلامتیٔ ایمان اور عافیت کے ساتھ درازیٔ عمر عطا فرمائے اور ان کی خیرات وحسنات کے سلسلے میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حافظِ ملت......ایک جامع الصفات شخصیت

رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولادِ حضرتِ آدم علیہ السلام کا مختلف جہات کے حوالے سے کئی تقسیمات اور اُن کی اقسام سے تعلق ہے۔ کہیں ایمان اور کفر، کہیں تقوی اور عصیان، کہیں رنگ اور نسل اور کہیں علم اور جہالت کی بنیاد پر گروہی تفاوت ہے۔

ایمان کے بعد ''علم'' اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے۔ قرآنی ہدایات کے مطابق علم سے بہرہ ور اور علم سے بے بہرہ برابر نہیں۔ اِسی طرح ایمان اور علم کی دولت سے مالا مال اور اِس نور سے منور شخصیات کے لیے درجات کی بلندی کا قرآنی فیصلہ ہے۔

مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کے شیخ الحدیث اور ناظمِ تعلیمات حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی اُن خوش بخت افراد میں شامل ہیں جن کو بارگاہِ الٰہی سے علمِ دین کی دولت نصیب ہوئی اور اِس کے ساتھ ساتھ آپ کو خداداد صلاحیتوں اور زیرکی سے بھی وافر حصہ عطا ہوا۔ حفظِ قرآن اور درسِ نظامی سے فراغت کے بعد آپ مسلسل تدریسی دنیا سے وابستہ ہیں۔ آپ ایک منجھے ہوئے مدرس ہیں اور علمی سوغات پر مبنی خطبات کے حوالے سے ایک عظیم خطیب ہیں۔ تصنیفات کے میدان میں بھی آپ کو ربانی ملکہ عطا ہوا اور حضرت فقیہِ ملت مفتیِ اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی سیادت و قیادت میں جن خوش نصیب افراد کو عالمِ اسلام کے عظیم فقیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی انسائیکلوپیڈیا ''فتاوی رضویہ'' پر جدید انداز میں کام کرنے کا موقع ملا، آپ اُس گروہ میں نہ صرف شامل ہیں، بلکہ سب سے زیادہ کام آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

حافظِ ملت کی چند یادیں

تأثرات: پیرطریقت الحاج محمد شفیق کیلانی

متولی جامع مسجد یارسول اللہ و اِدارہ غوثیہ گلشن راوی لاہور

میں نے جامع مسجد یارسول اللہ کے قیام سے اب تک شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کو بہت قریب سے دیکھا، بلاشبہ آپ ایک عالمِ ربانی اور بے نظیر شخصیت ہیں۔

☆ جامع مسجد یارسول اللہ کا سنگِ بنیاد 23 مارچ، 1990ء کو مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ پہلی نماز قبلہ حافظ صاحب نے پڑھائی تھی، تاحال وہی اِس مسجد کے خطیب ہیں۔ آپ کی تمام خدمات بے لوث اور کسی قسم کے طمع و لالچ سے پاک ہیں، موجودہ دور میں اِس استغنا کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔ جب بھی ہمیں کسی بارے میں راہ نمائی کی ضرورت پیش آتی ہے تو معمولی سی درخواست پر آپ سرپرستی کے لیے فوراً تشریف لے آتے ہیں۔

☆ آپ ابلاغِ دین کے لیے ملک کے مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے ہیں، مگر میرا یہ دعوی ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے آپ سے خطاب کا وقت لیا تھا اور آپ نے کوئی مطالبہ کیا تھا۔ اُنھیں نہ اخراجات کی فکر ہے، نہ پروٹوکول کا تقاضا اور اور نہ ہی جمِ غفیر کی خواہش، وہ محض اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر تبلیغِ دین کے لیے ہر وقت اور ہر جگہ جانے کو تیار ہوتے ہیں۔

☆ وقت کی پابندی آپ کی فطرت میں شامل ہے۔

☆ آپ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سنّی احباب کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی آپ کا خطاب سننے کے لیے دُور دراز سے آتے ہیں۔ آپ کے آنے سے پہلے ہی مسجد بھری ہوتی ہے۔ کبھی نہیں سنا کہ کسی اپنے یا بیگانے نے ان کے کردار پر، یا ان کی گفتگو پر تنقید کی ہو۔

☆ آپ فکرِ رضا کے حقیقی ترجمان ہیں، آپ نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے کبھی لچک نہیں دکھائی، ببانگِ دہل حق بیان کرتے ہیں۔ غصہ نہیں فرماتے، تحمل مزاجی سے ہر ایک کی بات سنتے ہیں۔

☆ جب آپ کی عمر 63 سال ہوئی تو مجھے فرمایا: ''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے اپنے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وبارک وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ سے زیادہ عمر نہیں چاہیے''۔ اُسی وقت میں نے ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کی: ''یا اللہ! ہمیں اِس بندے کی بہت ضرورت ہے، ان کے ذریعے مسلک کا کام ہونا ہے، دین کی خدمت ہونی ہے، یا اللہ! اِن کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھ۔'' بعد میں آپ تبسم کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''حاجی صاحب کی دعا قبول ہوگئی، میری نہیں ہوئی۔''

☆ میرا لاہور سے باہر جانا ہو تو بعض اوقات لوگ پوچھتے ہیں کہ جامع مسجد یارسول اللہ کے خطیب کون ہیں؟ جب میں آپ کا نام لیتا ہوں تو وہ تعجب سے پوچھتے ہیں: کیا اتنی بڑی علمی وروحانی شخصیت ہر جمعہ کو تشریف لاتے ہیں؟

☆ ایک مرتبہ آپ نے اپنی کسی ذاتی ضرورت کے لیے مجھ سے اُدھار طلب فرمایا۔ میں نے حسبِ حکم پیش کر دیے۔ وقتِ مقرر سے پہلے ہی آپ نے رقم واپس کر دی۔ میں نے کہا: واللہ! باللہ! تاللہ! جب آپ کو پیش کیے تھے تو اُسی وقت عزم کر لیا تھا کہ یہ آپ کے ہی ہیں، لیکن انھوں نے فرمایا: ''نہیں، میں نے واپس کرنے کے ارادے سے ہی لیے تھے''۔

چنانچہ وہ واپس کر کے ہی رہے۔

☆ ایک مرتبہ علامہ سید محمد ہاشمی میاں (کچھوچھہ شریف) پاکستان تشریف لائے تو کسی عقیدت مند نے کہا: جامع مسجد یارسول اللہ میں خطبۂ جمعہ کے لیے ہاشمی میاں کو عرض کریں۔ میں نے کہا: ہاشمی میاں ہمارے سر کا تاج ہیں، مگر استاذ گرامی کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خطبہ نہیں دے گا، نہ ہم میں یہ جرأت ہے کہ ہم کہیں: آپ نہ آیئے؛ ہم نے تقریر علامہ ہاشمی میاں سے کرانی ہے، البتہ اگر آپ خود فرما دیں تو آپ کی منشا و خوشی۔

☆ مجھے یاد نہیں کہ کبھی اُنھوں نے کوئی فرمائش کی ہو۔ ایک مرتبہ آپ نے گاڑی بھیجنے کا حکم فرمایا۔ میں نے ایک ڈرائیور ساتھ بھیجا اور اُسے تاکید کی کہ آپ ہمارے بہت ہی معزز ہیں، خاص خیال رکھنا۔ واپسی پر ڈرائیور نے کہا: آپ نے کہا تھا: ان کا خیال کرنا، انھوں نے مجھے اتنی عزت دی ہے کہ مجھے شرمندگی ہونے لگی۔

☆ ایک بار جمعہ کے دن اتفاقاً سلطان فیاض الحسن صاحب (سجادہ نشین دربار حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ) تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا: آج خطبہ حضرت صاحب دیں گے۔ میں نے کہا: وہ میرے دوست ہیں، اُن سے پیار ہے، مگر ہمارا سب کچھ استاذ گرامی حفظہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وبارک وسلم کے نعلین مبارک کے تصدق سے اُستاذنا الکریم کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الأمین ﷺ کثیرا کثیرا کثیرا کثیرا۔

حافظِ ملت اور خدمتِ فتاوی رضویہ

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

امام احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلی دنیائے اسلام کی ایک ایسی عبقری اور نابغۂ روزگار ہستی ہے جو صدیوں بعد دنیا کو نصیب ہوئی ہے۔

اللہ عزوجل نے قرآنِ مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا، الحمدللہ وہ محفوظ ہے اور رہے گا۔ دوسری جانب صحابۂ کرام نے احادیث کی حفاظت فرماتے ہوئے تابعین اور تبع تابعین تک پہنچائیں، پھر تابعین اور تبع تابعین نے قرآن وحدیث کی ہر مسئلے میں تطبیق کرتے ہوئے بے شمار مسائل کا حل دے کر بعد کے مسلمانوں کے لیے اس کو سہل کردیا۔ تاریخ میں نامور فقہائے کرام کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے اپنے اپنے زمانے کے مسائل کا حل اِسی محفوظ کلام سے اخذ کیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر 13 ویں صدی ہجری تک ہزاروں فقہائے کرام اور مفتیانِ عظام نے مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل کتابوں میں محفوظ کردیا تھا۔ برصغیر میں سب سے زیادہ شہرت فتاوی عالمگیری کو حاصل ہوئی جو 40 مفتیانِ کرام کی ٹیم نے ترتیب دیا تھا، جس میں یقیناً مسلمانوں کی راہ نمائی کے لیے مسائل کا حل تھا، لیکن اس میں مسائل پر تحقیق نہیں ملتی کہ کسی مسئلے میں پچھلے 1000 سالوں کے فقہا کی کیا رائے تھی؟ اور کوئی بات کیوں حرام یا حلال کہی گئی؟ بعض نے کس بنیاد پر ترجیح دی اور بعض دیگر نے کیوں اِسی بات کو ناپسندیدہ قرار دیا؟

اللہ عزوجل نے 14 ویں صدی ہجری میں اپنے ایک بندے کو علمِ لدنی سے مالا مال

کر کے علمِ نافع کے ساتھ برصغیر میں ظاہر کیا اور 14 سالہ عمر کے فارغ التحصیل کو 14 ویں صدی ہجری کا مجدد بنا دیا، جس نے فتاوی عالمگیری کے مقابلے میں اکیلے ہی اس سے کہیں زیادہ ضخامت والے فتاوی قلمبند کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ صرف 55 سالوں میں ہزار سے زیادہ کتب عربی، فارسی اور اردو زبان میں لکھ دیں اور 4000 سے زیادہ فتاوی قلمبند کر دیے، جس میں 200 سے زیادہ طویل فتاوی بشکلِ رسائل موجود ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے جو دنیا کے کسی فتاوی میں نہیں پائی جاتی کہ آپ نے نہ صرف دینی مسائل میں فتاوی لکھے بلکہ تمام مروّجہ علوم وفنون کے مسائل بھی حل فرما دیے۔ میری مراد ہے کہ آپ نے فزیکل سائنس، میڈیکل سائنس، مینجمنٹ سائنس، ارضیاتی سائنس کے بھی وہ مسائل حل کیے جو سائنسدانوں کے درمیان طویل بحث کا باعث بنے۔ اُن کے فتاوی کو پڑھنے کے لیے بھی ایک ایسا عالم چاہیے جو اُن کی اصطلاحات کو سمجھ سکے۔

امام احمد رضا کے وصال کے 50، 60 سال بعد اُن کے فتاوی کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا، مختلف اداروں نے 12 ضخیم جلدوں کو شائع کیا، جس میں درجنوں فتاوی اور رسائل عربی اور فارسی زبان میں بھی تھے۔ ایک موقع پر معروف ادیب کوثر نیازی نے امام احمد رضا کو ثانی ابوحنیفہ قرار دیا اور کہا: ''ان کے فتاوی میں عربی، فارسی یہاں تک کہ اُردو تحریر بھی اتنی عالمانہ ہے کہ میں اُس شخص کو عالم مان لوں گا جو امام صاحب کی فتاوی کی عبارات کو درست پڑھ لے۔'' یہ بات کوثر نیازی نے غالباً 1987ء کی سالانہ امام احمد رضا کانفرنس میں کی تھی۔ راقم کا یہ قیاس ہے کہ یہ بات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تک پہنچی۔ چنانچہ قیومِ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ نے 1988ء میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ادارہ بنا کر فتاوی رضویہ پر کام شروع کر دیا

اور اس کام میں پہلے مرحلے سے لے کر آخری مرحلے تک جس شخصیت نے مفتی صاحب کے ساتھ شانہ بشانہ کام کیا اور فتاوی رضویہ...... جو صرف علومِ اسلامیہ کے مسائل پر مشتمل نہ تھا، بلکہ تمام علوم وفنونِ دنیا کے مسائل پر بھی مشتمل تھا، کو سہل بنانے کے لیے عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ اور تخریج کی، اسے آج دنیائے اہلِ سنت میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

آپ نے مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر تقریباً دو (۲) دہائیوں میں اصل 12 جلدوں کو 33 جلدوں میں ترتیب دیا اور رضا فاؤنڈیشن نے شائع کیا۔

اس تمام تعاون کا صلہ تو آپ کو رب العزت ضرور عطا کرے گا، مگر آپ کو دنیا میں جو عزت واحترام ملا وہ ان کو چاندی میں تولے جانے سے کہیں زیادہ ہے۔ سب سے بڑا اعزاز حضرت کو یہ حاصل ہوا کہ فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنے والا حضرت کو دعا دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ پر تحقیق کرنے والا مطالعۂ فتاوی رضویہ کے بغیر اپنی تحقیق مکمل کر ہی نہیں سکتا اور جب سہل انداز میں پڑھنا ہے تو یہ سب ''فیضِ سعیدی'' کی بدولت ہوتا ہے۔

راقم کو حضرت سے اس لیے بھی محبت ہے کہ اُنھوں نے سیدی اعلیٰ حضرت کے فتاوی کو ہم جیسے کم علم والوں کے لیے آسان کر دیا۔ اسی کو فقیر یوں بھی عرض کرتا ہے ''فیضِ فتاوی رضویہ بوسیلۂ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ومفتی محمد عبدالستار سعیدی''۔

تحسینات

حافظِ اماناتِ مفتیٔ اعظم پاکستان

تحریر: استاذ الاساتذہ ابوحماد مفتی ظہور احمد جلالی، دار العلوم محمدیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَسْتَعِيْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

بندۂ ناچیز کے والدِ گرامی استاذ العلما مفتی محمد عبد العزیز نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذ بھائی تھے۔ والدِ گرامی علیہ الرحمہ نے شارحِ بخاری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرقپور شریف میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ بعد کے طلبہ میں سے تھے اور آپ نے حضور شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ساتھ رہ کر درسیات کی تکمیل فرمائی۔ اِس تعارف کی بنا پر والدِ گرامی علیہ الرحمہ نے مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخل کروایا۔

حافظِ اماناتِ مفتیٔ اعظم پاکستان کا ابتدائی دور

جب راقم جامعہ میں حاضر ہوا تب حضرت قبلہ حافظ صاحب زید لطفہٗ کی تدریس کا آغاز تھا، علم الصیغہ اور ہدایۃ النحو کے اسباق قبلہ حافظ صاحب کے پاس تھے۔ قدوری شریف، شہسوارِ میدانِ تدریس استاذِ مکرم علامہ محمد رشید نقشبندی علیہ الرحمہ کے پاس تھی۔ اُصول الشاشی سید السادات استاذِ گرامی علامہ غلام مصطفی شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کے پاس تھی اور مرقاۃ حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے خود پڑھائی۔ علم الصیغہ مکمل کر چکا تو شرح تہذیب قبلہ حافظ صاحب مدظلہ العالی کے پاس پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ہدایۃ النحو میں ہم تین ساتھی تھے: شیخ الحدیث حافظ و قاری علامہ فیض محمد سیالوی

علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ للبنات شیخوپورہ، متوفی: 2021ء) اور مولانا حافظ فضل داد کیمبل پوری (موجودہ نام اٹک)۔

قبلہ حافظ صاحب کو آغازِ تدریس کے ساتھ ناظمِ تعلیمات بھی بنا دیا گیا، اس طرح آپ پر ابتدا سے ہی دوہری ذمہ داری عائد ہوگئی۔

ہمارا وہ دور تو طالبِ علمی کا تھا، حقیقتِ حال سے پوری طرح آگاہی نہیں تھی، اب ہمیں ذمہ داریوں کو خود ادا کرنا پڑ رہا ہے تو پتا چلتا ہے کہ قبلہ حافظ صاحب دامت بر کاتہٗ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ تدریسی اور انتظامی خوبیوں سے نوازا ہے؛ کیونکہ ہم طلبہ نے اُن کے کسی سبق پر کبھی شکوہ کیا تھا اور نہ ہی کسی اور طالبِ علم سے شکوہ سننے کا موقع ملا، بلکہ اُن کے اسباق پر طلبہ پوری طرح مطمئن نظر آتے تھے۔

ساتھ والے کمرے میں تاجدارِ مسندِ تدریس، فخر المدرسین، استاذ الاساتذہ علامہ محمد رشید نقشبندی علیہ الرحمہ پورے جاہ وجلال کے ساتھ تعلیم وتربیت میں ہمہ تن مصروف بطورِ تحدیثِ نعمت یوں فرما رہے ہوتے: صُغرٰی و حمد اللہ یکساں است، وہ سچ فرما رہے ہوتے اور طلبہ کے دلوں کو نورِ علم سے منور فرما رہے ہوتے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ رہے حضرت شرفِ ملت علیہ الرحمہ تو اُن کا تدریس وتحریر میں مقام ہی نرالا تھا، ایسے ماحول میں ایک نئے مدرس سے طلبہ مطمئن ہو جائیں، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

مفتیٔ اعظم پاکستان کا قبلہ حافظ صاحب پر اعتماد

بندہ ناچیز کو 1976ء اور 1977ء دو سال جامعہ میں رہ کر خوشہ چینی میسر آئی، پھر 1989ء میں تدریس کی سعادت حاصل ہوئی اور جامعہ میں گاہے گاہے حاضری کا موقع ملتا

رہتا۔اس عرصہ میں حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے کبھی بھی حافظ صاحب کے متعلق کوئی ایسا لفظ بھی نہیں سنا جس سے معمولی بے اعتمادی کی بُو آتی ہو۔

فقیر نے حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے متعلق مختصر مضمون لکھا تھا، جو ماہنامہ النظامیہ کے شمارہ اگست/ستمبر، 2021ء میں ''محسنِ اہلِ سنت جلال آمیز مشفق و مربی'' کے عنوان سے چھپ چکا ہے، اُس میں فقیر نے لکھا تھا: ''استاذی المکرم قبلہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہ قرآنِ عزیز کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ مفتیٔ اعظم پاکستان کے افکار، کردار، فروغِ علم، اشاعتِ دین، مواریثِ علمیہ، اقدارِ روحانیہ، جہادِ علمی اور جذبۂ ایمانی کے امین و حافظ ہونے کی بنا پر ''قبلہ حافظ صاحب'' کے لقب سے چار دانگ عالم میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔اب قبلہ حافظ صاحب زید مجدہٗ کے اسم گرامی کے ساتھ ''حافظِ اماناتِ مفتیٔ اعظم پاکستان'' لکھا جاتا ہے، ممکن ہے اس لقب کی بنیاد فقیر کے مذکورہ کلماتِ نیاز ہوں۔

امتیازی خصوصیت

قبلہ حافظ صاحب ہر دلعزیز، مشفق و مہربان استاذ ہیں۔ ہر طالبِ علم کی خواہش ہوتی ہے کہ اُسے اپنے استاذ کی خدمت کا موقع مل جائے، فقیر ساڑھے سات سال اسلام گڑھ، ضلع میرپور آزاد کشمیر، لبِ سڑک واقع دارالعلوم مطلوبیہ و جامع مسجد میں جاروب کشی کرتا رہا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ استاذ گرامی علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ گزرگاہ ہے اُن کی تشریف آوری ہو جائے، مگر محروم ہی رہا۔ یہ قبلہ حافظ صاحب کی انفرادی خصوصیت ہے کہ راہ گزر میں آنے والے تلامذہ کو نوازتے رہتے ہیں۔

اسلام گڑھ کا واقعہ ہے کہ بندہ مطالعہ میں مصروف تھا، دو آدمی کمرہ میں جلوہ فرما ہوئے، اچانک دیکھا تو وہ حضرت قبلہ حافظ صاحب زیدہ مجدہٗ اور برادرم مفتی پروفیسر محمد سلیمان سعیدی تھے، جو اس وقت تحصیل مفتی میر پور تھے۔ قبلہ حافظ صاحب نے فرمایا: ''مَیں اِن کے پاس پہنچا تھا، یہاں تک لانا اِن کی ذمہ داری تھی، آگے مولانا کمال الدین قادری (جامعہ اسلامیہ چکسواری میر پور) تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے، اس سے آگے مولانا کمال الدین صاحب کی۔''

اِس طریقہ مبارکہ سے اپنے تلامذہ کی خبر گیری بھی ہو جاتی ہے اور قابلِ اصلاح باتوں کی اصلاح و تلقین بھی۔ نیز ان علاقوں میں ہونے والی تبلیغی، تحریکی اور تعلیمی سرگرمیوں سے بھی آگاہی کا موقع مل جاتا ہے۔ نیز ایسے بلند پایہ علما کے تشریف لے جانے سے انتظامیہ و دیگر حضرات پر ایسا تاثر پڑتا ہے جو اُس تلمیذ کے حق میں بہتری کا سبب بنتا ہے۔

حضرت قبلہ حافظ صاحب انگلینڈ تشریف لے گئے، وہاں فقیر کے دو بزرگ حاجی محمد ناظم صاحب (اسلام گڑھ، میر پور) اور حاجی بابو محمد اکبر صاحب (بھمبر) اُن کی مجلس میں حاضر تھے، جو کہ دار العلوم محمدیہ اہلِ سنت کی مالی اور اخلاقی سرپرستی فرماتے تھے، اُن میں اول الذکر کے ساتھ فقیر کا دیرینہ اور گہرا تعلق تھا، جب کہ دوسرے صاحب سے غائبانہ تعلق تھا، وہ بھی حاجی محمد ناظم صاحب زید لطفہٗ کے ذریعے سے۔ وہاں ہالی فیکس کی محفل میں حاجی محمد ناظم صاحب نے عرض کیا: لاہور، مانگا منڈی میں مفتی ظہور احمد جلالی صاحب بھی ہوتے ہیں، اُن کا ادارہ بھی ہے۔ حضرت قبلہ حافظ صاحب چونکہ یہاں تشریف فرما ہوتے رہتے ہیں اور دار العلوم کی تعلیمی و تبلیغی و تحریکی سرگرمیوں سے مکمل آگاہ ہیں، چنانچہ آپ نے جب اپنے تأثرات بیان فرمائے تو دونوں بزرگ بڑے خوش ہوئے۔ بعد ازاں حاجی

محمد ناظم صاحب نے بوقتِ ملاقات فقیر سے فرمایا: پہلے میں نے سوچا ہوا تھا کہ چالیس یا پچاس پونڈ خدمت کروں گا، قبلہ حافظ صاحب کے تاثرات کی وجہ سے 100 پونڈ پیش کیا۔

پھر ایک ملاقات میں قبلہ حافظ صاحب نے فرمایا: میں انگلینڈ گیا تو وہاں تمہارے دوستوں سے ملاقات ہوئی، وہ تمہارے ادارے کے بڑے خیر خواہ محسوس ہوتے تھے۔

دارالعلوم محمدیہ للبنات کی طالبات

قبلہ حافظ صاحب زید مجدہٗ دارالعلوم ہذا کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازتے رہتے ہیں۔ ایک بار بچیوں کے سالانہ امتحان کے سلسلہ میں بھی جلوہ گر ہوئے، آپ نے 15 نومبر، 2021ء کو فون پر ارشاد فرمایا: کل صبح تقریباً سات بجے آپ کے پاس پہنچیں گے۔ فقیر نے گھر والوں کو ناشتا کی تیاری کا کہا تو فقیر زادیاں سعادتِ خدمت پر بہت خوش ہوئیں۔ اُنھوں نے ناشتا کی تیاری میں جس محبت کا اظہار کیا گو کہ وہ ایسے عظیم المرتبت استاذ کے شایاں کب ہوسکتا ہے! بظاہر خدمت کا ذوق نظر آرہا تھا اور بحمدہٖ تعالیٰ پانچ آدمیوں کا ناشتا پندرہ کے لیے کافی تھا، کئی اور احباب بھی حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اتنا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک ایک کپ چائے اور بسکٹ وغیرہ کافی تھے۔ راقم نے کہا: فقیر زادیوں اور دیگر بچیوں نے اپنی خوشی میں یہ تیار کیا ہے، نیز جو بچے گا طالبات تبرک سمجھ کر کھائیں گی۔

28 اکتوبر، 2021ء کو تحریک لبیک پاکستان کا اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ جاری تھا۔ شاہدرہ لاہور، گوجرانوالہ میں پولیس کی غنڈہ گردی جاری تھی، فقیر گو کہ T.L.P کا باقاعدہ رکن، کارکن یا عہدے دار نہیں، لیکن ان عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نظریہ اور خیالات کا مکمل طور پر حامی تھا، رات 12:30 بجے پولیس نے دارالعلوم کا بڑا گیٹ توڑ کر

یلغار کر دی اور مسلسل غلیظ تر گالیاں دیتے رہے اور جو سامنے آتا اسے مارتے پیٹتے۔ طالبات نے گالیوں پر احتجاج کیا تو اُنھیں بھی مارنا پیٹنا شروع کر دیا، جس سے وہ شدید زخمی ہوئیں۔ فقیر زادے حافظ محمد جواد جلالی، محمد حمزہ عزیز جلالی نے شور سنا تو صحن میں آ گئے اور گالیاں دینے والوں کا مقابلہ کیا، اُمِ حماد بھی ان کا مقابلہ کرتی رہیں۔ جب فقیر اور دونوں فقیر زادوں کو پولیس والے اپنی گاڑی میں بٹھا کر تھانے لے گئے تو طالبات نے رات تقریباً ایک بجے مانگا منڈی بائی پاس پہنچ کر روڈ بلاک کر دی۔ اس انداز میں طالبات کا مجاہدانہ کردار تاریخِ پاکستان میں پہلی بار دیکھنے میں آیا۔ حضرت قبلہ حافظ صاحب زید لطفہٗ 16 نومبر علی الصبح تشریف فرما ہوئے اور اِن حالات کی تفصیل سنی تو آفریں آفریں کی صدائیں دیتے رہے اور طالبات کو شاباش دیتے رہے۔

نائبِ محسنِ اہلِ سنت

موجودہ دور میں جس ذات پر محسنِ اہلِ سنت کا لقب سچا آتا ہے وہ استاذ الاساتذہ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ کریمہ ہے۔ تنظیم المدارس اہلِ سنت کی تنظیمِ نَو اور اسے بامِ عروج تک پہنچانا، فتاوی رضویہ کی اشاعت و تخریج، مدارس کا قیام و دیگر خدمات، تَقَبَّلَ اللّٰہُ تعالیٰ ذالك. اِن تمام امور میں جس ذات نے مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کا دست و بازو اور بااعتماد رفیق و خادم بن کر ساتھ نبھایا ہے وہ ہمارے استاذ گرامی، سرخیلِ علمائے حق، استاذ الاساتذہ علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ہیں۔ أَسْعَدَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ بِأَنْفَاسِہِ الْکَرِیمَة۔

اللہ تعالیٰ ان کے خلوص کی برکت سے ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ دین کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین ﷺ

حافظِ ملت......محافظِ عقائدِ اہلِ سنت

تحریر: استاذ الاساتذہ مولانا غلام نصیر الدین چشتی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، لاہور

ما ہمہ فانی وبقا بس تُرا ست
ملک تعالی وتقدس ترا ست
اے شرفِ نامِ نظامیؔ بتُو
خواجگیٔ اُوست غلامی بتو

اے وہ ذات پاک کہ نظامی کے نام کا شرف تجھ سے ہے، تیری بندگی اس کے لیے سرداری ہے۔

حافظِ ملت ہیں بہر رفضیاں ضربِ کلیم
اہل سنت کے لیے ہیں صبح کی بادِ نسیم

....

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر
حرف اُس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

(ضرب کلیم)

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا۔ (الفرقان:63) ’’رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور اگر جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تمہیں سلام ہو۔‘‘

ایک مسلمان جب کوئی اچھا کام شروع کرتا ہے تو اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے، اس کی تسبیح وتحمید سے؛ لہٰذا لازم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے اُن خاص بندوں کا ذکر ہو جو قرآنِ پاک کی اصطلاح میں **راسخون فی العلم** کہلائے، جن کا وظیفۂ حیات کتاب وسنت کے علم کو عام کرنا ہوتا ہے، جن نفوسِ قدسیہ کو عباد الرحمٰن کے لقب سے نوازا گیا ہے......تو خصوصاً خالقِ حقیقی کا شکر ادا کیا جائے جس نے اِس پُرفتن دور میں، جب کہ مادہ پرستی غالب ہے اور خارجی ورافضی عقائد کی بھر مار ہے، ایسی راسخ العقیدہ اور راسخ فی العلم کوہِ استقامت ہستیوں سے خلقت کو شرف بخشا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

(مَیں یہاں ایک غلطی کرنے لگا تھا کہ قبلہ حافظ صاحب یاد آگئے اور سنبھل گیا۔ ایک دفعہ ایک دارالعلوم میں صوبائی سطح کا مسابقہ یا مقابلۂ تقریر انقعاد پذیر تھا، موضوع تھا ''قرآن اور علامہ اقبال''، عجیب اتفاق کہ کسی بھی مقرر نے قرآنِ پاک کی کوئی آیت نہ پڑھی، حتی کہ جن صاحب نے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا اُنھوں نے بھی نہیں، اگلے مرحلہ میں تقسیمِ انعامات کی تقریب تھی، اس میں حافظ صاحب قبلہ نے ایسی ہی صورت حال کے دوبارہ وقوع پر اپنی تقریر میں فرمایا: عموماً ہمارے احباب اول تو قرآن مجید پڑھتے نہیں اور اگر پڑھیں بھی تو کہتے کہ شیخ سعدی نے گلستان میں فرمایا ہے: اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ)

ہم سنی زندہ قوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم مُردہ پرست یا میت نواز واقع ہوئے ہیں، کسی بڑے سے بڑے فقیہ، محدث، مفسر، صوفی بزرگ یا استاذ کی زندگی میں اس کے بارے میں چند کلماتِ تحسین کہنے سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور ان کی وفات کے بعد انھیں فخر العلما، علامۃ الدھر، فقیہ العصر، حافظ الحدیث محدثِ اعظم، عالمِ بے بدل، قطب الاقطاب اور نہ جانے کیا کیا القابات سے نوازتے ہیں۔

ہمارے ایک بزرگ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، جوصدرالشریعہ فقیہ العصر مولانا محمد امجد علی اعظمی (صاحبِ بہارِ شریعت) کے صاحب زادہ، اللہ تعالیٰ کی ان پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں......وہ بڑے ظریف الطبع بزرگ تھے، آپ فرماتے تھے: ''بھئی! سوانح وہ جو کسی کی زندگی میں لکھی جائے، پس مرگ واویلا سے کیا حاصل؟''

یہ جان کر نہایت خوشی ہوئی کہ مجلہ ''النظامیہ'' استاذ العلما حضرت قبلہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم کی تعلیمی، تدریسی، تصنیفی تألیفی اور انتظامی خدماتِ عالیہ وعالمیہ کو خراجِ تحسین وتبریک پیش کرنے کی غرض سے ایک یادگار نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، ادارے کا یہ اقدام نہایت احسن اور قابلِ قدر اور لائقِ تقلید ہے۔

حضرت حافظ صاحب ''مرنجان ومرنج'' سے مردِ حق ہیں، مشرب آپ کا ''بادوستان تلطّف بادشمناں مدارا'' اور

مباش درپئے آزارِ کس وہرچہ خواہی کُن
کہ در شریعتِ ماغیر ازیں گناہے نیست

اور ''دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ'' قسم کے درویشانہ اوصاف کا حسین سا گلستان ہیں، لیکن یادرہے مسلمہ متواترہ عقائد کی بات ہوتو پھر نرمی کا رویہ سخت مضر ہے، بلکہ خصوصاً ایک عالمِ دین اور مقتدا کا وہاں ڈھیل ڈھال اور ڈانواں ڈول طرز اختیار کرنا ہزاروں کے عقیدہ وایمان کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔

ذرا سوچیں کہ ایک سپہ سالار عین حالتِ جنگ میں ہو اور دشمن کے ساتھ اس کی نرمی ورحم دلی کا نتیجہ؟ اور ایک ڈاکٹر اور معالج وسرجن مریض کے کینسر زدہ عضو کو کاٹنے میں رحم دلی اور نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عضو کو کاٹنے سے گریز کرے تو نتیجہ؟ اسی طرح اگر

اہلِ سنت کے جسم میں کچھ اعضا ترفض، تشیع یا توہب کے کینسر میں مبتلا ہو جائیں تو ان زہر زدہ، کینسر زدہ اعضا کو فوری کاٹ کر پھینک دینا چاہیے؛ تا کہ باقی جسم کو نقصان نہ پہنچے۔

میرا اِس مقام پر قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کے ایک ملفوظ شریف کی طرف ذہن جا رہا ہے جو اس جگہ بیان کرنا بڑا برمحل ہے، اس سے بہت سارے خدشات کا ازالہ بھی ہو جائے گا آپ فرماتے ہیں:

''کفار کا مومنین کے ساتھ جنگ کرنا درحقیقت اتنا مضر نہیں جتنا کہ بداعتقاد لوگوں کی تقریر وتحریر؛ کیونکہ کفار کے ساتھ جنگ سے بڑی تکلیف یہی ہوتی ہے کہ مومن، کفار کی تلوار کے غلبہ سے مقتول ہوتے ہیں،لیکن ایمان رکھتے ہوئے مقتول ہونا تو ایک بڑی کامیابی ہے، دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ،انسان محلِ حوادث ہے۔جسم برباد بھی ہو جائے مگر ایمان باقی رہے تو کوئی ضرر نہیں۔مگر جو شخص اسلام کا دعوی کرے اور''محراب'' میں منبر پر کھڑے ہو کر واعظانہ صورت میں ناصحانہ آیات واحادیث پڑھ کر بے جا تأویلوں اور حیلہ بازیوں سے اہلِ اسلام کے عقیدوں میں خلل پیدا کرے تو ایسے شخص کا ضرر بہت زیادہ ہے؛ کیونکہ اس کی زبان کا ڈنگ روح اور ایمان کے لیے ایک خطرناک اژدہا (زہریلا سانپ) ہے جس سے متاعِ اسلام برباد ہو جاتی ہے۔صحبتِ بد کا اثر برے کام کرنے سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ہم سے تو ایسی فقیری نہیں ہو سکتی کہ عقائدِ متواترہ اسلامیہ پر ایسے حملوں کے وقت خاموش بیٹھ کر تماشا دیکھا کریں اور ہم ایسے فقر سے بھی ہزار دل سے بیزار رہیں جو عین مداہنت اور بے غیرتی ہو۔''

مزید فرمایا:

''مرزا قادیانی سے مقابلہ کے وقت بھی بعض مہربانوں نے جو اخلاص کا معنی نہیں جانتے اعتراض کیا کہ فقرا کا کام بحث مباحثہ نہیں، اُنھوں نے یہ نہ جانا کہ یہ جہاد اس شخص کے ساتھ ہے جس کے خیالات فاسدہ کی تیغ بے دریغ سے ملتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم برباد ہو رہی ہے۔ (ملفوظاتِ مہریہ، ملفوظ 156)

حضرت حافظِ ملت دامت برکاتہم العالیہ نے عقائدِ متواترہ اسلامیہ کا جس احسن انداز سے دفاع فرمایا ہے اُس سے اُنھوں نے اسلاف کرام کی یاد تازہ کر دی ہے۔ ایسے ہی علما ''آلِ شیخ'' کہلانے کے مستحق ہیں۔ آپ حقیقی معنوں میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی روحانی و معنوی آل یعنی آل شیخ ہیں۔ ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

آج اہلِ سنت کو جن گونا گوں مسائل کا سامنا ہے، ان میں سرفہرست وہی مسئلہ ہے جس کے بارے میں اپنے دور میں حضرت عبد القادر بیدل علیہ الرحمہ نے بڑی دردمندی اور دل سوزی سے فرمایا:

آخر اقبال دین به اِدبار اُفتاد
صلح اقرارہا به انکار افتاد
جمعیت سنت و جماعت کم شُد
بارفضی و خارجی سر و کار افتاد

ترجمہ: آخر کار دین کی بلندی، بدبختی میں بدل گئی ہے اور اقرارِ حق سے پیدا ہونے والی صلح، انکار پر منتج ہوئی ہے۔ اہلِ سنت و جماعت کے اتحاد میں کمی رونما ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ ملتِ اسلامیہ کو شیعوں اور خارجیوں سے نمٹنا پڑا ہے۔

حافظِ ملت مدظلہ العالی کے خطاب، تقریر، افتتاحِ سبق کی تقریب یا آخری حدیث مبارک کا درس دو طریق سے ہوتا ہے: (۱) دریا سمٹے، قطرہ ہو جائے۔ (۲) قطرہ پھیلے، دریا ہو جائے۔ یہاں ایک اسلوب ذکر کیا جاتا ہے:

سبق کا آغاز (طریقِ کار قبلہ حافظِ ملت)، مدرسہ ادارہ محمدیہ مغلپورہ، لاہور

بسم الله الرحمٰن الرحیم o اللّٰهمّ صلِّ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآله وأصحابه وسلم۔ o ربّ یَسِّرْ وَ لَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بالخیر o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (پوری سورۂ مبارکہ کی تلاوت) درسِ نظامی، تجوید، حفظ...... تینوں درجات کے طالب علموں کا سبق شروع۔

تین چیزوں کا ادب ضروری ہے: ۱) استاذ۔ ۲) کتاب۔ ۳) مدرسہ۔ بے ادب کو نہ خود علم کی برکت حاصل ہوتی ہے نہ دوسروں کو۔ عزیز طلبہ! آج آپ کے لیے خوشی کا دن ہے کہ آپ ایک عظیم کام ''علمِ دین'' کا آغاز کر رہے ہیں۔

آدمی کے لیے خوشی کے کئی دن ہوتے ہیں: (۱) شادی کا دن (۲) عید کا دن (۳) امتحان میں کامیابی کا دن (۴) اور پھر فارغ التحصیل ہونے اور دستار بندی کا دن۔

نئے مدرسین کے لیے آپ نے تین ہدایات ارشاد فرمائیں: (۱) خود مطالعہ۔ (۲) تکرار و محنت۔ (۳) خود اعتمادی۔

دعا: اللہ تعالیٰ ہم سب کے علم و عمل میں، عمر میں، صحت میں، مال اور عزت میں برکتیں عطا فرمائے، معاونین کو اللہ تعالیٰ اچھا انعام عطا فرمائے۔ سب اساتذۂ کرام کے علم و عمل میں برکتیں ڈالے اور ان کے عزائم اور مساعیِ جمیلہ میں پختگی اور استقامت بخشے اور اِن کو خوش حالی عطا فرمائے۔ آمین

حافظِ ملت......سعادت مند شاگرد اور عظیم استاذ

تحریر: جانشینِ شرفِ ملت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں لوگوں کے نزدیک کامیابی کے معیارات مختلف ہیں، موجودہ مادی دور میں کامیاب اُسے سمجھا جاتا ہے جس کے پاس عالی شان رہائش، جدید ترین ماڈل کی گاڑی اور کروڑوں کا بینک بیلنس ہو، بدقسمتی سے اِس مادی رجحان نے معاشرے کے ہر طبقے کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے......مگر زندگی کی پچاس بہاریں دیکھنے کے بعد مجھ عاجز کے دل و دماغ میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان رچ بس گیا ہے: مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خیرًا یُّفَقِّھْہُ فی الدین۔ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

آج مجھے دینی مدارس میں مسندِ تدریس پر فائز اپنے دوست اور وہ احباب دیکھ کر رشک آتا ہے جن کے ساتھ کبھی کسی علم وفن کی مباحث دہرائی تھیں، اِن سے زیادہ اپنے اُن اساتذۂ کرام پر رشک آتا ہے جو زمانے بھر کی مادی آسائشوں اور مالی منافع کو ٹھوکر مار کر دین کا علم پھیلانے کے لیے بوریہ نشینی پہ شعوری طور پر راضی ہو گئے، ایسے ہی اساتذہ میں سے اُستاذ العلما حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں، جن کے علمی فیوضات اور شفقتوں سے ایک طویل عرصہ بہرہ ور ہونے کا موقع ملا۔

آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں تعلیم حاصل کی اور اپنے اُستاذِ گرامی مفتئِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر لبیک کہتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اپنی زندگی جامعہ نظامیہ رضویہ کے لیے وقف کر دی۔

جامعہ میں تدریسی اور انتظامی خدمات نہایت دلجمعی سے سرانجام دیں، کبھی دائیں بائیں نہیں دیکھا، بلکہ اپنے عظیم استاذ کی ہدایات، دعاؤں اور شفقتوں کے سائے میں مسندِ تدریس پر بیٹھ کر علم کا نور بانٹتے رہے۔ اپنے عظیم استاذ کو تعلیمی اور انتظامی معاملات کی طرف سے بے فکر کر دیا۔ طلبہ کا داخلہ، اُن کی رہائش اور اُن کے امتحانات جیسے انتظامی اُمور کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھالیا، اِس طرح حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اِس عظیم شاگرد سے ہمیشہ خوش رہے اور اِسی خوشی کی کیفیت میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

کسی بھی انسان سے اُس کے والدین، اُستاذ یا پیر و مرشد میں سے کوئی ایک بھی خوش ہو جائے تو اُسے دارین میں کامیابیوں، خوشیوں اور عزت کا پروانہ مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذِ گرامی مدظلہ العالی کے نہ صرف پاکستان، بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے شاگردوں اور اِرادت مندوں کے دلوں میں محبت، عقیدت اور احترام کے چراغ روشن ہیں، یہ سب کچھ کسی سیاست دان، صنعتکار یا کسی اعلیٰ سرکاری عہدے دار کو حاصل نہیں ہوسکتا، یہ بن دیکھے دین سے محبت، اپنے اُستاذ اور دین کی خدمت کا ثمر ہے۔

مَیں نے حضرت استاذِ گرامی مدظلہ العالی سے مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا۔ اُن کا انداز ہمیشہ عام فہم ہوتا تھا، کلاس کے تمام طلبہ اپنی ذہنی استعداد مختلف ہونے کے باوجود اُن کی زبان سے ادا ہونے والے کلمات کو دل و دماغ میں نقش محسوس کرتے تھے، شفقت اور لطف وکرم کے ساتھ مشکل مباحث کو ذہن نشین کروانا ان کا ایک اہم وصف ہے۔

حضرت استاذِ گرامی اپنے تمام اساتذۂ کرام کے سامنے سعادت مندی کے پیکر دکھائی دیتے ہیں۔ راقم جب بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا ہے آپ حضرت والدِ گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت سے بہت محبت اور شفقت فرماتے

ہیں۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد جب بھی اُن سے ملا وہ پھر نہایت اہتمام سے پوچھتے ہیں: ''اماں جی کا کیا حال ہے؟''

آپ کا حضرت والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے ساتھ بہت محبت اور احترام کا تعلق رہا، دوسری طرف حضرت والدِ گرامی بھی اُن سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حافظِ ملت مدظلہ العالی نے خود مجھے بتایا کہ ''جب حضرت شرفِ ملت رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی لالہ زار والی رہائش گاہ میں منتقل ہو گئے تو میں وہاں اُن سے ملنے جاتا، تب وہ واپسی پر مجھے دروازے تک رخصت کرنے کے لیے تشریف لاتے اور پھر وہاں کچھ دیر کھڑے رہتے۔ چنانچہ میں نے یہ اہتمام کیا کہ میں حضرت شرفِ ملت سے واپسی کی اجازت لینے سے پہلے سواری والے ساتھی سے کہتا کہ گاڑی اسٹارٹ کر کے رکھو؛ تاکہ حضرت شرفِ ملت کو میری خاطر اپنے گھر کے دروازے پر زیادہ دیر نہ رکنا پڑے۔'' ایسے سراپا سعادت تلامذہ سے اُن کے شاگرد بھی اِسی طرح محبت اور عقیدت کا اِظہار کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بعض اوقات حضرت حافظِ ملت مدظلہ العالی حضرت والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے پاس تشریف لاتے اور ان سے بخاری شریف کے بعض مقامات کے بارے میں مشاورت فرماتے اور دعائیں لیتے۔

یہاں مجھے چشتیہ صابریہ سلسلے کے ایک بزرگ محترم اکرام الحق لدھیانوی علیہ الرحمہ کی بات یاد آ رہی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا تھا: ''دُعا کروانا اور بات ہے، جب کہ حسنِ ادب کی بدولت دعا لینا اور بات ہے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا فرمائے، آپ کا سایۂ عاطفت تمام شاگردوں کے سروں پر تا دیر سلامت رکھے۔ آپ کا دین سے لگاؤ، تدریسی ذوق اور اساتذہ کے ساتھ سعادت مندی پر مشتمل دعائیں لینے والا جذبہ آپ کے شاگردوں کو بھی نصیب رکھے۔

ایسا کہاں سے لاؤں تجھ سا کہیں جسے

استاذ الاساتذہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

یادوں کے جھروکے میں ماہِ شوال 1976 کا وہ منظر اب بھی تازہ ہے...... صبح کا وقت، سورج روشنی کی خیرات تقسیم کیے منزل کی طرف رواں دواں، دروازے پہ دستک ہوئی، دروازہ کھولا تو باہر ایک جوان دینی شخصیت موجود تھی...... سفید لباس زیبِ تن کیے، جناح کیپ سر پہ سجائے، چہرے سے متانت و وقار مترشح تھا اور قد و قامت کی زیبائی شباب کو چار چاند لگا رہی تھی...... مجھ سے استفسار فرمایا: ''گل ریحان کا گھر یہی ہے؟'' میرا جواب اثبات میں پا کر گویا ہوئے: میرا نام حافظ عبد الستار ہے، اپنے بھائی حافظ ریحان صاحب کو میری اطلاع کیجیے''، بھائی جان اُس وقت شدید بخار میں تھے اور چلنے پھرنے سے قاصر تھے؛ لہٰذا میں نے بھائی صاحب کے حکم پہ آپ کے حسبِ حال میزبانی کے فرائض ادا کیے۔ اس وقت میری عمر صرف نو برس تھی اور اپنے آبائی گاؤں ''چن سیر'' میں قیام تھا۔

قبلہ حافظِ ملت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے یہ پہلی ملاقات تھی اور حضرت حال ہی میں درسیات سے فارغ التحصیل ہوئے تھے، اُس عنفوانِ شباب کی رعنائیوں سے آراستہ ''حافظ عبد الستار'' سے لے کر آج کے ''جامع المعقول والمنقول، حافظِ ملت، ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی'' تک کا سفر ایسا پُرنور، باوقار اور قابلِ تقلید ہے کہ چمن کا ہر پھول ان سا بننے کا خواہش مند ہے۔

اِسی سیاحتی دورے سے واپسی پہ آپ نے میدانِ عمل میں قدم رکھا اور مسندِ تدریس کا اعزاز پانے کے ساتھ ساتھ نظامتِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ کے شرف سے بھی ہم کنار

ہوئے اور دونوں عہدوں سے کامل وفا کا ثبوت فراہم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے نظامتِ تعلیمات کے حوالے سے جو اوصاف آپ کو ودیعت فرمائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں...... نظم وضبط کی پابندی، اوقاتِ تعلیم اور نفاذِ جدول پہ دسترس، اساتذۂ کرام کا تعین اور سٹاف سے محبت واخلاص پہ مبنی تعلق آپ کا خاصہ ہیں۔

آپ کی شخصیت کا دبدبہ ہے کہ طلبہ صرف آپ کی جھلک دیکھ کے ہی ''مائل الی المقصوذ'' ہو جاتے ہیں، حالانکہ آپ کی شفقت کا عالَم یہ ہے کہ ہر طالبِ علم اپنے آپ کو حافظ صاحب کے سب سے زیادہ قریب خیال کرتا ہے۔

عام طور پہ تدریس اور نظامت دو الگ الگ شعبے خیال کیے جاتے ہیں اور شاذ ہی ایسا ہوا کہ ایک شخصیت دونوں کے تقاضے احسن طریقے سے پورے کر سکے، لیکن قبلہ حافظِ ملت کی ذات میں رب تعالیٰ نے گونا گوں خصوصیات رکھی ہیں...... جہاں تنظیمی وانتظامی اُمور میں آپ کو ملکہ حاصل ہے وہاں آسمانِ تدریس کے مہرِ درخشاں ہیں اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے مستعار لیتے ہوئے ''جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں'' ابتدائی کتب سے لے کر منتہی کتب کی تدریس تک، صرف ونحو کے اسباق سے لے کر منطق وفلسفہ اور اُصولِ فقہ و حدیث کے فنون کی تعلیم تک، آپ ہر میدان کے شاہسوار ہیں۔ طلبہ کی اولین خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اسباق قبلہ حافظ صاحب کے پاس ہوں...... دھیما انداز، فلسفیانہ طرزِ سخن، صغری کبری کے نتائج سے مرتب کلام، لفظ لفظ منتخب، جملہ جملہ مرتبط، ''دستِ سعادت'' کے اشارات اور چہرے کے احساسات سامنے بیٹھے ہوئے فرد پہ علم وحکمت کے دریچے کھولتے چلے جاتے ہیں۔ آدمی بور نہیں ہوتا بلکہ ''ساقیا اور پلا، اور پلا'' کے مصداق ایک ہی گھونٹ میں پورا جام نوش کرنے کا خواہاں دکھائی دیتا ہے۔ ''جامع المعقول والمنقول'' کی ترکیب

آپ کے لیے انتہائی موزوں اور مبنی بر صداقت وحقیقت ہے۔منفرد تدریسی انداز کو جب آپ خطابت میں استعمال فرماتے ہیں تو موضوع کی تمہید،تشریح اور تفہیم کسی یونیورسٹی کا ایسا لیکچر محسوس ہوتا ہے جہاں اول سے آخر تک موزونیت ومفہومیت کا تازہ گلستاں قوتِ تعقّل کو جلا بخشتا ہے۔سہل ممتنع کی نثری صورت حضرت حافظِ ملت کے کلام کا خصوصی حصہ ہے۔

آپ نے عوام وخواص کے لیے بیک وقت بصیرت کے چراغ روشن کیے،مافی الضمیر کو ذہنوں میں سجا دینا آپ کا کمال ہے۔نکتہ آفرینی اور سہل طرازی اقامتِ حجت و دلیل میں جہاں ذوقِ سامعین کا سامان ہے وہاں آپ کا بیان ''شفائے علیل'' کے طور پہ بھی کام کرتا ہے...... کہ ایک طرف تو ''اِحکام و اِعلائے حق'' کا پیام ثابت ہوتا ہے اور دوسری جانب مخالف کے شکوک وشبہات کی کثافت کا ماحی۔

نظامت،تدریس اور خطابت کے ساتھ تصنیف کا پہلو بھی قابلِ ذکر ہے۔صرف ونحو اور منطق کے بنیادی قوانین کی تدوین سے لے کر سنن نسائی کے ترجمے تک،نصابی وغیر نصابی وقیع تصنیفات آپ کے علمی رسوخ کی آئینہ دار ہیں،بالخصوص فتاوی رضویہ کی طبع نَو میں آپ کا کردار سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔جامعہ نظامیہ رضویہ جیسی شہرہ آفاق درس گاہ کی نظامت وتدریس کی ہمہ وقت مصروفیات کے باوجود ایسے تحریری شہ پارے کسی کرامت سے کم نہیں۔

مذکورہ بالا ہمہ جہت اوصاف کی بنا پہ آپ کی ذاتِ پُرفیض سے بلا مبالغہ ہزاروں تشنگانِ علم ودانش فیض یاب ہوکر ہمسرِ ثریا ہوئے،محراب ومنبر کے وارث بنے،مسندِ افتا کی زینت قرار پائے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں قائدانہ ومجاہدانہ روش کے ساتھ مقبولِ خاص وعام ہوئے۔اس دور میں درسِ نظامی کے جید اساتذہ میں سے ایک بڑی تعداد آپ

کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے والوں کی ہے۔آپ نہ صرف مردانِ حکمت تراشتے ہیں، بلکہ جب اُن کا کسی ادارے میں تعین ہوجائے تو وقتاً فوقتاً اُن کی کارکردگی ملاحظہ کرنے کی غرض سے بذاتِ خودتشریف لے جاتے ہیں،جس سے مدرسین کی نہ صرف حوصلہ افزائی ہوتی ہے بلکہ وہ ادارے کی ترقی کے لیے مزید کوشاں ہوتے ہیں۔

قبلہ حافظِ ملت اپنے اکابر کی حسین روایتوں کے علمبردار اور مقدس نسبتوں کے محافظ ہیں، جہاں آپ نے اپنے استاذِ گرامی مفتیٔ اعظم پاکستان، فقیہِ ملت مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کی نسبتِ تعلّم پہ مسلسل پہرا دیا، وہاں روحانی فیوض و برکات کا اکتساب کرتے ہوئے اپنے شیخِ کامل کے ساتھ بھی مستحکم تعلق کودوام بخشا۔آپ اکتوبر 1979ء میں حضور غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور پھر مرشدِ گرامی کے بتائے ہوئے طریق پہ ایسے گامزن ہوئے کہ کبھی تعطّل نہیں آیا۔اورادو وظائف کی پابندی، پیر بھائیوں کے ساتھ روحانی محافل کا انعقاد اور بزمِ سعید کے نام سے ''مجلسِ روحانی'' میں مسلسل شرکت کے ساتھ ساتھ ہر سال ملتان شریف حاضر ہوکر عرسِ مبارک میں شرکت آپ کے معمولات کا لازم حصہ ہے۔عرسِ پاک میں شریک ہونے کے بعد جنوبی پنجاب کے کئی علاقوں کی سیر بھی آپ کے سالانہ پروگرام کا جزو ہے، جس میں علمائے کرام سے ملاقاتیں، مدارس کا دورہ اور قدرتی حسن سے مزین مقامات کا نظارہ پیشِ نظر ہوتا ہے۔آپ سیر وسیاحت کے دلدادہ ہیں؛ کیونکہ ان اسفار میں ''**سیروا فی الارض**'' کے تحت نظامِ قدرت کی دلکشی ورعنائی پوری طرح عیاں ہوتی ہے اور ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے نظامِ کائنات کے اسرار سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

آپ 17 مرتبہ حرمین شریفین کے سفر کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، اس کے علاوہ

عراق، ابوظہبی اور دبئی بھی تشریف لے جا چکے ہیں۔ 2013ء میں برطانیہ کا وزٹ فرمایا اور جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلا کو برطانوی سرزمین پہ ''مجلس علماء نظامیہ'' کا پلیٹ فارم فراہم کیا، برمنگھم میں علامہ رسول بخش سعیدی صاحب کے ادارے ''فیضانِ رسول'' میں تنظیم سازی ہوئی۔ اِسی طرح آپ ہر سال سندھ اور بالخصوص کراچی کے مدارس اور روحانی مقامات کا دورہ بھی فرماتے ہیں۔

قبلہ حافظِ ملت نے جہاں خود رب تعالیٰ سے اِس قدر رفیع مقام و مرتبہ پایا وہاں دوسرے علما کی توقیر بھی آپ کے اوصاف کا حصہ ہے، خصوصاً آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا یہ عالم کہ ہر سال باقاعدہ طور پر سادات طلبہ کی دعوت کرتے ہیں اور انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات سے دسترخوان سجاتے ہیں۔ کئی سالوں سے ہر روز نمازِ ظہر کے بعد ساداتِ کرام کو چائے وغیرہ پیش کرنے کا سلسلہ بھی جاری کیے ہوئے ہیں۔

راقم نے طویل عرصہ سفر و حضر میں آپ کی صحبتِ فیض سے حصہ پایا، آپ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی کی تدریس کا موقع ملا اور خصوصاً پچھلے 18 سال سے حدیث شریف پڑھانے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ کی ذات بابرکات سے بہت کچھ سیکھا اور اب بھی یہ عمل جاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شخصیت ایسا شجر ثمر بار ہے جہاں سے تشنگانِ علم و حکمت خوشہ چینی کر کے نہ صرف فیض یاب ہوتے ہیں، بلکہ فیض رساں بھی بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُستاذ مکرم قبلہ علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے علم و فضل اور صحت و عافیت میں برکات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظِ ملت......پیکرِ فضل وتقوی

تحریر: مولانا مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی، رئیس دارالافتاء جامعہ انوارالقرآن، کراچی

فقیر پُرتقصیر اِس لائق تونہیں کہ اتنے عظیم آفتابِ علم اور شیخ الشیوخ والمشائخ کے بارے میں لب کشائی کرے، مگر معلوم ہوا کہ آپ کی خدمات کے اعتراف میں خصوصی شمارہ شائع کیا جارہا ہے، چنانچہ سعادت سمجھتے ہوئے یہ چند بے ترتیب الفاظ تحریر کرنے کی جسارت کی ہے۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث، پیکرِ علم وحِلم علامہ حافظ محمد عبدالستار صاحب سعیدی دامت فیوضہم القدسیہ بلاشبہ ملتِ اسلامیہ کے لیے جلیل القدر مقتدی وپیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں؛ کیونکہ آپ ''علم''، ''فضل'' اور ''زہد'' و ''تقوی'' ......سبھی کے مجسم پیکر ہیں۔ اوّل الذکر یعنی علم وفضل کی دلیل آپ کی بے مثال تدریس، تقریر اور تحریر وتصنیف ہے، خصوصاً امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاوی رضویہ پر آپ کا علمی اور وقیع کام آپ کے علم وفضل کی روشن دلیل ہے......اور ثانی الذکر یعنی زہد وتقوی کی دلیل آپ کی سادگی، متانت وسنجیدگی اور ہر جلیل وقلیل کے ساتھ بے پناہ شفقت واخلاق ہے، جس پر دنیاوی نمود ونمائش اور علمی تفاخر سے بے رغبتی نورٌ علٰی نور ہے۔

کاش ہم ان ہستیوں کی قدر کرسکیں اور ان کی زندگی سے یقینِ محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم جیسے علمی، فکری اور روحانی اسباق سیکھ سکیں۔

اللہ جل وعلا آپ کا سایۂ عاطفت ملتِ اسلامیہ پر دراز فرمائے، آپ کی خدماتِ دینیہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے۔ آمین

حافظِ ملت......ایک ہمہ جہت شخصیت

تحریر: مولانا صاحب زادہ ریحان امجد علی نعمانی، مہتمم دار العلوم امجدیہ کراچی

استاذ العلما، پاسبانِ مسلکِ رضا، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بلاشبہ آپ کا شمار اہلِ سنت کی عظیم، اجل اور قد آور علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے مایہ ناز شاگرد اور ہزاروں علما کے استاد ہیں۔ آپ کی حیاتِ طیبہ قرآن وسنت کے درس وتدریس، علومِ دینیہ کی تصنیف وتالیف اور فکرِ داتا ورضا کی ترویج واشاعت کی آئینہ دار ہے۔ آپ علم وحلم، تقوی وطہارت، خلوص و للّٰہیت اور ایثار کے پیکر ہیں۔

آپ بہترین مدرس، مصلح، اعلیٰ مدبر، مربی اور بہترین منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ محقق، مصنف اور مترجم بھی ہیں۔ تدریس وتصنیف محبوب ترین مشغلہ ہے۔ آپ اپنے حلقۂ درس میں شامل طلبہ کی اجتماعی تربیت کے ساتھ ساتھ ہر ایک طالبِ علم کی انفرادی تربیت پر بھی خاص توجہ فرماتے ہیں اور طلبہ کی استعداد، ذہنی آمادگی، دلچسپی اور میلانِ طبع کے مطابق ان کی کامل راہ نمائی فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقۂ درس سے فیض پانے والوں میں اجلہ علما، خطبا اور مدرسین کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے قائدین، سیاست دان اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی شامل ہیں۔ آپ کے نامور شاگردوں کی ایک طویل لسٹ ہے۔ تحریک لبیک پاکستان کے بانی اور امیر علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ آپ کے پرتو اور شاگردِ خاص ہیں۔

اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ تدریس انتہائی کٹھن اور صبر آزما کام ہے، اسی وجہ سے عموماً مدرسین صرف شعبۂ تدریس سے ہی وابستہ رہتے ہیں اور اِس کی بھاری ذمہ داریوں کی وجہ سے تصنیف وتالیف اور وعظ و بیان کرنے سے قاصر رہتے ہیں، جب کہ ممدوحِ مکرم اُن اقل اور اجلہ علما میں سے ہیں جنہوں نے تدریس کے ساتھ ساتھ فنِ خطابت میں بھی عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ ملک کے طول وعرض میں وقتاً فوقتاً آپ کے خطابات ہوتے رہتے ہیں۔ لوگ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ آپ کے خطابات سن کر فیض یاب ہوتے ہیں، کمال یہ ہے کہ اِس سے آپ کی تدریس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور علی الصبح بروقت ادارے میں حسبِ معمول تشریف لاکر تسلسل وانہماک کے ساتھ اسباق پڑھاتے ہیں۔

آپ پچھلے کئی سالوں سے دارالعلوم امجدیہ کراچی کے سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت وعرسِ اعلیٰ حضرت میں ہماری دعوت پر تشریف لاکر خطاب فرماتے ہیں۔ اہلیانِ کراچی آپ کا علمی وروحانی خطاب بہت پسند کرتے ہیں اور دلجمعی کے ساتھ آپ کا خطاب سنتے ہیں۔ عرسِ اعلیٰ حضرت کے علاوہ بھی آپ جب کراچی تشریف لاتے ہیں تو کمالِ شفقت ومحبت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے دارالعلوم امجدیہ ضرور تشریف لاتے ہیں اور اپنی محبتوں اور دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ دارالعلوم امجدیہ کے فضلا اور علما بھی سال میں کئی دفعہ حضرت کو دعوت دے کر کراچی بلاتے ہیں۔ شہر کراچی کی طرح دیگر شہروں میں بھی حضرت کے خطابات کا سلسلہ پورے آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہے۔

آپ نے تدریس، تبلیغ اور تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ دین ومسلک کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنے کی سرکوبی میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ فتنۂ قادیانیت، وہابیت، رافضیت، صلحِ کلیت، ناصبیت اور بالخصوص فتنۂ تفضیلیت کا ردِّ بلیغ فرمایا اور ان جملہ

فرقِ باطلہ کی یلغار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہیں اور ناموسِ رسالت، ناموسِ صحابہ واہلِ بیت کے محافظ اور فکرِ اعلیٰ حضرت کے علم بردار ہیں۔

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی محبت اور قلبی، علمی اور روحانی تعلق کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مایہ ناز تحقیقی شاہکار ''فتاوی رضویہ'' کی مکمل فہارس کی ترتیب اور تقریباً چودہ جلدوں کا ترجمہ، تسہیل، مختصراً تشریح، تخریج اور تبویب آپ نے فرمائی ہے۔ بقیہ جلدیں آپ کے رفقا اور شاگردوں کی پوری ٹیم نے مرتب کیں۔ بلاشبہ فتاوی رضویہ کی عالمی تقاضوں کے مطابق اشاعت ان بزرگوں کے بے مثل کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ ہے اور اس عظیم خدمت پر تمام اہلِ سنت آپ کے احسان مند ہیں۔ 2006ء میں آپ کی ان عظیم اور نا قابلِ فراموش خدمات کے اعتراف میں برکاتی فاؤنڈیشن کراچی کی جانب سے آپ کو چاندی میں تولا گیا۔

بلا مبالغہ آپ کی ذاتِ مبارکہ اہلِ اسلام، بالخصوص اہلِ سنّت کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ربِّ کریم آپ کی جملہ خدماتِ دینیہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور آپ کا سایۂ عاطفت اہلِ سنّت پر تادیر صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

حافظِ ملت......آفتابِ علم وعمل

تحریر: مولانا قاری محمد صدیق قادری، گلستانِ جوہر، کراچی

عظیم آفتابِ علم وعمل، شیخ الشیوخ، بقیۃ السلف، وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت، پاسبانِ مذہبِ مہذب اہلِ سنت و جماعت، فخرِ مسندِ تدریس، شہسوارِ میدانِ تحریر حضرت العلام الحافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب أطال اللہ عمرہ و زاد شرفہ کی شخصیت اور آپ کی خدمات پر قلم اٹھانا یقیناً مجھ جیسے کم علم و کج فہم احقر العباد کے لیے ایک جسارت ہے۔مگر چند سطور ضبطِ تحریر میں لانا اس غرض سے ہے کہ اس عظیم المرتبت ہستی کو خراج مجھ حقیر کے لیے توشۂ آخرت ہو جائے۔

تقریباً چار دہائیوں سے زائد پر محیط محبت و اُلفت کا یہ استاذ و تلمیذ کا رشتہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنی رونقیں بڑھاتا جا رہا ہے۔استاذ ایسے کہ ہر شاگرد کو شاگردی پر ناز ہو اور وہ فخر سے خود کو استاذ الکل کا شاگرد گردانتا ہو۔آپ کی ذات کا وصفِ شفقت، جناب کی جملہ صفاتِ عالیہ میں ممتاز و ممیز ہے۔ایک ایسی ہستی کہ جس کے تلامذہ ہزاروں میں، ارادت مند صف بہ صف کفش برداری کے لیے ہمہ وقت موجود رہتے ہوں...... اس ہستی کا فقط اپنے ایک ادنیٰ سے طالبِ علم کی دلجوئی کے لیے ایسے پسماندہ علاقے کا سفر کرنا کہ جس تک رسائی جوئے شیر لانے کے مترادف ہو اور اس کا اظہار استاذِ گرامی خود ان الفاظ میں فرمائیں کہ ”میں اس بستی " قاضیاں والی " میں اِس حال میں پہنچا ہوں کہ آدھا سفر میں نے گھوڑی پر کیا اور آدھا سفر مَیں نے اور گھوڑی نے کشتی پر کیا“ اِسے میں شفقت وعنایت کی انتہا نہ کہوں تو کیا کہوں؟

میرے والدِ گرامی استاذ الحفاظ حاجی محمد کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کی سوئم کی تقریب میں ایک دفعہ پھر تشریف لائے تو فرمایا ”مجھے اِس علاقے اور بستی سے اس لیے محبت ہے کہ یہ حافظ محمد کرم دین کی بستی ہے۔“

یہ میرے لئے انتہائی اعزاز اور شرف کی بات ہے کہ قبلہ استاذِ گرامی جب کبھی کراچی تشریف لاتے ہیں تو فقیر کے غریب خانے کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے رونق عطا فرماتے ہیں۔ اور فقیر کے غریب خانے کو اپنا دولت کدہ ہی تصور فرماتے ہیں۔ سینکڑوں خدمت گزاری کے خواہش مندوں میں فقیر اور فقیر کی اولاد کو یہ شرف بخشنا آپ کی کمال عنایت، شفقت و محبت ہے۔ شہرِ کراچی میں فقیر کا کوئی تعارف نہیں۔ سوائے اس کے کہ قرآن کا خادم ہوں اور یہ کہ شہرِ کراچی میں قبلہ استاذِ گرامی کا میزبان ہوں۔ میرے بچے اور میں خود اس وسیع و عریض شہر میں اس تعارف سے پکارے جاتے ہیں تو سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور اپنے بختوں پر ناز ہونے لگتا ہے۔

کہنے اور لکھنے کو بہت سی یادیں ہیں، بہت سی داستانیں ہیں مگر حرفِ آخر یہ ہے کہ فقیر نے استاذ گرامی سے بڑھ کر مستقل مزاج اور استقامت کا پیکر کسی کو نہیں پایا۔ اگر ''وفا'' کی مجسم صورت اس دور میں کوئی ہو سکتی ہے تو وہ قبلہ استاذ گرامی کی ذات ہے، جو وفا اُنھوں نے مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خانوادے اور ان کے ادارے جامعہ نظامیہ رضویہ سے کی ہے، اس کی مثال صدیوں میں نہیں مل سکتی۔ چالیس سال سے زائد کا عرصہ ایک ہی ادارے کے ایک ہی کمرے کی ایک ہی مسند پر گزار دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ استقامت کی برکت ہے کہ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہوگا جہاں آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ موجود نہ ہوں۔

بے شمار مالی مراعات کی آفرز کو محض مفتیٔ اعظم پاکستان کے فرمان اور ان سے الفت کی خاطر ٹھکرا دینا قبلہ استاذِ گرامی کی استاذ دوستی اور علم دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

میرا رب اس گلشنِ عبد القیوم رحمۃ اللہ علیہ کو تر و تازہ رکھے اور اس گلشن کے رکھوالے اور باغبانی کرنے والے عظیم مردِ مجاہد کو صحت و عافیت، سلامتی اور خیر کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

حافظ صاحب

تحریر: استاذ العلما مولانا سردار احمد حسن سعیدی، مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

ذہین، فطین، ذکی، بردبار، باوقار، سلیقہ شعار، انتہائی صابر و شاکر، حافظ، عالم، مبلغ، مدرس، محقق، مصنف، خطیب، علوم وفنون پر حیرت انگیز دسترس رکھنے والے، بہترین قوتِ حافظہ کے مالک، سبق پڑھانے، سمجھانے اور نکات بیان کرنے کے بادشاہ، کمال کا تدریسی ملکہ، الفاظ کے استعمال اور چناؤ میں بہت محتاط، نہایت فصیح و بلیغ، کلام میں روانی اور چاشنی ایسی کہ سننے والے مسحور ہو جائیں۔ کلاس میں ہوں یا منبر پر، خواص سے مخاطب ہوں یا عوام سے، درسِ قرآن ہو یا درسِ بخاری...... علم کے جواہر ہی بانٹتے ہیں۔ بہترین انتظامی صلاحیتوں سے آراستہ اور تحقیقی و تصنیفی دولت سے مالا مال، ایک مشفق و مہربان استاذ...... اِن تمام اوصاف کو تصویری رنگ میں ڈھالا جائے تو ذہن میں ایک ہی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے ''**شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی زید مجدہٗ**''

راقم نے 1982ء کو جامعہ نظامیہ لاہور کی ابتدائی کلاس میں داخلہ لیا، اس وقت جامعہ میں انتہائی سینئر اساتذہ موجود تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک علم کا روشن ستارہ، ہر ایک اپنی مثال آپ، اگر میں یوں کہوں تو بے جا نہیں ہوگا کہ اُس دور کے اساتذہ جامعہ نظامیہ کی تاریخ کے قابل ترین اساتذہ تھے۔ وہ سب کے سب باکمال تھے لیکن ان میں تین نام سب سے نمایاں تھے:

1) مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ

2) استاذ الشیوخ شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

3) استاذ الاساتذہ علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی، ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

قبلہ حافظ صاحب اُس زمانے میں جوان تھے، بالکل سیاہ داڑھی، تدریس بھی فرماتے تھے اور ناظمِ تعلیمات ہونے کی وجہ سے انتظامی معاملات بھی آپ کے ذمہ تھے؛ لہٰذا صبح کی اذان سے لے کر رات گئے تک آپ اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے میں مصروف رہتے اور اپنی ذمہ داریاں پورے اخلاص، دیانت داری اور ایمانداری کے ساتھ ادا کرتے، اِس کام میں نہ کبھی کوئی تعطل آتا اور نہ ہی کسی قسم کی کاہلی اور غفلت نظر آتی۔

ہماری کلاس نے درسِ نظامی کے زیادہ تر اسباق آپ ہی سے پڑھے ہیں۔آپ کا اندازِ بیان اور طریقۂ تدریس اتنا آسان اور سادہ تھا کہ پیریڈ ختم ہونے کے بعد طلبہ کو سبق اَز بر ہو چکا ہوتا۔قبلہ حافظ صاحب کو اللہ رب العزت نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے،اُن میں سے ایک تدریسی مہارت ہے۔علمی وفنّی صلاحیت اپنی جگہ مسلّم ہے ہی،لیکن آپ کے اندازِ بیان میں ایسا ٹھہراؤ ہے کہ سبق کا ہر ہر لفظ اور جملہ نکھرا ہوا ہوتا،جس کی وجہ سے طلبہ کو سبق سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔کسی مبالغے کے بغیر میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میں نے آپ جیسا مدرس و معلّم نہیں دیکھا، کہ استاذ سبق پڑھا رہا ہو اور شاگرد کے ذہن میں اس کے پڑھائے ہوئے سبق کا ایک ایک لفظ نقش ہو رہا ہو۔

قبلہ حافظ صاحب معقولات ومنقولات پر یکساں مہارت رکھتے ہیں، آپ کے سامنے کوئی بھی کتاب رکھ دی جائے آپ کے سمجھانے اور بیان کرنے میں ذرا برابر جُھول نظر نہیں آئے گا،آپ کی علمی وتدریسی مہارت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ایک ہی سبق کو تین سے چار مختلف انداز میں بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کے ناظمِ تعلیمات ہونے کی وجہ سے آپ کا رعب اور دبدبہ بہت

زیادہ ہے۔اپنے دورِ طالب علمی میں ہم نے دو شخصیات کو بہت بارعب پایا: ایک قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے قبلہ حافظ صاحب، لیکن ان دونوں کے رعب میں نمایاں فرق تھا، مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا رعب و دبدبہ جلالی تھا، جب کہ حافظ صاحب کا رعب جمالی تھا۔ کسی طالب علم پر ذرا زیادہ سختی ہوجاتی تو بعد میں چائے پلا کر ڈھارس بندھا دیتے۔

چائے آپ کا بہت ہی پسندیدہ مشروب ہے؛ اسی لیے آپ اس کا استعمال بھی زیادہ ہی کرتے ہیں۔ راقم زمانۂ طالب علمی میں صبح کے وقت آپ کے لیے چائے تیار کرتا رہا ہے۔ میں صبح صبح ایک بڑا تھرموس چائے سے بھرا ہوا آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا، جسے آپ ظہر تک خالی کر دیا کرتے تھے، آپ کو خود بھی احساس تھا۔

اس حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتا چلوں، مدرسے کا ایک طالبِ علم بیمار تھا اور ہسپتال میں داخل تھا، اسے خون کی اَشد ضرورت تھی، آپ نے چند طلبہ کو بلایا؛ تا کہ اُنھیں خون دینے کے لیے ہسپتال بھیجا جائے۔ ایک شرارتی طالبِ علم نے کہا: استاذ جی! آپ خون نہیں دیں گے؟ مسکرا کر فرمانے لگے: میری اور سردار کی رگوں سے چائے تو نکل سکتی ہے خون نہیں۔

قبلہ حافظ صاحب ایک بہترین منتظم ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی انتظامی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اسی لیے قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ نظامیہ کا ناظمِ تعلیمات مقرر فرمایا، آج آپ نظامت میں ایک مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کئی مرتبہ مدارس کے مہتممین مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے پاس مدرس لینے آتے تو عرض کرتے کہ مفتی صاحب! آپ ہمیں حافظ عبدالستار سعیدی صاحب جیسا کوئی استاذ عنایت فرمائیں۔ یعنی دیگر مدارس تک آپ کی شہرت تھی اور آپ جیسے مدرس کا تقاضا کر کے وہ آپ کی صلاحیتوں اور خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔

قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ بھی آپ کی بہت قدر فرماتے تھے۔ حافظ صاحب کبھی کبھی ظہر کی نماز کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے۔ ایک مرتبہ قبلہ مفتی صاحب ظہر کے بعد کہیں جانے لگے، حافظ صاحب کے بارے میں پوچھا تو ہم نے بتایا کہ وہ آرام کر رہے ہیں اگر آپ حکم فرمائیں تو انہیں جگا دیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا: نہیں، اُنھیں سونے دو، اُن کی نیند بہت قیمتی ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں آزاد کشمیر سمیت چاروں صوبوں کے طلبہ زیر تعلیم تھے، علاقے اور زبانیں مختلف ہونے کی وجہ سے بعض اوقات طلبہ میں علاقائی ولسانی تعصّبات ظاہر ہوتے، جس سے بدمزگی پیدا ہوتی اور انتظامی مسائل بھی سر اُبھارنے لگتے۔ حافظ صاحب نے اپنی خداداد انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اِن تمام مسائل پر نہایت احسن انداز میں قابو پایا، اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے دیگر اقدامات کے علاوہ بزم رضا کے پلیٹ فارم کو استعمال کیا۔

راقم جب جامعہ میں داخل ہوا تو بزمِ رضا کے عہدے داروں کے انتخاب کے لیے الیکشن ہوا کرتے تھے، طلبہ دو پارٹیوں میں بٹ جاتے، اپنے اپنے امیدوار سامنے لائے جاتے، الیکشن مہم چلتی، الیکشن والے دن انتخابی عمل سے پہلے دونوں طرف کے امیدوار طلبہ سے خطاب کرتے، اپنا منشور بیان کرتے اور سیاستدانوں کی طرح بڑے بڑے وعدے کیا کرتے تھے، دیکھنے میں یہ سب کچھ بہت دلچسپ ہوتا تھا لیکن اس کے نتیجے میں گروہ بندیاں جنم لیتیں اور تعصّبات کو ہوا ملتی۔ آپ نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ الیکشن کا سلسلہ ہی ختم کر دیا، دوسرا تمام عہدے ختم کر کے صرف ایک عہدہ سیکرٹری جنرل کا برقرار رکھا، تیسرا کام آپ نے یہ کیا کہ آپ کسی کلاس کے ایک باصلاحیت طالبِ علم کو سیکرٹری جنرل مقرر فرما دیتے

اوراس کی کلاس کے بقیہ تمام طلبہ کواس کا معاون بنادیتے۔ایک ہی کلاس میں پڑھنے والے مختلف علاقوں کے طلبہ یک جان ہوکر کام کرتے ، ہرقسم کے تعصب سے بالاتر ہوکر بھائیوں کی طرح رہتے ،جس کے اثرات جامعہ کے تمام طلبہ تک جاتے ، یوں آہستہ آہستہ اس قسم کی تمام خرابیوں کا خاتمہ ہوگیا۔

اس کام کی ابتدا ہماری کلاس سے ہوئی ، پہلے مولانا مختار الرسول صدیقی (شاہدرہ) اور بعدازاں کئی سال تک مولانا جمشید سعیدی (لندن) سیکرٹری جنرل رہے۔خیال رہے کہ قبلہ حافظ صاحب بزمِ رضا کے تاحیات صدر رہیں۔

ہماری کلاس سے حافظ صاحب قبلہ کو خصوصی لگاؤ تھا،خوش قسمتی سے قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ بھی اس کلاس کو بہت پسند کرتے تھے۔قبلہ حافظ صاحب کی مشفقانہ طبیعت اور ہلکی پھلکی شرارتوں کو نظر انداز کرنے کی پالیسی کی وجہ سے ہماری کلاس کے طلبہ چھوٹے موٹے فائدے اٹھانے سے بالکل نہیں چوکتے تھے،آپ کے کمرے میں کھانے پینے کی چیز نظر آتی تو اسے کھانے میں دیر نہ لگاتے۔آپ کی چائے پی جانا تو معمول کی بات تھی، حتی کہ بعض اوقات آپ کی میٹھی دوا بھی پی جاتے ،لیکن آپ کبھی بھی کبیدہ خاطر نہیں ہوئے ،اس وجہ سے آپ نے نہ کبھی طلبہ کو ڈانٹا اور نہ کبھی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ نے ایسی چیزوں کو طلبہ سے کبھی چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔

ایک مرتبہ آپ کو کسی عقیدت مند نے بہت اعلیٰ خوشبو کا تحفہ پیش کیا، ہماری کلاس کا مشکوٰۃ المصابیح کا پیریڈ تھا،قبلہ حافظ صاحب وضو کرنے کے لیے کلاس روم سے باہر چلے گئے ،طلبہ نے خوشبو والی شیشی دیکھ رکھی تھی ، جیسے ہی حافظ صاحب کمرے سے باہر گئے ایک طالب علم نے لپک کر عطر کی شیشی اٹھائی اور خوشبو لگالی ، پھر ایک ایک کر کے تمام طلبہ نے

کپڑوں پر حتی کہ کتابوں پر بھی خوشبو لگائی، ایک طالب علم نے حافظ صاحب کی کتاب کو کھولا اور اس میں بھی دو تین جگہ عطر لگا دیا، تھوڑی دیر کے بعد حافظ صاحب تشریف لائے تو پورا کمرہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ کتاب کھولی تو اس میں سے بھی خوشبو کی مہک آ رہی تھی، کہنے لگے: آج تو بہت پیاری خوشبو آ رہی ہے۔ اتنے میں آپ کی نظر ڈیسک کے نیچے پڑی ہوئی خوشبو والی شیشی پر پڑی تو دیکھا کہ وہ آدھے سے زیادہ خالی ہو چکی ہے۔ آپ چند سیکنڈ خاموش رہے پھر فرمانے لگے: چلو پڑھو، خبیثو!......اور بات ختم۔

کبھی ہمارا پڑھنے کا دل نہ ہوتا تو ہم آپ کو باتوں میں لگانے کی کوشش شروع کر دیتے آپ سمجھ جاتے، فرماتے: آج آپ پڑھنا نہیں چاہتے اور پھر کتاب بند کر دیتے۔

آج کل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے وسط میں دار الحدیث کی بلڈنگ بنی ہوئی ہے، ہمارے طالب علمی کے دور میں یہ عمارت موجود نہیں تھی بلکہ خالی صحن تھا، اس دور میں طلبہ کو کرکٹ کھیلنے کا بہت شوق تھا، عموماً تو ہم کھیلنے کے لیے مینارِ پاکستان کے ساتھ متصل وسیع و عریض گراؤنڈ میں جایا کرتے تھے، لیکن کبھی کبھار مدرسے کے صحن میں کھیل لیتے، خاص کر جمعہ والے دن صبح کے وقت ہم مدرسے میں ہی کھیلتے تھے، حافظ صاحب بھی ہماری حوصلہ افزائی کے لیے شریک ہو جاتے۔ مولانا غلام فرید ہزاروی صاحب بھی بعض اوقات تشریف لے آتے۔ کبھی کھیل کے دوران گیند مفتی صاحب کے کمرے میں چلی جاتی تو آپ دوسری طرف منہ کر کے کسی کام میں مصروف ہو جاتے؛ تاکہ طلبہ گیند اٹھا کر لے جائیں۔ یہ ہیں ہمارے وہ مُشفق و مہربان اساتذہ جن کا شاگرد ہونے پر ہم فخر کرتے رہیں گے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ حافظ صاحب پر بہت اعتماد فرماتے، حتّٰی کہ جامعہ کے تمام تعلیمی و انتظامی اُمور مفتی صاحب نے آپ کے حوالے کر رکھے تھے۔ ایک سال آپ نے

بیماری اور بعض ذاتی پریشانیوں کی وجہ سے نظامت کی ذمہ داریوں سے معذرت کر لی۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ایک اور استاذ صاحب کو یہ ذمہ داری سونپ دی، اگرچہ وہ بھی نہایت اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے، لیکن وہ نظامت کے معاملات کو کما حقہٗ سرانجام نہ دے سکے۔ چنانچہ آئندہ سال کے آغاز سے پہلے مفتی صاحب نے قبلہ حافظ صاحب کو اپنے گھر بلایا، اپنی اور ادارے کی مشکلات آپ کے سامنے رکھیں اور نظامتِ تعلیم کی ذمہ داریاں دوبارہ سنبھالنے کا حکم فرمایا، آپ نے اپنے عظیم استاذ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا اور آمادگی کا اظہار کر دیا۔ تب سے لے کر اَب تک جامعہ نظامیہ رضویہ کے ناظمِ تعلیمات حافظ عبد الستار سعیدی صاحب ہی ہیں۔

بلاشبہ جامعہ نظامیہ رضویہ آج عروج کی جن بلندیوں پر ہے اس میں قبلہ حافظ صاحب کا بھی وافر حصہ ہے۔ حافظ صاحب ایک بہترین استاذ اور علم کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کے چند عظیم علما اور اساتذہ میں ہوتا ہے، اس کے باوجود آپ اپنے اساتذہ کا از حد احترام کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں تحائف بھی پیش کرتے ہیں۔

دورِ طالب علمی میں بعض اوقات طالب علم ایسے ارادے کر لیتا ہے جو اس کے لیے سود مند نہیں ہوتے، راقم نے درسِ نظامی کے تیسرے سال فیصلہ کر لیا کہ جامعہ نظامیہ چھوڑ دینا ہے۔ چنانچہ گھر سے لاہور تو چلا گیا، لیکن مدرسے میں جانے کے بجائے آوارہ گردی کرتا رہا۔ حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو براہِ راست مجھے کچھ نہ کہا، البتہ میرے کلاس فیلوز کو فرمایا کہ تم سب اس کو سمجھاؤ اور کوشش کرو کہ یہ جامعہ نہ چھوڑے، اس دوران راقم نے دیگر کئی مدارس کے چکر لگائے لیکن کہیں من نہیں لگا، حافظ صاحب کی ہدایت کے مطابق میرے کلاس فیلوز

مسلسل مجھے جامعہ نظامیہ نہ چھوڑنے کا مشورہ دیتے رہے، بالآخر میں نے دوبارہ جامعہ میں داخلہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ گرمیوں کے دن تھے، ظہر کے بعد جامعہ میں آیا، جامعہ کے مین گیٹ سے انٹر ہوا تو سامنے دفتر میں مولانا غلام فرید صاحب کے ساتھ حافظ صاحب تشریف فرما تھے، دُور سے مجھ پر نظر پڑی تو مولانا غلام فرید صاحب کو کہنے لگے: سردار داخلہ لینے آرہا ہے۔ میں سیدھا دفتر میں گیا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا، کئی دن سے نہایا نہیں تھا، کپڑے انتہائی میلے ہو رہے تھے، فرمایا: جاؤ نہا کر کپڑے تبدیل کرو اور کلاس میں بیٹھ جاؤ۔ وہ دن اور آج کا دن جامعہ نظامیہ سے کبھی ناطہ نہیں ٹوٹا۔

دورِ طالب علمی میں ہی راقم غزالئ زماں حضرت سیّد احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگیا اور اس کی وجہ بھی قبلہ حافظ صاحب ہی بنے۔ ہوا یوں کہ ایک دن کاظمی صاحب علیہ الرحمہ جامعہ نظامیہ تشریف لائے، یہ جمعرات کا دن اور عشا کے بعد کا وقت تھا، حافظ صاحب نے طلبہ کو فرمایا کہ ''سردار'' کو بلا کر لاؤ۔ مدرسے میں مجھے تلاش کیا گیا تو میں نہ مِلا، چند طلبہ کو مدرسے سے دوڑایا کہ جاؤ اور اُسے تلاش کر کے جلدی لے آؤ۔ چنانچہ طلبہ نے تلاشِ بسیار کے بعد مجھے تلاش کیا اور مدرسے لے آئے۔ حافظ صاحب سامنے ہی موجود تھے فرمایا: جاؤ، قبلہ کاظمی صاحب کی بیعت کرو۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ یوں راقم ''سردار احمد حسن'' سے ''سردار احمد حسن سعیدی'' ہوگیا۔

درسِ نظامی اور دورہ حدیث مکمل کر لینے کے بعد قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے راقم کو مرکزی لائبریری کا ہیڈ بنادیا ساتھ ہی فتاوی رضویہ کی ریسرچ ٹیم میں بھی شامل فرمادیا۔

راقم نے قریب قریب چار سال تک یہ ذمہ داریاں سنبھالے رکھیں، اس عرصے میں ایک دو مرتبہ حافظ صاحب نے مجھے فرمایا: ''تمہارا مقام یہ نہیں، بلکہ مسند تدریس ہے''

قبلہ حافظ صاحب کی یہ نصیحت دل کو بھا گئی۔ چنانچہ راقم نے تدریس کے شعبے کو باقاعدہ اختیار کرلیا، آج جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں راقم کو تدریس کرتے ہوئے تیس سال ہونے والے ہیں۔

قبلہ حافظ صاحب کی شخصیت اور اُن کی دینی، علمی اور ملّی خدمات کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ بلاشبہ آپ بہت اعلیٰ خوبیوں کے مالک ایک منفرد شخصیت ہیں۔

اللہ رب العزت آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے، آپ کے علمی فیضان کو مزید رونق بخشے اور آپ کو ان خدمات کا دنیا وآخرت میں بہترین صلہ عطا فرمائے۔آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

حافظِ ملت......سراپا شفقت ورحمت

تحریر: استاذ العلما مولانا محبوب احمد چشتی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، لاہور

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر ادارے کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرنے والے چند لوگ ہوتے ہیں، جو اُس ادارے کو بامِ عروج تک پہنچاتے ہیں اور اپنے خونِ جگر سے اُس ادارے کی آبیاری کرتے ہیں۔

مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کو قبلہ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیادت میں جن مخلصین نے اِس عظیم بلند مقام تک پہنچایا...... کہ آج دنیا بھر میں یہاں سے تربیت یافتہ علمادینِ متین کی خدمات بطریقِ احسن انجام دے رہے ہیں اور اپنے ادارے کا نام روشن کر رہے ہیں......اُن میں شیخ الحدیث والفقہ استاذ الاساتذہ علامہ الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا نمایاں نام اور مقام ہے۔آپ نے اپنے اُوپر جامعہ نظامیہ رضویہ کو ایسا طاری کیا ہے کہ ''جامعہ'' اور ''حافظ صاحب'' ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہو گئے ہیں، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ''آپ نے تقریباً پوری شعوری زندگی جامعہ میں گزاری ہے'' تو بے جانہ ہوگا۔

ذکرِ جانشینِ مفتیٔ اعظم پاکستان

وصالِ مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ کا نظم ونسق مولانا صاحب زادہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی مدظلہ العالی نے سنبھالا اور جامعہ کے معاملات کو آگے سے آگے لے جانے میں کامیاب ہوئے؛ اُنھوں نے تمام تر معاملات اپنی نظروں

کے سامنے ہوتے ہوئے دیکھے ہوئے تھے۔ صاحب زادہ صاحب کی اِن کامیابیوں سے متعلق 1984ء میں اشارہ ہو چکا تھا، جو کہ اِس اقتباس سے عیاں ہے:

''1984ء میں صاحب زادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی نے فارسی کی کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ راقم الحروف بھی اُس فارسی کی کلاس میں شامل تھا۔ سال کے آخر میں اِس کلاس نے بزمِ رضا کے زیرِ اہتمام فارسی میں پروگرام کیا، جس میں قرآنی آیات کا ترجمہ، نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مختلف موضوعات پر تقریریں...... سب فارسی زبان میں ہوا۔ نقابت کے فرائض اُس وقت کے جامعہ نظامیہ کے سینئر متعلم اور موجودہ دور کے شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی نے سرانجام دیے، جب اُنھوں نے صاحب زادہ عبد المصطفیٰ ہزاروی صاحب کو فارسی زبان میں تقریر کرنے کے لیے دعوت دی تو گلستانِ سعدی کا یہ شعر پڑھا:

لَقَدْ سَعِدَ الدُّنْيَا بِهٖ دَامَ سَعْدُهٗ
وَ أَيَّدَهُ الْمَوْلٰى بِأَلْوِيَةِ النَّصْرِ
كَذٰلِكَ تَنْشَأُ لِيْنَةٌ هُوَ عِرْقُهَا
وَحُسْنُ نَبَاتِ الْأَرْضِ مِنْ كَرَمِ الْبَذْرِ

اُس کی ذات سے دنیا نیک بخت ہوئی، اُس کی سعادت ہمیشہ رہے اور مولیٰ مدد کے جھنڈوں سے اُس کی تائید فرمائے۔

اِسی طرح نشو و نما پاتی ہیں وہ شاخیں جن کی وہ جڑ ہے اور زمین کی پیداوار کی خوبی بیج کی اچھائی کی وجہ سے ہے۔

(تذکرۂ جہانیاں، محبوب احمد چشتی، ص 845، نعیمیہ بک سٹال لاہور)

جامعہ نظامیہ رضویہ کی یادیں

راقم الحروف کو مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں 1984ء سے 1993ء تک نو سال گزارنے کا شرف ملا، میرے نزدیک یہی میری زندگی کا اہم حصہ ہے، جس نے مجھے کچھ کرنے کے قابل بنایا۔

یک در گیر و محکم گیر (ایک دروازہ پکڑو اور پختگی کے ساتھ پکڑو) پر عمل کیا، کئی نشیب و فراز آئے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل و کرم فرمایا کہ میں نے مادرِ علمی کا دَر نہیں چھوڑا۔ مزید یہ کہ جلیل القدر اساتذہ اِس جذبہ سے سرشار تھے کہ یہ کچھ بن جائیں کچھ حاصل کرلیں، ان کا مستقبل سنور جائے۔ اس لیے جب جامعہ نظامیہ میں گزرے عرصہ پر نظر ڈالتا ہوں تو اپنے آپ پر رشک آتا ہے کہ میرے مربی میرے ساتھ کتنی ہمدردی کرنے والے تھے۔

مجلہ النظامیہ کا خصوصی نمبر

جامعہ نظامیہ رضویہ کا ہر طالبِ علم تمام اساتذہ کا مرہونِ منت ہوتا ہے، لیکن قبلہ حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک منفرد مقام عطا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ مجلہ النظامیہ کے اربابِ حل و عقد نے آپ کے بارے میں خصوصی نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے، یقیناً یہ مستحسن اور قابلِ تقلید کام ہے اور وقت کی ضرورت ہے۔ برادرِ عزیز مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب (نائب ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ) نے مجھے بھی اس خصوصی نمبر کے لئے کچھ ذاتی مشاہدات لکھ کر دینے کے بارے فرمایا۔

قبلہ حافظ صاحب مدظلہ العالی کی ذاتِ والا صفات میرے لیے ہمیشہ شجر سایہ دار کی

طرح رہی ہے۔ جب سے مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ سے وابستگی ہوئی آپ نے مجھے، میرے خاندان، حتیٰ کہ میری اولاد کو بھی اپنی نوازشات میں سے وافر حصہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کرم نوازی ہمیشہ اس طرح رکھے۔ آمین ثم آمین۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کا کمرہ نمبر 9

جامعہ نظامیہ رضویہ کی پوری عمارت ہی ابنائے جامعہ کے لیے عقیدتوں کا مرکز ہے؛ کیونکہ ہر طالبِ علم نے اپنی زندگی کا ایک عرصہ یہاں گزارا ہوتا ہے اور مادرِ علمی کے درو دیوار سے اُس محبت کا اندازہ صرف وہی کر سکتا ہے، لیکن پوری عمارت میں جو مرکزیت کمرہ نمبر 9 کو حاصل ہے وہ اپنی مثال آپ ہے؛ کیونکہ اس کمرہ میں موجود شخصیت خود سے اس میں نہیں بیٹھی، بلکہ اُنھیں ان کے مربی و محسن، ہم سب کے پیشوا مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بٹھایا ہے۔ قبلہ حافظ صاحب نے خود بھی کئی مرتبہ اس بات کا برملا اظہار کیا ہے، وہ فرمایا کرتے ہیں: ''مدرسہ تبدیل کرنا تو درکنار، میں نے اپنا کمرہ بھی تبدیل نہیں کیا، بلکہ کمرہ نمبر 9 کی جس جگہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے مجھے بٹھایا وہیں بیٹھا ہوں اور تا دمِ زیست ان شاء اللہ تعالیٰ یہی کیفیت رہے گی۔''

جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لینے والا درجۂ حدیث سمیت نو سال میں اپنا تعلیمی سفر مکمل کرتا ہے، راقم کو بھی 1984ء سے 1993ء تک 9 سال مادرِ علمی میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ ''9'' کے عدد کی اہمیت بیان کرنے کے لیے یہاں ایک دلچسپ بات ذکر کی جاتی ہے:

مفتی ابو العلا محمد عبد اللہ قادری قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے التعریفات میں لکھا:

نِعْمَ ما قال العلامةُ المفتی أحمد یار خان فی دیوانه "دیوان سالك": مَن

فَنِیَ فی ذات اللّٰہ و ذات الرسول المقبول ﷺ فصار کأنہ مثل عدد التسع؛ فانہٗ إذا ضرب عدد التسع عددَ التسع فی کُل حالٍ مُثِّلَتْ، مثلا:

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دیوان ''دیوانِ سالک'' میں کتنی اچھی بات ارشاد فرمائی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں فنا کرتا ہے تو وہ ''نو'' کے عدد کی طرح ہوجاتا ہے؛ کیونکہ نو کو جب دیگر اعداد میں ضرب دی جائے تو نو کا عدد ہر حال میں برقرار رہتا ہے، جیسا کہ درج ذیل سے واضح ہے:

العدد	اضراب	الحاصل	تفصیل	بقاءعدد التسع
۱	۹×۱	۹		۹
۲	۹×۲	۱۸	۱+۸	۹
۳	۹×۳	۲۷	۲+۷	۹
۴	۹×۴	۳۶	۳+۶	۹
۵	۹×۵	۴۵	۴+۵	۹
۶	۹×۶	۵۴	۵+۴	۹
۷	۹×۷	۶۳	۶+۳	۹
۸	۹×۸	۷۲	۷+۲	۹
۹	۹×۹	۸۱	۸+۱	۹
۱۰	۹×۱۰	۹۰	۹+۰	۹

حکیم الامت علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا:

تری ذات میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اُسے مٹائے وہ خود مٹے وہ ہے باقی اُس کو فنا نہیں

(قصوری، محمد عبداللہ، التعریفات للعلوم الدرسیات، ص:126)

نو کے عدد کی یہ حقیقت جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شیخ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے جامعہ نظامیہ کی عمارت میں سے قبلہ حافظ صاحب کے لیے کمرہ نمبر 9 کا انتخاب کیوں کیا! یہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی نگاہِ دُور بیں کا کمال تھا۔

اندازِ تربیت

1986ء میں راقم درسِ نظامی کی دوسری کلاس کا طالبِ علم تھا،نور الایضاح اور مجموعۂ منطق کا ہمارا سبق قبلہ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے پاس تھا۔آپ کے پاس پڑھنا جہاں ہمارے لیے خوش قسمتی کی بات تھی، وہاں آزمائش بھی تھی؛ کیونکہ اسباق کے حوالہ سے اُن کی سختی اور اُصول پرستی سب پر عیاں تھی۔

نور الایضاح کے بارے میں حکم تھا کہ اِس کی عربی عبارت تیار کر کے لائیں، تمام صیغے ازبر ہوں، وجہِ اعراب بھی معلوم ہو، ورنہ خیر نہیں۔ بندۂ ناچیز اپنے دیگر ساتھیوں مولانا حافظ رحیم داد خان کشمیری، مولانا حافظ محمد صدیق کشمیری، مولانا پروفیسر محمد اکرم ورک، مولانا محمد سلیم اختر چشتی اور مولانا انوار احمد چشتی وغیرہ کے ہمراہ اسباق کو حل کرنے کی کوشش کرتا، باقاعدگی سے مطالعہ کے لیے مقررہ اوقات کی پابندی لازم تھی، پورے نظام کی نگرانی کے لیے قبلہ حافظ صاحب اپنی مسند پر جلوہ گر ہوتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ نورالایضاح کی عبارت "یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول أثر البول و یطمئنّ قلبُه علی حسب عادته" میں "یَطْمَئِنَّ" کے بارے میں غور جاری تھا کہ یہ کیا صیغہ ہے؟ اِس درجہ کے طالبِ علم کے لیے بعض اوقات ایسے صیغے مشکل ہوجاتے ہیں، مگر نظام کے مطابق حل کیے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ جب ہم دوست اس صیغہ کو حل نہ کر سکے تو ساتھی مجھے کہنے لگے کہ قبلہ حافظ صاحب بیٹھے ہیں، ان سے پوچھ آؤ۔ (کیونکہ قبلہ حافظ صاحب نے مجھے کلاس کا نمائندہ بنایا ہوا تھا) میں نے نورالایضاح اُٹھائی اور قبلہ حافظ صاحب کے پاس حاضر ہوکر پوچھا۔ آپ نے محنت کی عادت ڈالنے اور نظام سے متعلق تربیت کے لیے فرمایا: ''آج میں تمھیں یہ صیغہ بتا دیتا ہوں، لیکن آئندہ کسی استاذ کے سبق کے متعلق کسی دوسرے استاذ سے نہیں پوچھنا، خود حل کیا کریں، حل نہ ہو سکے تو سبق والے استاذ سے ہی پوچھنا ہے، کسی اور استاد سے معلوم نہیں کرنا۔'' بس اس دن سے ایسی نصیحت پلے باندھی کہ ہمیشہ خود کوشش کر کے مطالعہ کرتے اور سبق کو حل کرتے، کسی استاد کا سبق دوسرے استادِ محترم سے نہیں پوچھتے تھے، پھر قبلہ حافظ صاحب نے فرمایا:

"یَطْمَئِنّ" صیغہ واحد مذکر غائب، فعل مضارع مثبت معروف، رباعی مزید فیہ، باہمزہ وصل، مہموز اللام از باب اِفْعِلَّالٌ جیسے اِقْشِعْرَارٌ۔

اکرام کبیر ورحمِ صغیر

احادیثِ طیبہ میں بڑوں کی عزت وتکریم اور چھوٹوں پر رحمت وشفقت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ راقم نے قبلہ حافظ صاحب کو اس حکم کی عملی تصویر پایا ہے۔

مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں زیرِ تعلیم رہنے کے دوران وہاں کے نظم ونسق کا لحاظ لازم اور ضروری ہوتا ہے، قبلہ حافظ صاحب اکثر فرماتے ہیں: ''جامعہ

نظامیہ ایک نظام کا نام ہے''، ہم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

سال کے شروع میں جب داخلے ہوتے ہیں تو قبلہ حافظ صاحب ہر ایک کلاس کے کمروں کا تعین فرما دیتے ہیں۔ ابتدائی سالوں میں بندۂ ناچیز عطا کیے گئے کمروں میں ہی مقیم رہا، دو تین سال بعد دوسری منزل میں کمرہ نمبر 20 دیا گیا۔ مولانا محمد یٰسین شطاری مجھ سے ایک سال سینئر تھے، وہ بھی میرے ساتھ اس کمرے میں مقیم تھے۔ اس کمرے کی خوبی یہ تھی کہ قریب ہی درخت ہے، اُس کا سایہ اِس پر رہتا تھا، آئندہ سال قبلہ حافظ صاحب نے میرے کلاس کے ساتھیوں کے لیے کوئی اور کمرہ مقرر فرما دیا۔ میرا خیال یہ تھا کہ میں کمرہ نمبر 20 میں ہی رہوں، مگر عرض کی جرأت نہیں تھی۔ مجھے شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ) کی خصوصی شفقت حاصل تھی؛ میں اُن کے قائم کردہ مکتبہ قادریہ (واقع در جامعہ نظامیہ) میں نمازِ عصر تا نمازِ مغرب کام کرتا تھا۔ میں نے قبلہ شرف صاحب سے اپنا مدعا ذکر کیا تو اُنھوں نے فرمایا: ''میں حافظ صاحب سے کہہ دیتا ہوں۔'' (قبلہ حافظ صاحب، شرفِ ملت کے جلیل القدر تلامذہ سے ہیں) معمول یہ ہوتا تھا کہ نمازِ مغرب کے بعد جب طلبہ اپنے اپنے مقام پر اسباق کی دہرائی کر رہے ہوتے تو قبلہ حافظ صاحب جامعہ نظامیہ کے صحن میں چہل قدمی فرماتے تھے، یوں طلبہ کی نگرانی بھی ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ نمازِ مغرب کے بعد قبلہ شرف صاحب علیہ الرحمہ مکتبہ قادریہ سے باہر تشریف لائے تو بندۂ ناچیز کے کندھے پر دستِ شفقت رکھ کر قبلہ حافظ صاحب سے فرمایا: ''محبوب کو کمرہ نمبر 20 میں رہنے دیں''، حافظ صاحب نے باادب طریقے سے عرض کیا: ٹھیک ہے۔ (محبوب کو کمرہ نمبر 20 میں رہنے کی اجازت ہے) میرا مسئلہ حل ہو گیا وہ سال اِسی کمرہ میں گزرا۔

آئندہ سال پھر میں نے وہی طریقہ اختیار کیا اور کمرہ نمبر 20 میں رہنے کی اجازت لینے میں کامیاب ہو گیا۔ دو، تین سال اسی طرح ہوتا رہا۔ ایک دن قبلہ حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے: ''مولانا محبوب! تم میرے اُوپر سپریم کورٹ (شرف صاحب) کا آرڈر لے آتے ہو اور میں انکار نہیں کر سکتا، اگر تم میری جگہ ہوتے، ایک نظام بناتے اور تمہارے ساتھ ایسا ہی ہوتا تو دل پر کیا گزرتی؟'' میں نے عرض کی: ''قبلہ! میرے لیے کمرہ نمبر 20 میں رہنا زیادہ اطمینان بخش ہے۔'' اس کے بعد فراغت تک بندۂ ناچیز اُسی کمرے میں رہا۔

قبلہ حافظ صاحب نے اکرامِ کبیر کا اس طرح تقاضا پورا کیا کہ قبلہ شرف صاحب کو انکار نہیں کیا اور رحمِ صغیریوں کہ مجھ جیسے ناچیز کو وہیں رہنے دیا۔

حسنِ مزاح

حضرت قبلہ حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار کمالات سے نوازا ہے، آپ بہت ملنسار ہیں...... علما، طلبہ، عوام الناس، سبھی کے ساتھ **كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ** کا پورا لحاظ فرماتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں دورانِ تعلیم ہونے والی سرگرمیاں طلبہ کی تربیت کا حصہ ہوتی ہیں۔ ربیع الاول شریف کی آمد ہوتی تو طلبہ اپنے اپنے کمروں کو سجاتے اور جشنِ عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مناتے۔ سبھی طلبہ کی کوشش ہوتی کہ قبلہ حافظ صاحب ہماری محفل میں جلوہ گر ہوں۔ اسی طرح کا ایک پروگرام ہو رہا تھا اور قبلہ حافظ صاحب خطاب فرما رہے تھے، ایک طالبِ علم نے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کے بعد ''استاذ العلما'' کا نعرہ لگایا،

طلبہ نے کہا: ’’زندہ باد‘‘، اس پر قبلہ حافظ صاحب نے فرمایا: آپ لوگوں نے اپنا ہی نعرہ لگایا ہے، آپ علما ہیں اور میں آپ کا استاذ ہوں، یوں آپ خود کو ہی زندہ باد کہہ رہے ہیں۔ اِس پر تمام طلبہ بہت محظوظ ہوئے۔

1991ء میں، جب ہم درجہ موقوف علیہ کے طالبِ علم تھے، تقریری امتحان ہو رہا تھا، شرح عقائدِ نسفی کا امتحان دینا تھا۔ قبلہ حافظ صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا: آپ لوگوں نے مجھے امتحان دینا ہے یا قبلہ شرف صاحب کو؟ میں نے کلاس والوں سے مشورہ کر کے بتایا کہ ہم آپ کو امتحان دیں گے۔ تھوڑی دیر گزری کہ ہمارے بزرگ استاذ قبلہ مفتی محمد عبد اللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے۔ قبلہ حافظ صاحب نے مجھے دوبارہ یاد کیا اور فرمایا: اب تم نے مجھے امتحان دینا ہے یا مفتی صاحب کو؟ میں نے عرض کیا: مفتی صاحب کو امتحان دیں گے۔ قبلہ حافظ صاحب نے برجستہ ارشاد فرمایا: ’’تم ’’أخفّ المصيبتَين‘‘ (دو آزمائشوں میں سے ہلکی) کو چاہتے ہو۔‘‘

قبلہ حافظ صاحب نے جہاں ہمارے لیے آسانی پیدا کی وہاں خوش طبعی کا بھی حسین اظہار فرمایا۔

بے مثال حوصلہ افزائی

1991ء میں قبلہ حافظ صاحب کی کتاب ’’تعلیم المنطق‘‘ شائع ہوئی تو آپ اس کا ایک نسخہ بطور تحفہ دینے کے لیے مکتبہ قادریہ میں نمازِ عصر کے بعد تشریف لائے، اِس وقت قبلہ شرفِ ملت علیہ الرحمہ یہیں جلوہ گر ہوتے تھے۔ قبلہ حافظ صاحب نے بتایا کہ تعلیم المنطق چھپ گئی ہے تو قبلہ شرف صاحب انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے

ہو گئے، قبلہ حافظ صاحب سے معانقہ کیا، مبارکباد پیش کی اور تحسین کے کلمات ارشاد فرمائے؛ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کے قابلِ فخر شاگرد رشید نے کتنا بڑا کام کیا ہے۔

اِس سے پہلے ''مجموعۂ منطق'' سے صغری، کبری، اوسط، تین رسالے پڑھے جاتے تھے۔ قبلہ حافظ صاحب نے تمام ابتدائی اصطلاحات کو یکجا کیا، بلکہ ہر جگہ تقسیمات، وجہ حصر ذکر کر کے از حد آسان کر دیا تھا۔

قبلہ شرف صاحب علیہ الرحمہ نے مجھے فرمایا: ''باہر سے کسی طالبِ علم کو بلاؤ، حافظ صاحب کو مٹھائی کھلا کر اِن کا منہ میٹھا کرائیں۔'' چنانچہ قبلہ شرف صاحب نے اپنی جیب خاص سے پیسے عطا فرمائے اور فرمایا: ''شیخ سویٹ ہاؤس سے سوہن حلوہ لاؤ۔'' موجودہ دور میں اکابر کی طرف سے اس طرح کی حوصلہ افزائی مثل عنقا ہے، الا ماشاء اللہ۔

اسم بامسمّٰی

استاذنا المکرم قبلہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ العالی اسم بامسمّٰی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ ''ستّار العُیوب'' کا مظہر، اور تخلّقوا بأخلاقِ اللہ کا پیکر ہیں۔

قبلہ حافظ صاحب مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں حاضر ہونے والے بے شمار طلبہ کا مستقبل محفوظ بناتے ہیں، ان کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں، غلطیوں کو معاف کرتے ہیں اور ان کی اخلاقی کمزوریوں پر پردہ ڈالتے ہیں۔ ہر طالبِ علم کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا اور دیگر معاملات آپ کے سامنے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا حلم دیا ہے کہ اگر کسی نالائق نے کبھی آپ کی ذات پر طعن بھی کیا تو بھی آپ نے اُسے معاف فرما کر اپنی تعلیم مکمل کرنے کا پورا موقع فراہم کیا، چنانچہ پھر وہ زندگی بھر کے لیے آپ کا مرہونِ منت ہو گیا۔

متنبی نے کہا:

وَمَا قَتْلُ الْأَحْرَارِ كَالْعَفْوِ عَنْهُمْ ... وَمَنْ لَّكَ بِالْحُرِّ الَّذِيْ يَحْفَظُ الْيَدَا

آزاد مردوں کو معاف کر دینے کی مثل اور کوئی چیز قتل نہیں کرتی اور اب آزاد مرد کہاں جو احسان کو یاد رکھے۔

إِذَا أَنْتَ أَكْرَمْتَ الْكَرِيْمَ مَلَكْتَهُ ... وَإِنْ أَنْتَ أَكْرَمْتَ اللَّئِيْمَ تَمَرَّدَا

جب تو کسی شریف آدمی کی عزت کرے تو تُو اس کا مالک بن جائے گا اور اگر تو کسی کمینے کی تکریم کرے تو وہ سرکش ہوگا (اور تیرے سر چڑھ جائے گا)۔

(ابوالطیب احمد بن حسین متنبی کندی، دیوان المتنبی، ص:25، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہ سچ ہے کہ نام کا شخصیت پر اثر ہوتا ہے اور یہاں ہمیں اِس کا عملی نمونہ نظر آتا ہے؛ اِسی لیے حکم ہے کہ بچے کا نام سوچ سمجھ کر رکھا جائے، تاکہ بچے پر اچھے نام کے اچھے اثرات مرتب ہوں۔

بعد از فراغت مہربانی

راقم الحروف نے جنوری 1993ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے اپنی تعلیم مکمل کر کے دستارِ فضیلت پائی۔ حسنِ اتفاق کہ 6 اکتوبر، 1993ء کو ہی محکمہ اوقاف میں بطورِ امام وخطیب بندہ ناچیز کی تقرری ہوگئی۔ سرکاری ملازمت کے حصول کے لیے کوئی تگ ودَو نہیں کرنی پڑی، ایک دیرینہ مہربان کے دلچسپی لینے سے یہ کام آسانی سے ہوگیا۔

جب میں جامعہ نظامیہ رضویہ میں دوسرے سال میں پڑھتا تھا تو اس وقت یعنی 1987ء سے جامع مسجد حنفیہ غوثیہ (بلال گنج لاہور) میں جمعۃ المبارک کی نماز پڑھانی

شروع کی اور الحمدللہ یہ سلسلہ تیس سال تک جاری رہا۔ 2017ء میں سرکاری گھر الاٹ ہوا، تو وہاں منتقل ہوگیا۔ ملک پارک، بلال گنج کے تمام اہلِ محلہ، مسجد کی انتظامیہ کے معزز اراکین (جناب قاضی عبدالمصطفیٰ کامل، شیخ محمد اقبال اور شیخ محمد یوسف، سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے) سب مخلص اور پیار کرنے والے تھے۔ ان میں ایک انتہائی محترم جناب حاجی شیخ محمد مشتاق صاحب، جو محکمہ اوقاف سے بطور منیجر کے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں، اُنھوں نے میرے لیے مخلصانہ کوششیں کیں اور بندہ کو محکمہ اوقاف میں خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا، جو کہ تا حال جاری ہے۔

ابتدائی سالوں میں ایک مسئلہ درپیش ہوا، میں نے شیخ مشتاق صاحب سے ذکر کیا، اُنھوں نے کہا: ڈسٹرکٹ خطیب محترم قاری محمد عارف سیالوی صاحب ہیں، انھیں میرا سلام دینا، وہ آپ کا مسئلہ حل کرا دیں گے۔ میں نے قاری عارف صاحب کے پاس جا کر اپنا معاملہ بتایا اور شیخ صاحب کا سلام پیش کیا۔ قاری صاحب نے کہا: ''آج کے بعد آپ نے کسی افسر کا سلام آکر نہیں دینا؛ کیونکہ آپ کے بارے مجھے قبلہ حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہ مولانا محبوب احمد چشتی جامعہ نظامیہ کے فاضل ہیں، میرے عزیز ہیں، ان کا خیال رکھنا، آپ کے بارے میں قبلہ حافظ صاحب کا یہ جملہ میرے لیے حکم کے درجہ میں ہے، آپ بے فکر ہو کر اپنی ڈیوٹی سرانجام دیں۔'' محترم قاری محمد عارف سیالوی صاحب نے اپنا وعدہ خوب نبھایا اور میرے مربی، میرے شیخ قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی کا حکم ہمیشہ سر آنکھوں پر رکھا۔

اللہ تعالیٰ قبلہ استاذی المکرم کو صحت و تندرستی والی عمر خضری عطا فرمائے۔ آمین۔

بحرِ ناپیدا کنار......علامہ حافظ عبدالستار

تحریر: مولانا ابوثوبان سید محمد اسد اللہ اسد، جامعہ مدینۃ العلم، ولی آباد، خان پور

ہمارے علاقہ جنوبی پنجاب کی خوش بختی ہے کہ ہر سال سفیرِ عشق رسول حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ کی اِس دھرتی کو ایسی شخصیت کے تلوے چومنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے جو مجسم علم وعمل اور تقوی وطہارت ہیں، جن کی علمی وجاہت کو روھی (چولستان) کے صحرا سے لے کر ہمالیہ کی چوٹیوں تک ہر چیز سلامِ عقیدت پیش کرتی ہے۔ عظیم ونامور خانقاہوں کے سجادہ نشینان سے لے کر متبحر علماء کرام اور دانشور حضرات تک اُن کے لیے دیدہ ودل فرشِ راہ کر کے اُن کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کون سا ایسا شہر یا قصبہ ہے جو اُن کے جلائے ہوئے چراغِ علم کی روشنی سے منور وتاباں نہ ہو۔ ان کی دمکتی پیشانی، اُن کے علمی خزانے کی ایسی دلیل ہے کہ ہر کہ ومہ اور ہر دانا وناداں اُنھیں دیکھتے ہی بے اختیار ان کی طرف لپکتا چلا جائے۔ علم کے کوہِ ہمالیہ بھی اُنھیں دیکھتے ہی اُن کے نظم ونسق، درس وتدریس، علمی مشاغل، تحقیق وتدقیق، عجز وانکسار اور خُلُق وادب کی گواہیاں دینے لگیں اور اپنے غریب خانے پہ ان کی تشریف آوری پر عش عش کر اُٹھیں۔ طلبا وعلما اور محقق ودانشور ان کے ہم رکاب وہم سفر ہونے کو سعادت جانیں۔ اُن کا فقہی استنباط، احادیثِ مبارکہ سے استفادہ، جچے تلے الفاظ میں گفتگو، اندازِ تکلم میں انتہائی ملائمت اور دھیما پن، موقع محل کے مطابق مدلل اور منطقی انداز میں گفتگو، اہلِ علم اور صوفیاء کرام کے سامنے با ادب نشست وبرخاست......ایسی صفات کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنانا نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ جس کے لفظ لفظ سے علم کی شمعیں روشن ہوں، جس کے فون پر کسی فقہی مسئلہ اور علمی بحث کی دستک کے لیے

گھنٹی بجے اور پھر اختصار اور جامعیت سے دستک دینے والے کی تشفی ہو، ہر سوال کا بلا تاخیر جواب جیسے جواب منتظر تھا اور کتاب کا ہر صفحہ سامنے کھلا، بزرگانِ دین کے سامنے بیٹھ کر اُن کے عظیم کارناموں پر تبصرہ وتشکر کے الفاظ کی ایسی مالا پرو دینے کا فن کہ چند الفاظ سے ایسا حسین گلدستہ بن جائے جو ان کے کارناموں کی پیشانی پہ غازہ لگے۔

قدرے نمایاں قد، مخصوص انداز میں باندھا ہوا رومال، سر پہ مختصر سے بال، سُرمگیں آنکھیں، سفید و نرم ریش مبارک، خاموش طبیعت، باوقار شخصیت، کریم کلر لباس، قلیل الطعام، قلیل الکلام، ہاتھ میں چھوٹا سا تولیہ اور رعب دار چال......یہی تو ہیں میرے استاذ محترم و محتشم حضرت قبلہ علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) جنہیں زمانہ ''حافظ صاحب'' کے نام سے یاد کرتا ہے۔

1986ء کے ابتدائی مہینوں میں جب میری قسمت نے یاوری کی اور مجھے ایک پسماندہ علاقہ روھی (چولستان) کے دیبل سے اُٹھا کر داتا کی نگری مدینۃ العلم لاہور پہنچا دیا۔ میں لاہور میں نہ تو کسی دینی درس گاہ سے شناسا تھا اور نہ کسی دار العلوم کے نام سے واقف۔ بچپن و لاشعوری، لیکن دینی تعلیم کے شوق نے کشاں کشاں اُڑا کے لاہور پہنچا دیا۔ لاہور آ کر سوچنے لگے کہ کہاں جائیں؟ کس مادرِ علمی کی گود میں بیٹھ کر قال اللہ و قال رسول اللہ ﷺ کی لوریاں سنیں اور علمی لذتوں سے راحتِ قلب حاصل کر پائیں؟ ہم سوچوں کے سمندر میں غلطاں و سرگرداں ٹامک ٹوئیاں مار ہی رہے تھے کہ کسی خضرِ راہ نے ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ کی دہلیز پر لا کھڑا کیا اور کہا کہ یہیں جبینِ نیاز جھکا دو اور بس......

جامعہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی نظر نے جس جبیں کو عقیدتوں کے سجدے کیے وہ میرے مربی و محسن مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ تھے۔

دوایک مہمان آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، دُور دراز کے علاقہ سے لاہور آنے اور کم عمری کے وہ دن جو اکثر کھیل کود کے ہوا کرتے ہیں......علمِ دین کی رغبت دیکھ کر خوش ہونے لگے، لبوں کی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا: حافظ صاحب کے پاس چلے جاؤ اور داخلہ کراؤ۔ یوں حافظ صاحب قبلہ کی خصوصی عنایت سے شعبہ فارسی میں ہمیں داخلہ دے دیا گیا۔

تعلیمی سلسلے کا آغاز ہوا ہی تھا کہ رات کے سائے ڈھلتے ہی جامعہ نظامیہ رضویہ کے آنگن میں حافظ صاحب کا ڈنڈا لہرانے لگا۔ اُسے ناگن کی طرح ہر وقت مستعد دیکھ کر ہمارے تو کس بل نکل جاتے، دل ناتواں نے سوچا چلو واپس چلتے ہیں، اگر کبھی اس کی زد میں آ گئے تو واپس بھی نہ جا پائیں گے۔ جامعہ میں نظم ونسق کا لحاظ نہ رکھنے والوں کے لیے حافظ صاحب کا نام ہی اُن کا قبلہ درست کرنے کو کافی ہوتا، پھر تیسرے سال میں جب قبلہ حافظ صاحب کے پاس منطق کے اسباق پڑھنے کا موقع ملا تو عقدہ کھلا کہ یہ ہستی تو شفقتوں کی امین اور محبتوں کی راز داں ہے۔ تب طلبہ کا یہ جملہ کہ ''حافظ صاحب آ گئے''، سنتے ہی کمروں سے بھاگ نکلتے اور اب عالم یہ کہ بیٹھے منتظر کہ کب کوئی آ کر کہے کہ ''حافظ صاحب بلا رہے ہیں''۔

جامعہ میں جا کر سب سے زیادہ خوف کا سایہ بھی حافظ صاحب کا اور عملی زندگی میں آ کر سب سے زیادہ انتظار بھی حافظ صاحب کا۔ مخصوص ناموں سے طلبہ کو پکار کر اپنی محبتوں اور عقیدتوں کی زنجیر میں جکڑ لینے کا فن آپ پہ ختم ہے۔ مجھے بھی ''شاہ باوا جی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ اپنے تلامذہ اور جامعہ کے فیض یافتہ طلبہ کی سرپرستی فرمانا، انہیں دعاؤں اور مشوروں سے نوازنا آپ کے حسین معمولات میں سے ہے۔ سادات کی تعظیم کی خیرات جو آپ نے بانٹی ہے وہ آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ بزمِ رضا (طلبائے جامعہ کی تنظیم) کا جنرل سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے ایک دفعہ بزم کی تقریب کے لیے میں خود دریاں بچھا رہا تھا۔ آپ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے، مجھے دیکھا تو بزم کے اسٹیج پر تشریف لے آئے اور طلبہ کو تعظیمِ سادات پہ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے تنبیہ کی کہ ایک سیدزادے کو دریاں بچھاتے دیکھ کر میں تڑپ اٹھا اور آئندہ میں نہ دیکھوں کہ جامعہ میں کوئی سیدزادہ دریاں بچھا رہا ہے۔

گویا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلکِ عشق و محبت اور مشربِ ادب و نیاز کی آپ عملی تفسیر ہیں۔ عظیم المرتبت شخصیت ہونے کے باوجود عجز و انکسار کا پیکر اور گدازِ قلبی کے آپ مالک ہیں۔

حضرت حافظ صاحب قبلہ میں رب لم یزل نے لاتعداد خوبیاں جمع فرما دی ہیں۔ آپ ایک عظیم محقق، عالمی شہرت یافتہ محدث، جلیل القدر متکلم، صاحبِ بصیرت فقیہ، مایہ ناز ادیب، فصاحت و بلاغت کے ایک ناپیدا کنار اور بے مثل خطیب ہیں۔ آپ کا خطاب شکوک و شبہات کے کوڑا کرکٹ کو سیلاب کی مانند بہا کر لے جاتا ہے۔

مجھے بارہا سندھ، بلوچستان اور جنوبی پنجاب کی عظیم المرتبت خانقاہوں اور درس گاہوں میں استاذ صاحب قبلہ کی معیت و خدمت میں آپ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا، آپ جہاں بھی گئے میرِ مجلس ہی ٹھہرے اور لاکھوں مریدین کے دلوں میں بسنے والے مرشدین آپ کے حضور دم بخود اور ساکت و صامت سراپا ادب و نیاز، ہمہ تن گوش بنے آپ کے فرمودات کو سنتے اور آپ کی علمی رائے کو حرفِ آخر گردانتے۔ بقول مجروح سلطان پوری

سوال اُن کا جواب اُن کا، سکوت اُن کا خطاب ان کا
ہم اُن کی انجمن میں سر نہ کرتے خم تو کیا کرتے

حافظِ ملت......امام العلما وفخر الصلحا

تحریر: مناظرِ اہلِ سنت مولانا مفتی محمد شوکت سیالوی

خطیب آستانہ عالیہ سیال شریف وناظمِ تعلیمات جامعہ سلیمانیہ، تونسہ شریف

حضور استاذ العلما، سیدی علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی کی خدمتِ اقدس میں چند سال اِس فقیر کو زانوئے تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل رہا، اللہ تعالیٰ کروڑ ہا رحمتیں نازل فرماتا رہے مفتیٔ اعظم پاکستان محسنِ اہلِ سنت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ العزیز کی مرقدِ منور پر، جنہوں نے استاذی المکرم علامہ سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کو اپنی تربیتِ کاملہ سے فیض یاب فرما کر اپنی خدمت میں آنے والے ہر نونہال کو راسخ العلم، استاذ اور مبلغِ اسلام بنانے کے عظیم کام پر لگا دیا۔

سیدی علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی أمدّ اللہ تعالی ظلہ العالی بلا مبالغہ، وہ نابغۂ عصر علمی شخصیت ہیں کہ جملہ علوم وفنون میں اُن کی امامت مسلم ہے۔ درسیات میں آپ کو وہ بے مثال درکِ کامل حاصل ہے کہ چاہیں تو وقتِ قلیل میں کسی بھی علم کا اول تا آخر خلاصہ کر کے رکھ دیں۔ ہم طلبہ نے جس فن کا کوئی دقیق ترین سوال جب بھی قبلہ استاذی المکرم کی خدمت میں پیش کیا، ہر فن وعلم کے متعلق ہر سوال کا جواب نوکِ زبان پر موجود پایا۔ آپ جہاں فنون وعلوم میں درجۂ امامت پر فائز ہیں وہیں تقوی وطہارت میں فی زمانہ فخر الصلحا، عمدۃ الاتقیا ہیں۔

رحمت وعنایاتِ خداوندی اس طرح شاملِ حال ہیں کہ محض اپنی ذات میں ہی کامل ہی نہیں، بلکہ آپ کو تربیت کا وہ ملکہ حاصل ہے کہ جس طالبِ علم کو آپ سے نسبتِ تلمذ حاصل

ہوجاتی ہے وہ بھی درجۂ کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ جو اسباق ہم نے قبلہ استاذ صاحب سے پڑھے، آپ شروع میں ہی ایسی شُستہ اور دلچسپ باتیں فرماتے کہ سبق میں بہت زیادہ کشش پیدا ہوجاتی، ایک ایک لفظ پر توجہ رکھتے، ہر لفظ کی صرفی نحوی ایسی بحث فرماتے کہ سبحٰن اللّٰہ۔ آپ کی صحبت اور فیض و برکت ہی ہے کہ گفتگو میں تلفظ کی ادائیگی کا خیال رکھتے ہیں۔

قبلہ استاذ صاحب ناظم تعلیمات کے منصب پر بھی فائز ہیں، آپ کی توجہات جہاں حقیقی طالب علم کا جذبہ پیدا فرماتی ہیں وہیں نشست و برخاست، آدابِ گفتگو اور پابندئ نماز کا جذبہ بھی عطا فرماتی ہیں۔ نیز عقائدِ اہلِ سنت و جماعت پر پختگی استاذ صاحب کے بڑے احسانات میں سے ہے۔

میرے تمام اساتذۂ کرام الحمدللہ تعالیٰ عظیم ہیں، مگر بجا طور پر مجھے سب سے زیادہ فخر قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بابرکات پر ہے۔ آپ کی علمی، عملی، فکری تربیتی اور اصلاحی خدمات جلیلہ کا سلسلہ اتنا دراز ہے کہ اپنی آنکھوں سے فقط ایک ہستی کو دیکھا جنہیں خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں چاندی میں تولا گیا۔ اگر اپنی ہر دعا کا آغاز قبلہ حافظ صاحب کے حق میں دُعا سے کیا جائے تو بھی آپ کے احسانات کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ حضور استاذی المکرم کے ظلِ ہمایوں میں صحت و سلامتی، عافیت و قوت اور برکات کا سلسلہ جاری رکھے اور آپ کے انفاسِ عالیہ سے ہمیشہ ہم سب کو فیض یاب فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

وہ قرض جو ادا نہ ہو سکا

تحریر: مولانا مفتی عرفان الحق نقشبندی، دارالعلوم حنفیہ رضویہ، ڈیرہ غازی خان

یہ غالباً سن دو ہزار دس کی بات ہے کہ شیخ الحدیث قبلہ علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی شعبان المعظم میں تعطیلات کے دوران ڈیرہ غازی خان تشریف لائے، ان کے سائق خاص (ڈرائیور) عزیز از جان ہمدمِ دیرینہ علامہ محمد طاہر عزیز باروی صاحب (حال مقیم ناروے) بھی ساتھ تھے۔ قبلہ سعیدی صاحب کی علم اور علما سے محبت کے بھی کیا کہنے! اُنھوں نے اپنے میزبان اور تلمیذِ عزیز فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ خطیبِ ذی شان علامہ حضور بخش کریمی کو حکم دیا کہ یہاں کے مقامی علما کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کرلیں؛ تاکہ سب کے ساتھ یک بارگی میں ملاقات ہو جائے۔ زہے نصیب کہ یہ قرعہ ہم ایسے اصاغر کے نام بھی نکلا۔

پہلی ملاقات میں اُن کو دیکھتے ہی دل میں جو خیال پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ اللہ پاک نے قبلہ کو جمال وجلال دونوں سے حظِ وافر عطا فرمایا ہے، مگر جلال پر جمال غالب ہے۔ سعیدی صاحب کو جب میں نے دیکھا ظاہری حلیہ اور خدوخال اعلیٰ کردار کے آئینہ دار تھے۔ میانہ قد کشادہ ید، اُجلا تن، حسین بدن، لباس نظیف، وضع کثیف، خوبصورت نورانی چہرہ، لمبی سفید داڑھی، خوب تراشیدہ مونچھیں، سر پر ململ کا سفید عمامہ، الفاظ کے جادوگر، قدرتِ کلام کے سحر گر، دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کے چارہ گر تھے۔ عالمانہ ڈھال، باوقار چال، لمبے دامنوں والی سفید قمیص، کھلے موتی نما دانت، سرخی مائل ہونٹ، ہونٹوں پہ پھیلی بے تکلف مسکراہٹ، سراپا محبت، ردّ وکدّ نہ عداوت، ردّ وقدح نہ کدورت، شرافت کی بات، غرضیکہ سراپا حسن و جمال گورا رنگ، سفید عمامہ، گھنی ڈاڑھی باوقار، نورانی چہرہ اور اجلا لباس تقوی

وطہارت کی تمام نشانیاں واضح تھیں۔

ہزار مجمعِ خوبان ماہ رُو ہوگا نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تُو ہوگا

دورانِ گفتگو واضح طور پر محسوس ہوا کہ آپ قدیم وجدید علوم سے بہرہ ور، قلم وقرطاس کے شناور، ماضی، حال اور مستقبل کے دِیدہ ور، کتب بینی اور مطالعہ کے پیشہ ور، دماغ منور، قلم مصور، فرشتوں کے ہم نشین، مسندِ علم وتقوی کی زینت، شخصیت شناس، فکر ضیا پاش اور بصیرت مثل آکاش ہے، وحدت کا استعارہ، انقلاب کا منارہ اور قوم کی اُمیدوں کا ستارہ ہیں، فہم وفراست، گہری سمجھ و بوجھ، دانائی اور شعور اور سب سے بڑھ کر شعورِ وحدت اُن کا دانائے راز ہے۔

فتاوی رضویہ کا ترجمہ، تخریج اور اُسے ظاہری و باطنی خصوصیات سے آراستہ و پیراستہ کرنا آپ کا ایک زریں کارنامہ ہے۔ اب فتاوی رضویہ آپ کی پہچان اور حوالہ بن چکا ہے۔ سو ہماری علمی گفتگو کا مرکز ومحور بھی فتاوی رضویہ ہی تھا۔ احقر اُن دنوں جوان تھا، جوشِ علم زوروں پر تھا، ہر کسی سے اُلجھنا اور اسے لاجواب کرنا اہم مشغلہ تھا، سو اِسی نیت کے ساتھ قبلہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب کی زیارت کے لیے چلا آیا، لیکن کچھ چہرے ایسے پُرنور ہوتے ہیں کہ سائل کو محض دیکھنے سے ہی اپنے سوالوں کا جواب مل جاتا ہے۔ یہ ایک روحانی طاقت ہوتی ہے جسے جدیدیت زدہ لوگ ہپناٹزم اور مسمریزم وغیرہ کا نام دیتے ہیں، مگر درحقیقت یہ ایک خدائی طاقت ہے، اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

احقر نے حضرت کے ساتھ ملاقات میں فتاوی رضویہ کی علمی وقعت بڑھانے کے لیے چند تجاویز پیش کیں اور ہماری اس علمی گفتگو کے چند واقعات کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

1) فتاوی رضویہ ج 9 میں قبر میں ''عہد نامہ'' رکھے جانے کے متعلق ایک شبہ کا جواب

دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے ردّالمحتار کے حوالے سے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کے گھوڑوں کی رانوں پر حَبْسٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ لکھوایا ہوا تھا، حالانکہ گھوڑوں کی رانیں سخت بے احتیاطی کے محل میں ہوتی ہیں۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ، ص342 ج9)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس مسئلے سے علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے ایک مختلف پیرائے میں سخت اختلاف کرتے ہوئے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اگرچہ علامہ غلام رسول سعیدی نے کسی اور مسئلے پر بحث کرتے ہوئے یہ مسائل بیان کیے، لیکن بہرحال ان کی بحث سے اعلیٰ حضرت کی دلیل سے اختلاف مترشح ہوتا ہے۔

احقر ہیچ مدان نے قبلہ حافظ صاحب سے عرض کیا کہ علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے جس جذباتی انداز میں حبس فی سبیل اللہ پر اعتراض کیا ہے وہ درست نہیں؛ کیونکہ علامہ سعیدی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس عبارت کا اولین ماخذ فتاوی بزازیہ ہے، شدہ شدہ وہاں سے نقل ہوکر دیگر کتبِ فقہ میں بھی بلا سند و دلیل یہ عبارت آ گئی۔ حالانکہ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ روایت کسی فقیہ کی کتاب میں مذکور نہیں درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ روایت فقہِ حنفی کی مشہور کتاب المبسوط للسرخسی، ص:45، ج:12 میں ہے، نیز یہی روایت امام ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ طبقاتِ کبری (ص:285، ج:3) میں اور امام واقدی نے اپنی تاریخ میں اور طبری نے تاریخ الامم میں اور کنز العمال، ج:12، ص:254 وغیرہ کتب میں صحیح سند کے ساتھ بیان کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سخت حیرت کی بات ہے کہ علامہ غلام رسول سعیدی ایسے صاحبِ مطالعہ کی قاہر نگاہوں سے یہ حوالہ جات اوجھل رہ گئے اور اُنھوں نے بالیقین کتبِ فقہ و احادیث میں اِس روایت کی موجودگی سے انکار کیا ہے۔ سچ ہے کہ لِکُلِّ جَوَادٍ کَبْوَۃٌ،

وَلِكُلِّ صَارِمٍ نَبْوَةٌ، وَلِكُلِّ عَالِمٍ هَفْوَةٌ۔

2) احقر نے عرض کیا کہ فتاوی رضویہ کی آٹھویں جلد کے رعایۃ المذھبین نامی رسالے میں دونوں خطبوں کے درمیان میں دعا مانگنے کے ثبوت سے متعلق ایک مقام پر اعلیٰ حضرت نے مولانا فتح محمد برہان پوری کی کتاب مجمع البرکات المعروف مفتاح الصلوٰۃ کا حوالہ دیا لیکن اُفتادِ زمانہ کے باعث یہ کتاب اب ناپید ہوگئی ہے، لیکن فقیر کی لائبریری میں اس کتاب کا ایک قدیمی نسخہ موجود ہے جو 1212ھ میں طبع ہوئی۔ فقیر اس حوالے کی تخریج اپنی کتاب سے کر کے آپ کو بطورِ تحفہ پیش کرنا چاہتا ہے، اس پر اُس جبالِ علم اور قدر شناس نے احقر کو مبلغ پانچ صد روپے عنایت فرمائے، مفتاح الصلوٰۃ کی وہ عبارت مع تخریج پیش خدمت ہے: درمیانِ دو خطبه که امام بنشیند دُعا بطریقِ اولٰی جائز خواهد بود، الخ۔ (مفتاح الصلوٰۃ، ص:136، مطبع کانپور)

3) احقر نے عرض کیا کہ فتاوی رضویہ، ج:9، ص:194 پر اعلیٰ حضرت نے نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنے کا مسئلہ بیان کیا ہے اور صاحبِ بہارِ شریعت کا موقف بھی یہی ہے، لیکن ہر دو اکابر نے اس مسئلہ پر کوئی جزئیہ نہیں پیش فرمایا، لیکن کتبِ فقہ میں خاص اس مسئلے پر صاف اور صریح جزئیہ بھی موجود ہے۔

احقر نے وہ حوالہ پیش فرمایا تو آپ نے ڈھیر ساری دعائیں دے کر اُسے بصد شکریہ قبول فرمایا۔ خلاصۃ الفتاوی مع مجموعۃ الفتاوی میں ہے: **ولا يَعقد بعد التكبيرِ الرابع، لأنه لايبقٰى ذكرٌ مسنونٌ حتى يعقد، فالصحيح انه يحلّ اليدين ثم يسلم تسليمتين۔** (خلاصۃ الفتاوی، ص:225، ج:1، مطبوعہ کوئٹہ)

4) فتاوی رضویہ، ج:12،ص:332 میں والدین کے حکم پر عورت کو طلاق دینے کو واجب قرار دیا گیا ہے، جب کہ طلاق نہ دینے میں اُن کی ایذا و ناراضی ہو، اگر چہ عورت بے قصور بھی ہو،لیکن صحیح احادیث میں صرف والد کے حکم پر طلاق دینے کا بیان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جس حدیث سے والدین (دونوں) کے حکم پر طلاق دینے کو واجب قرار دیا ہے وہ نہایت ضعیف ہے اور ضعیف احادیث سے احکام ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ نیز فقہا نے فرمایا کہ والد کے حکم پر بھی اُس وقت طلاق دینا واجب ہے جب والد کسی مصلحتِ دینیہ کی وجہ سے طلاق کا حکم دے، اگر دنیاوی رنجش کی بنا پر والد حکم دے تو عورت کو والد کی دل جوئی کی خاطر طلاق دینا محض مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

بعد میں اِسی موقف کو علامہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے بھی تفہیم المسائل، ج:2 میں درست قرار دیا۔

اِن کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوئیں، آپ نے اصاغر نوازی فرماتے ہوئے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور یہ تمام معلومات تحریری طور پر یکجا کر کے ارسال فرمانے کا حکم فرمایا۔ یہ وہ قرض ہے جو احقر آج تک ارسال نہ کر سکا، اب موقع ملا تو ہدیۂ تبریک پیش کر دیا۔

پھر ہمارے درمیان حضرت شیخ الاسلام علامہ فضل حق ڈیروی کے متعلق بات ہوئی۔ احقر نے عرض کیا کہ شیخ الاسلام مولانا فضل حق ڈیروی بن مولانا قاضی ابراہیم میرے والد گرامی کے استاذ تھے۔ آپ ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ سے ہجرت کر کے ڈیرہ غازی خان تشریف لائے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ایک محتاط اندازے کے مطابق 1249ھ میں ہوئی۔ آپ کو امام النحو والصرف کہا جاتا تھا، شیخ الاسلام مولانا فضل حق ڈیروی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بھی تقریباً بائیس سال بڑے تھے، آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کے

اجل خلفا میں سے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اُن کے ایک رؤیتِ ہلال سے متعلق عربی رسالہ پر اپنی تقریظ بھی رقم فرمائی اور ''الصوارم الہندیہ'' میں آپ کی تصدیق بھی موجود ہے۔ شیخ الاسلام ایک سوپینتیس سال کی شاندار زندگی گذار کر 1384ھ بمطابق 1965ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خلاصہ یہ علمی محفل تقریباً چار گھنٹے پر محیط تھی۔ مجھے علامہ طاہر عزیز باروی صاحب نے بتایا کہ بعد میں استاذ محترم نے آپ کے نقّاد ہونے اور ذوقِ مطالعہ کی بڑی تعریف کی، جو میرے لیے ایک اِعزاز سے کم نہیں ہے۔ اِس کے بعد کئی بار ڈیرہ غازی خان تشریف لائے اور اِس ہیچ مدان کو ہر بار یاد فرمایا اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

بعدہٗ حضرت پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب کے پاس ریاست بہاولپور میں ایک سرسری سی ملاقات ہوئی، مگر اندازِ محبت وہی تھا۔

غزل کو پھر سجا کے صُورتِ محبوب لایا ہوں
سُنو اہلِ سُخن! مَیں پھر نیا اُسلوب لایا ہوں
کہو دستِ محبت سے ہر اِک در پر یہ دستک کیوں
کہا: سب کے لیے میں پیار کا مکتوب لایا ہوں
کہو کیا داستاں لائے ہو دل والوں کی بستی سے
کہا: اِک واقعہ میں آپ سے منسوب لایا ہوں

حافظِ ملت......سراپا محنت وقربانی واِیثار

تحریر: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، مفتی حنفیہ متحدہ عرب امارات

جامع معقول ومنقول، اُستاذ العلما، شیخ الحدیث والتفسیر علّامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کا شمار موجودہ دَور کے اکابر علمائے اہلِ سنّت میں ہوتا ہے۔ درج ذیل سطور میں آپ کی شخصیت سے متعلق کچھ مشاہدات وتأثرات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

تدریس وخطابت

جامع معقول ومنقول، مقرّرِ شیریں بیاں، حضرت علّامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب مدظلہ العالی کا میدانِ درس وتدریس اور خطابت میں تجربہ تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔ آپ تا حال (2022ء) اِن دونوں شعبوں میں بھرپور انداز سے اپنے جوہر دکھا رہے ہیں۔ قبلہ حافظ صاحب کا اندازِ تدریس وبیاں انتہائی سادہ اور عام فہم ہے، مشکل سے مشکل اَبحاث کو آسان تر لفظوں میں بیان کرنے، اور اُسے طلبہ کے ذہن میں بٹھانے میں آپ کو بڑی مہارت حاصل ہے۔

آپ کی اِس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے امیر المجاہدین شیخ الحدیث حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''آپ ہر دلعزیز مدرس ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واِنعام سے موصوف کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے، موصوف حِلم وبُرد باری، خُلوص وللّٰہیت، اِیثار وہمدردی کے پیکر، بہترین منتظم، انتہائی محنتی اور تجربہ کار استاد ہیں، ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ

وہ طویل سے طویل بحث کو چند جملوں میں سمیٹ کر طلبہ کے ذہن میں ڈال دیتے ہیں۔‘‘
(دیکھیے ’’تعلیم الصرف‘‘، مصنفِ تعلیم الصرف)

ذاتی مُشاہدات

راقم الحروف کی خوش بختی ہے کہ اِس کا شمار بھی اُستاذ العلما شیخ الحدیث حضرت قبلہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہٗ کے شاگردوں میں ہوتا ہے، دَورانِ طالب علمی میرا ذاتی مُشاہدہ ہے کہ حضرت قبلہ حافظ صاحب ہر خاص و عام، بالخصوص طلبہ کے ساتھ انتہائی شفقت ومہربانی سے پیش آتے، ان کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے، رات کے وقت اَسباق کی تکرار کے موقع پر اگر کسی طالبِ علم کو سبق سمجھنے میں مشکل پیش آتی تو انتہائی سہل انداز میں اُسے سمجھاتے اور مشکل سے مشکل بحث کو بھی بڑے آسان پیرائے میں بیان فرما دیتے۔

استادِ محترم حضرت قبلہ حافظ صاحب کی محبت وشفقت کا ایک واقعہ میری یادداشت میں آج بھی تر و تازہ ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب راقم الحروف (محمد اسلم رضا) 1997ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں درجہ ثالثہ کا طالبِ علم تھا، میں نے قبلہ استادِ محترم سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ میں حصولِ علمِ دین کے سلسلہ میں اہلِ سنّت و جماعت کی مشہور درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (ہندوستان) جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن ساتھ ہی مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ اگر میں کسی وجہ سے ہندوستان نہ جاسکا، تو اِس صورت میں مجھے دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ ملے گا یا نہیں؟ اس اندیشے کی وجہ یہ تھی کہ عام طور پر اساتذہ اس چیز کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی

طالب علم ہمارا مدرسہ چھوڑ کر کسی دوسرے مدرسے کی طرف کُوچ کر جائے۔ قبلہ استادِ محترم نے یہ سن کر ناراض ہونے کے بجائے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا: ''خیر سے جاؤ، اور خوب دل لگا کر پڑھو، یہاں پڑھو یا وہاں پڑھو، سب ادارے اپنے ہیں اور جب بھی دوبارہ داخلہ لینا چاہو تو ہمارے دروازے کھلے ہیں۔''

قبلہ استادِ محترم کی محبت، شفقت اور حوصلہ افزائی کا یہ سلسلہ ماضی کی طرح آج بھی جاری وساری ہے، آپ کی محبت وشفقت کا یہ عالم ہے کہ اپنے محبت بھرے مختصر کلمات کے ذریعے حوصلہ افزائی کر کے ہم جیسے چھوٹے لوگوں کو بھی بڑا بنا دیتے ہیں، انہیں مہمیز لگا کر مزید آگے بڑھنے اور کام کرنے کا خوب جذبہ دیتے ہیں۔ اس کی ایک جھلک حضرت کی اُن تقریظات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جو آپ نے اپنے شاگردوں کی مختلف تالیفات پر تحریر فرمائی ہیں۔ راقم الحروف کی تین کتابوں (1) ''اسلامی عقائد ومسائل'' (2) ''عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام'' (3) اور ''تحسین الوُصول اِلیٰ مصطلح حدیثِ الرسول'' پر استاذ العلما قبلہ حافظ صاحب نے تقریظات تحریر فرمائیں، ان میں آپ نے مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی اور تحسین ایسے الفاظ میں فرمائی، کہ حقیقۃً میں ان کلماتِ طیبہ کا حقدار تو نہیں، مگر انہیں اپنے حق میں دعا ضرور تصور کرتا ہوں، بلکہ اپنی چھوٹی چھوٹی کاوِشوں میں ان کلمات کی برکات بھی دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں۔

''عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام'' پر لکھی گئی تقریظ میں حوصلہ اَفزائی کے کلمات تحریر کرتے ہوئے استادِ محترم قبلہ حافظ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ''میں آپ کے تحقیقی کام سے بہت خوش اور مطمئن ہوں، آپ ایسے شاگردوں میں ہیں جن پر کسی بھی استاد کو بجا طور پر ناز

کرنا چاہیے اور مجھے بھی آپ پر ناز ہے! میں اپنے حلقۂ اَحباب اور تلامذہ کو آپ کی علمی خدمات کا حوالہ بطورِ مثال پیش کرتا ہوں۔‘‘

سراپا اِیثار و قربانی

شیخ الحدیث حضرت قبلہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہٗ کی ذاتِ بابرکات سراپا اِیثار وقربانی ہے، آپ سارا سال جامعہ نظامیہ رضویہ میں رہتے اور اپنا پورا وقت جامعہ کے طلبہ واساتذہ کو دیتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ اور اس میں پڑھنے پڑھانے والے طلبہ واساتذہ کو اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا اور ان کا خیال رکھا ہے تو اس بات میں ہرگز کسی طرح کا مبالغہ نہیں۔

عاجزی، اِنکساری اور سادگی

استاذ العلما حضرت قبلہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہٗ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو، آپ کی عاجزی، اِنکساری اور سادگی بھی ہے۔ ہزاروں علما کے استاد ہونے کے باوجود آپ کی ذات میں ہمیں تفاخر وتکبّر کا شائبہ تک نظر نہیں آتا، بلکہ آپ ہمیشہ عاجزی واِنکساری کا مُظاہرہ کرتے ہی پائے گئے ہیں۔ آپ کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ کے ایک چھوٹے اور سادہ سے کمرے میں گزار دیا، انتہائی معمولی تنخواہ پر شب وروز دینی خدمات انجام دیں، لیکن نہ کبھی تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ سننے میں آیا، نہ ہی کسی سے شکوہ کیا، آپ کی شخصیت یقیناً نابغۂ روزگار اور یادگارِ اسلاف ہے، جس کی نظیر آج کے دَور میں بہت ہی کمیاب بلکہ شاید نایاب ہے۔

زندگی کی تہتر 73 بہاریں دیکھنے کے باوجود، آج بھی قبلہ حافظ صاحب کا جذبہ ہزارہا

نوجوانوں سے کہیں بڑھ کر ہے، آپ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو تخت پر لانے، اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزّت وناموس پر پہرا داری کے لیے آج بھی کوشاں نظر آتے ہیں اور اس سلسلے میں چلنے والی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

اللہ ربّ العالمین استادِ محترم قبلہ شیخ الحدیث حضرت علّامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب کا سایہ، ہم اہلِ سنّت وجماعت کے سروں پر تا دیر قائم رکھے، ہمیں اُن کے فیوض وبرکات اور علوم سے مستفید ہونے کی توفیق مَرحمت فرمائے، ہمیں اپنے اکابر کا ادب واحترام کرنے، ان کی حیاتِ مبارکہ میں ہی اُن کی خدمات کا اعتراف کرنے اور اُنہیں خراجِ تحسین پیش کرنے کا جذبہ عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيّدنا ونبيّنا وحبيبنا وقرّة أعيُننا محمّدٍ وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين۔

حافظِ ملت......محافظِ ناموسِ رسالت

تحریر: مولانا ڈاکٹر محمد شفیق امینی، امیر تحریک لبیک پاکستان خیبر پختون خواہ

استاذ العلما علامہ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ وہ نابغۂ روزگار اور آفتاب رُو شخصیت ہیں جن کی تابانی سے علم و عرفان کے ہزاروں تلامذہ ماہِ کامل بنے اور پوری دنیا میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی سے دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنے تلامذہ کی ایسی تربیت کی ہے کہ وہ ناموسِ رسالت پر مر مٹنے کے لیے ہر دم آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور تحفظِ عقیدۂ ختم نبوت کے پاسبان بن کر طاغوتی قوتوں پر قہرِ آسمانی کی طرح برستے ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں وہ عظیم شاگرد... جس پر قبلہ سعیدی صاحب ہمیشہ فخر کرتے ہیں اور جس کو آپ نے ناموسِ رسالت کے مشن میں اپنا لیڈر مانا ہے امیر المجاہدین مجددِ زماں علامہ شیخ الحدیث باباجی خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام روشن تر ہے۔

تقریباً نصف صدی سے آپ اُمّ المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور ناموسِ صحابہ و اہل بیت کا درس دے رہے ہیں۔ آپ نے ہر قدم پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کی اور مجددِ دین وملت الحافظ الشاہ احمد رضا خان قادری حنفی قندھاری ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار، عقائد، تعلیمات اور نظریات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور خود بھی پورے تصلّب کے ساتھ ان پر قائم ہیں اور ہمیشہ بدمذہبوں کی سرکوبی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل آپ کا سایہ قائم رکھے اور آپ کو اغیار کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

حافظِ ملت......بھلائی کی چابی

تحریر: پیر طریقت مولانا سید افضال حسین شاہ محمدی سیفی

آستانہ عالیہ جامعہ محمدیہ سیفیہ ریحان والا، ننکانہ

جامع المعقول والمنقول، معدنِ حسنات وخیرات، منبع فیوض و برکات، بدر العلما، زبدۃ العلما، فخر المدرسین وعمدۃ المدرسین ورئیس المدرسین، شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ العلما حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایک نابغۂ روزگار شخصیت ہیں۔ یقیناً ایسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، جن کے قلم و زبان سے فیضانِ علم اور فیضانِ ہدایت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔

آپ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ غزالئ زماں رازئ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، مفتئ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہم الرحمہ کی علمی وفکری اور روحانی وراثت کے امین اور لاکھوں علما ومشائخ کے استاذ، مربی ومحسن ہیں۔

تبلیغ دین کے عمومی طور پر تین ذرائع ہیں: تقریر، تدریس اور تصنیف۔ استاد گرامی نہ صرف تصنیفی میدان کے شہسوار ہیں بلکہ تدریسی فرائض کی ادائیگی میں بھی ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔

یقیناً ممدوحِ مکرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس حدیث مبارک کے مصداق ہیں...... پروردۂ آغوشِ نبوت جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ مَغَالِيقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ

مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ مَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ. فَطُوبٰى لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلٰى يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِّمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلٰى يَدَيْهِ۔ یعنی بعض لوگ بھلائی کی چابیاں اور شر کے تالے ہیں اور بعض لوگ شر کی چابیاں اور بھلائی کے تالے ہیں، خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی چابیاں رکھی ہیں اور ہلاکت و بربادی ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے شر کی چابیاں رکھی ہیں۔ (ابن ماجہ 237)
بعض لوگوں کے ذریعے مخلوق میں خیر خواہی اور بھلائی عام ہوتی ہے، اُن سے علم کی شمع روشن ہوتی ہے، ان کی زیارت سے نیکی کا شوق اور بھلائی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، بھٹکے ہوئے کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتے ہیں، لوگوں میں فتنہ وفساد کو ختم کرتے ہیں، مختصراً یہ کہ وہ لوگ خیر و بھلائی کی چابی ہوتے ہیں۔ استاذ گرامی بلاشبہ ان افراد میں سے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھلائی کی چابی اور شر کا تالا فرمایا ہے۔

آپ کی شخصیت میں ایک نمایاں پہلو خاندانِ رسول، ساداتِ کرام کی محبت واحترام بھی ہے۔ آپ اپنے جامعہ میں پڑھنے والے تمام سادات سے خصوصی شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

راقم کے فقیر خانہ پر ہر سال دس محرم الحرام کو شہدائے کربلا کانفرنس میں تشریف لاتے ہیں اور اس بات کا کئی مرتبہ اظہار کر چکے ہیں کہ جب تک میری زندگی کا ساتھ ہے میں ان شاء اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کے پروگرام پر آتا رہوں گا۔ یقیناً یہ آپ کی سادات کے ساتھ محبت ہے کہ اتنی مصروفیت کے باوجود آپ بندہ نوازی فرماتے ہیں۔

اللہ رب العزت آپ کی تمام مساعیِ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بیہقیٔ عصر......سیرت و کردار کے آئینہ میں

تحریر: مولانا محمد انوار الرسول مرتضائی، مرکزی صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان

صدر النظما، بدر العلما، سند الحکما، حاوی المعقول و المنقول، شیخ الحدیث و التفسیر، استاذنا الکریم علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب متّعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ لاریب بیہقیٔ عصر ہیں۔قسامِ ازل نے آپ کی ذاتِ گرامی میں ایک عالمِ ربانی کی تمام خصوصیات بڑی فیاضی سے ارزانی فرما رکھی ہیں......علمِ راسخ، اخلاص، استقامت، زہد، تقوی، سخا، اِستغنا، حلم، تدبر، تصلّب، نظم، قناعت، استدلال، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صدق، وفا، تواضع اور اعلائے کلمۃ الحق جیسے اوصاف بڑے توازن کے ساتھ آپ کے سراپا انکسار وجودِ مسعود میں پائے جاتے ہیں۔

میرے یہ جملے کسی طور بھی رسمی نہیں ہیں کہ آپ اپنے اسلاف کے خلف الرشید اور حضور مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ رحمۃ الرحمان کے مشن کے امین ہیں۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تو کیا کئی بزمیں اور ادارے آراستہ کیے ہوئے ہیں۔آپ جامعہ نظامیہ رضویہ کی جان اور مسلکِ رضا کے پاسبان ہیں۔درسیات کی متداول کتب تو ایک طرف، فتاوی رضویہ کی ایک ایک جزئی از بر اور رضویات پر مکمل اتھارٹی ہیں۔صائب الرائے ایسے کہ جس مسئلے پر کوئی رائے قائم فرما دی پھر وہی حتمی ٹھہری اور کبھی رجوع کی ضرورت نہ پڑی۔عقائدِ اہلِ سنت پر تصلّب ایسا کہ فکرِ رضا سے انحراف کرنے والے بڑے بڑے صنادید کی گرفت میں ذرا سا تامل بھی نہ کیا۔آپ نے اپنے شاگردِ رشید امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہر مشکل موقع پر دستگیری

فرمائی اور مشکل ترین حالات میں تحریک لبیک پاکستان کے ساتھ چٹان کی طرح کھڑے رہے۔ آپ کو مسلکی پلپلا پن طبعاً ہی ناگوار ہے اور اتحاد بین المسالک کے داعی ابن الوقت علما کبھی بھی آپ کی تائید حاصل نہ کر سکے۔ آپ نے سرکاری عہدوں اور مراعات کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور مسلسل اِصرار کے باوجود بھی میڈیا کو کبھی پذیرائی نہ بخشی۔

آپ کی خدمت، تربیت اور شفقت میں گزرے تینتیس سال اِس بات کے متقاضی ہیں کہ آپ کی مکمل بائیوگرافی لکھ دوں؛ کیونکہ آپ کی کتابِ زندگی کا ایک ایک صفحہ اور شخصیت کا ایک ایک پہلو اِس قابل ہے کہ اُسے سنہری حروف میں لکھ کر آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا جائے، لیکن مضمون کی تنگ دامانی کا تقاضا ہے کہ صرف چند اُمور پر ہی اکتفا کیا جائے۔ سو چند اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کر کے باقی کو کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھتا ہوں۔

عشقِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظِ ملت مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال فرمایا ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ کشتۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جب بھی آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے شہر طیبہ کا تذکرہ آتا ہے تو آپ کی کیفیت دیدنی ہوتی ہے۔

1993ء میں راقم کی کلاس کو آپ سے حدیث شریف کی مشہور کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سبق سے پہلے قصیدہ بردہ شریف کے ایک دو اشعار پڑھنے کا معمول تھا اور آپ اُن اشعار کا مختصر ترجمہ اور تشریح بھی فرما دیتے تھے۔ اس دوران کلاس پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ کی حالت تو وجدانی ہوتی تھی۔ جس دن قصیدہ بردہ شریف کے یہ ابتدائی شعر پڑھے گئے:

أَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ
أَوْ أَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ

(یا تو کاظمہ کی طرف سے نسیمِ سحر چل پڑی ہے...... یا پھر اندھیری رات میں کوہِ اِضم کی طرف سے آسمانی بجلی چمکی ہے)

جب دیارِ محبوب کے ضمن میں آپ کاظمہ اور کوہِ اضم کی وضاحت فرما رہے تھے تو آپ کی کیفیت دیدنی تھی اور اگلے شعر پر تو آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

(تیری آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ تو اُن کو رکنے کا کہتا ہے تو وہ اور زیادہ اشک بار ہو جاتی ہیں......اور تیرے دل کا کیا ماجرا ہے کہ تو اُسے سنبھلنے کا کہتا ہے تو وہ اور زیادہ بے تاب ہو جاتا ہے)

آپ کی کیفیت دیکھ کر کلاس کے اکثر لڑکوں کی آنکھیں اشک بار تھیں، پھر یہ مناظر اکثر دورانِ سبق دیکھنے کو ملتے رہے۔ اِن آنسوؤں کی کیفیت اور اِن کی قدر و قیمت کا اندازہ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس رباعی سے کیا جا سکتا ہے:

از خون دلم دو چشم پُر نم بہتر   از عیش و نشاط دلِ پُر غم بہتر
یک لحظہ حضورِ دل بدر گاہِ تو   از پادشاہئ تمام عالم بہتر

ساداتِ کرام سے محبت کے انداز

استاذ قبلہ حافظ صاحب کی اپنے نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے اور اہل بیتِ اطہار کے ساتھ محبت و مودت بھی ایک داستانِ عشق ہے۔ سیدۂ کائنات حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تذکروں کی تو بات ہی الگ ہے۔

آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں ساداتِ کرام کا جو شاہانہ پروٹوکول متعین کر رکھا ہے زمانۂ حال میں اس کی مثال ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جامعہ میں سادات طلبہ کو شہزادوں جیسے ناز و نعم میسر ہیں۔ اُنھیں ہر کام، ہر مجلس اور ہر حیثیت میں اوّلیت حاصل ہے۔ داخلے میں ترجیح، حاضری رجسٹر میں نام دوسرے طلبہ سے اُوپر، نشست میں تقدم، دستارِ فضیلت میں اوّلیت...... کسی سید زادے سے کوئی خدمت نہیں لی جاتی، بلکہ انہیں مخدوم بنا کر رکھا جاتا ہے۔ سادات کی سالانہ دعوت کا ایسا پُر تکلف اہتمام کہ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی، ہر دن اپنی خاص گرہ سے بعد نمازِ ظہر سادات طلبہ کے لیے خصوصی چائے کا اہتمام۔ سر دست میں ایک سید زادے کی خود گزشت پیش کر کے آگے بڑھتا ہوں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مدرس مولانا سید متین حماد شاہ بخاری صاحب نے قبلہ حافظ صاحب کی شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے راقم کو بتایا کہ 2004ء کی بات ہے، دورانِ طالب علمی میری ایک قصور کے ساتھی طالبِ علم غلام نبی سے کچھ تکرار ہو گئی، اُسے استاذ صاحب کی خدمت کی سعادت میسر رہتی تھی، میرے منہ سے نکلا: خدمت کا تو بس بہانہ ہے، دراصل تم استاذ گرامی کے پاس کھانے پینے کی نیت سے جاتے ہو۔ اِس پر وہ مشتعل ہو گیا۔ میں نے منت سماجت تو کی، لیکن اس نے آپ کو میری شکایت کر دی۔ استاذ صاحب نے فرمایا: اچھا بلاؤ اُسے میرے پاس۔ اس نے باہر آ کر مجھے کہا: ''چل شاہ! استاذ حافظ صاحب تینوں بلاندے نے۔'' یہ سنتے ہی پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، چاروناچار میں استاذ صاحب کے کمرے میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوا تو مجھے اپنے پاس بلا کر پیشانی پر بوسہ

دیااوراپنے قریب بٹھاتے ہوئے فرمایا: ''شاہ جی! ایہہ میرے کول کھان لئی آندااے، تے تُسی ہن روزانہ میرے کول چاہ پین آنا اے'' اور پھر آپ مجھے روزانہ بعد نمازِ ظہر چائے پینے کے لیے طلب فرماتے۔ اگر کسی دن نمازِ ظہر کے بعد حاضر نہ ہو پاتا تو بعد میں بلوا کر چائے پلاتے اور ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہ سلسلہ 2004ء سے 2015ء تک (جب میں فارغ التحصیل ہوا) مسلسل گیارہ سال تک جاری رہا۔ بعدازاں میں نے جامعہ میں تدریس شروع کر دی تو بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اب تدریس کو بھی چھ سال ہو گئے ہیں۔ آپ نے طلب تو میری لغزش پر فرمایا تھا، لیکن سیدزادہ ہونے کی وجہ سے میرے اکرام میں مسلسل سترہ برس سے اِضافہ ہی فرما رہے ہیں۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

شانِ استغنا

اللہ تعالیٰ نے استاذ گرامی کے مزاج میں وصفِ استغنا بھی بدرجۂ کمال ودیعت فرما رکھا ہے، جس کا اظہار آپ کے طرزِ عمل سے اکثر ہوتا رہتا ہے۔

2006ء میں برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے حضرت حافظِ ملت کو اُن کی علمی، تحقیقی، تصنیفی اور تدریسی خدمات کے اعتراف میں چاندی کے ساتھ تولا گیا۔ ایک پاٹ میں آپ تشریف فرما ہوئے اور دوسرے پاٹ میں چاندی کی اینٹیں رکھی گئیں۔ جب دونوں پاٹ متوازن ہوئے تو یہ چاندی کی اینٹیں 81 کلوگرام سے کچھ زیادہ تھیں۔ اس کی مالیت ایک خطیر رقم بنتی تھی، لیکن اس وقت تمام حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ نے بلا تامل چاندی کا وہ ڈھیر رضا فاؤنڈیشن کو عطا فرما دیا۔ اللہ اللہ! یہ شانِ استغنا کہ خود ساری زندگی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے کمرہ نمبر 9 کی فرشی نشست پر اور اہلیہ محترمہ نے اپنے مفلوج

بیٹے کے ساتھ جامعہ کی چوتھی منزل پر ایک ڈیڑھ مرلہ کے مکان میں بسر کر دی جو سردیوں میں یخ بستہ اور گرمیوں میں تپ کر انگارہ ہو جاتا ہے (جب کہ آپ اپنی آمدن، حرمین شریفین کی حاضری، ساداتِ کرام، علما، طلبہ اور سائلین پر خرچ کر دیتے ہیں)

چاندی کے ڈھیر کو ایک عالمِ ربانی کی نظر میں یوں بے وقعت دیکھ کر قرآنِ حکیم کی وہ آیت کریمہ یاد آ گئی جس میں حُبُّ الشَّهَوٰتِ کے ضمن میں وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ کو بھی ذکر کیا گیا ہے، اسے مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سمجھ کر ایک عالمِ ربانی کا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (۱) کے وعدۂ ربانی پر ''حق الیقین'' ہونا بھی سمجھ آ گیا۔

''ایں سعادت بزورِ باز و نیست'' کے مصداق راقم الحروف کو قبلہ استاذی المکرم کے علاج معالجہ کے سلسلہ میں بعض اوقات خدمت کا موقع میسر آتا رہتا ہے۔ ناچیز چونکہ لاہور کے معروف اتفاق ہسپتال کی مسجد میں (1994 سے تا حال 2022) بطور خطیب تعینات ہے، اس لیے ہسپتال میں آپ کے چیک اپ کا شیڈول بھی راقم کے پاس ہی ہوتا ہے۔ 2010ء کے بعد سے آپ کی ہسپتال میں چیک اپ کے لیے تشریف آوری ہو رہی ہے۔ اس دوران آپ مختلف اوقات میں ڈاکٹر آصف محمود قادری (شوگر سپیشلسٹ)، ڈاکٹر کرنل عبدالشکور صاحب (سائیکیٹرسٹ)، ڈاکٹر محمد لقمان (سکن سپیشلسٹ)، ڈاکٹر شوکت زبیر (یورالوجسٹ)، ڈاکٹر آصف بیگ مرزا (جنرل سرجن)، ڈاکٹر احسان الحق چشتی (نیوروفزیشن)، ڈاکٹر محمد زبیر (فزیوتھراپسٹ)، ڈاکٹر آفتاب ربانی (جنرل فزیشن) کے زیر علاج رہے ہیں۔ آپ کے پروسٹیٹ اور پتے کے آپریشن بھی ہوئے۔

اس تمہید کے بعد اصل مدعا یہ ہے کہ جب آپ پروسٹیٹ کے آپریشن کے لیے ہسپتال میں داخل ہوئے تو آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک خطیر رقم مجھے تھما دی، میں نے عرض

کیا کہ فی الحال پیسوں کی ضرورت نہیں اور ویسے بھی یہ رقم بہت زیادہ ہے، تو آپ نے حکماً فرمایا: ''نہیں، یہ تم اپنے پاس رکھو۔'' مجھے اِس حکمت کی تب سمجھ آئی جب آپ کی تیمارداری کے لیے احباب کا تانتا بندھ گیا، جن میں آپ کے بڑے بڑے متمول علماء و مشائخ شاگرد بھی شامل تھے۔ ان میں سے کئی ایک نے بڑی رازداری سے الگ کر کے پوچھا کہ استاذ صاحب کے ہسپتال اخراجات کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟ ہمیں بتایئے! بعض نے اچھی خاصی رقم تھمانے کی بھی کوشش کی، لیکن میں نے کہا: استاذ گرامی مجھے پہلے ہی اس قدر پیسے پکڑا چکے ہیں کہ مزید کی ضرورت نہیں۔ کچھ احباب نے اصرار کیا تو اُنھیں کہا کہ آپ استاذ صاحب کو ہی پیش کریں، مجھے اجازت نہیں۔ ایک بڑے عہدے پر متمکن عالمِ دین کے ہسپتال مالکان سے روابط تھے، کہنے لگے: مَیں اُن سے رابطہ کرتا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ استاذ صاحب اس کی بھی اجازت نہیں دیں گے۔ علاوہ ازیں آپ جب بھی ہسپتال تشریف لاتے ہیں واپسی پر آپ کا الوداعی اور لازمی سوال یہی ہوتا کہ بل پیش کریں، حالانکہ وہاں موجود احباب میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ یہ سعادت اُسے میسر آئے۔ یقیناً یہ سیر چشمی اور استغنا ایک عالمِ ربانی کی ہی شان ہے۔

جلال و جمال کا حسین امتزاج

آپ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو جلال و جمال کا حسین امتزاج بھی ہے۔ جلال کا یہ عالم کہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ کے صحن میں ایستادہ، نیم کے درخت کے نیچے چٹائی پر براجمان ہوں یا چارپائی پر جلوہ افروز ہوں...... جامعہ کی ہر چیز از خود نظم میں نظر آنے کے ساتھ ساتھ یوں لگتا کہ کوئی چڑیا بھی فضا میں پھڑ پھڑانے کی جسارت نہیں کر رہی۔ ہر کوئی

آپ کی نظر سے چھپتا چھپاتا گزرنے کی کوشش کرتا، حالانکہ آپ اکثر کسی طالبِ علم کو کچھ بھی نہیں کہتے۔ راقم نو سال جامعہ میں رہا، اس دوران کہیں ایک آدھ بار ہی سرزنش کی نوبت آئی، لیکن وہ جلالی کیفیت آج بھی محسوس کرتا ہوں اور مجھ سمیت کئی طلبہ آج ربع صدی بعد بھی (نمازِ فجر سے پہلے طلبہ کو اُٹھانے کے لیے) ڈھیلے ہاتھ سے آپ کی زمین پر عصا پٹختے ہوئے چلنے کی آواز سوتے میں سنتے ہیں اور یہ بات تو میں قسمیہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ آواز اب بھی مجھے کبھی کبھی اچانک بیدار کر دیتی ہے۔

مزاج میں جمال ایسا کہ ہر کوئی آپ کو اپنا غمخوار و غمگسار سمجھتا ہے۔ راقم سمیت جامعہ سے فارغ التحصیل علما اور زیرِ تعلیم طلبہ میں سے ہر ایک یہی محسوس کرتا ہے کہ استاذ گرامی کی جو خصوصی شفقت اور رازداری میرے ساتھ ہے، وہ شاید کسی دوسرے کے ساتھ نہیں۔ ہر شاگرد کی خوشی غمی میں شریک اور ہر شاگرد کے گھر کے فرد اور سرپرست...... اِس طرح ایک زمانہ آپ کو اپنا مربی و محسن اور شفقتوں کا امین سمجھتا ہے۔

راقم الحروف کو سفر و حضر میں اکثر آپ کی معیت میسر رہی، لیکن ہمیشہ تکلف کے بجائے اپنائیت کا احساس غالب رہا۔ آپ کے گھر میں بھی خدمت کا موقع ارزانی رہا۔ بعض اوقات مولانا سردار احمد حسن صاحب اور مولانا محمد اکرام اللہ بٹ صاحب کے ساتھ مل کر آپ کا کھانا تیار کرنے کا موقع ملتا تو آپ اپنے ساتھ ہی ہمیں کھانے کے لیے بٹھا لیتے اور کھانا کھاتے ہوئے کچھ احساس نہ ہوتا کہ کسی عبقری شخصیت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

اصاغر نوازی

اصاغر نوازی کے وصف میں بھی آپ اپنے معاصرین میں بے مثال ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخل ہونے والا کوئی

طالبِ علم بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں۔

آپ کو کسی بھی طالبِ علم کے داخلہ کے وقت جامعہ آنے کی کیفیت، دورانِ تعلیم کے واقعات، فارغ التحصیل ہونے کا منظر، اس کی شادی، اولاد اور زمانۂ حال میں خدمات تک آگاہی ہوتی ہے۔ پاکستان اور دوسرے ممالک میں بسنے والے علما وفضلا کو کبھی بھی کسی بھی وقت استاذِ گرامی کا فون آسکتا ہے۔ باز پرس ہوسکتی ہے اور یہ بھی اطلاع مل سکتی ہے کہ میں ایک گھنٹہ تک آپ کے پاس پہنچوں گا، یا کم از کم اتنی کرم نوازی تو ضرور فرماتے ہیں: مَیں تیرے شہر یا علاقے سے گزر رہا ہوں۔ جس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا آپ اس کی بھی دلجوئی کے لیے چند منٹ ہی رک جاتے ہیں۔ وہاں پر نماز کی ادائیگی کا ہی پروگرام دے دیتے ہیں۔ جس ادارے یا فاضل کے پاس پہنچتے ہیں اس طرح اپنائیت کے ساتھ تشریف فرما ہوکر کوائف دریافت فرماتے ہیں کہ جیسے اِس دورے کے ترتیب دیے جانے کا مقصود بالذات یہی تھا۔

آپ نے کسی طالب علم کی کبھی ایک مرتبہ بھی دلجوئی یا حوصلہ افزائی فرمائی تو اسے زندگی بھر یاد رہی۔

راقم نے 1989ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لیا تب شعبۂ فارسی کے طلبہ کو استاذ گرامی علامہ محمد منشا تابش قصوری علیہ الرحمہ پڑھاتے تھے۔ اس دوران کبھی کبھی قبلہ حافظِ ملت کی خدمت میں حاضری کا بھی موقع مل جاتا۔ آپ کی شفقت نے کبھی بھی آپ کی عبقریت کا اندازہ نہ ہونے دیا۔ آپ کے پاس حاضری سے اپنائیت کا احساس گہرا ہوتا گیا۔ رمضان المبارک کی چھٹیوں میں طلبہ گھر چلے گئے، اُن دنوں عید الفطر پر بالخصوص رنگین عید کارڈ اور رنگین لیٹر پیڈ پر خطوط لکھنے کا بہت رواج تھا۔ راقم نے جہاں مدرسہ کے دیگر

دوستوں کو کارڈ اور خطوط بھیجے وہاں خصوصی طور پر آپ کو بھی ایک خوب صورت لیٹر پیڈ پر عید کی مبارک باد کا لمبا چوڑا خط ارسال کر دیا۔ کچھ دنوں بعد آپ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا عید کی مبارک بادی اور دعاؤں پر مشتمل جوابی خط وصول ہو گیا۔ (استاذ گرامی کے دست مبارک کا لکھا ہوا وہ خط آج بھی میرے ریکارڈ میں محفوظ ہے)

میرا خط پہنچنے کے وقت آپ کے پاس موجود دوستوں سے بعد میں معلوم ہوا کہ استاذ صاحب نے میرا شفقت کا ایک نام لے کر بتایا کہ یہ اُس کا خط آیا ہے اور پھر ایک طالب علم کو پڑھنے کے لیے دیا۔ (استاذ صاحب ایسے شفقت کے نام کچھ خاص طالبِ علموں کو عطا فرماتے تھے، جو اکثر ان کے اصل نام پر غالب آ جاتے تھے۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ اُس نام میں میرے ساتھ مولانا محمد ظہیر بٹ فریدی صاحب [موجودہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور] بھی شریک ہیں۔ بس سینئر ہونے کے ناطے ان کا نمبر ایک تھا اور میرا دو تھا) چھٹیوں کے بعد جب میں دوبارہ مدرسہ حاضر ہوا تو آپ نے خط کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: ''واہ بھئی! آپ نے تو بڑا فصیح و بلیغ خط لکھا، اُس میں استعارہ بھی تھا، خطاب بھی تھا، یہ بھی تھا، یہ بھی تھا۔'' تب تک میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ان اصطلاحات کا مطلب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ اپنے تمام تر فیوض و برکات کے ساتھ ہمارے سروں پر دراز رکھے۔ آمین

حافظِ ملت......پیکرِ شفقت و احسان

تحریر مولانا مفتی محمد اکمل قادری، کراچی، ARY Qtv

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم کچھ عرصے سے علالت کے باعث تحریری کاموں کو یکسوئی اور کامل طور پر کرنے سے عاجز ہے، لیکن مولانا قاری احمد رضا سیالوی زید مجدہٗ نے بتایا کہ حافظ صاحب کے بارے میں رسالے کی اشاعت قریب ہے؛ لہٰذا کچھ یادداشتیں اور قبلہ استاد صاحب کے بارے میں اپنی مشاہداتی رائے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

☆ قبلہ استاد صاحب عالمِ اسلام کے لیے بلا مبالغہ ایک ایسا قیمتی خزانہ ہیں کہ جس کی جتنی قدر کی جائے، کم ہے۔ لیکن معذرت کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ ہم اہلِ سنت زندگی میں کم اور بعد وفات مکمل اظہارِ عقیدت پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ اللہ سمجھ عطا فرمائے۔

☆ آپ کم گو، مدلل اور پُر مغز گفتگو کرنے والے، اکثر اوقات گہری سوچ وفکر میں مستغرق، بہترین انسان شناس، طلبہ کی صلاحیتوں کو جانچنے پرکھنے کے ماہر، اُنھیں پہچان کر بروقت اور برمحل استعمال کا موقع فراہم کرنے والے، اپنے اساتذہ کے سلسلے میں انتہائی مؤدب، بہترین استاد، طلبہ کے حق میں بے حد مشفق، لیکن کارِ دین میں کوتاہی کے مرتکب کے لیے سختی سے کام لینے والے اور مشاورت کے سلسلے میں انتہائی قابلِ اعتماد شخصیت کے حامل ہیں۔

☆ آپ طلبا کے ساتھ شستہ اور دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے، اس طرح مزاح فرماتے ہیں کہ سامنے والا محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب مجھ گناہ گار نے جامعہ نظامیہ میں داخلے کا ارادہ کیا تو کسی سبب سے تین ماہ کی دیر ہو چکی تھی، قبلہ حافظ شاہد اقبال ساتھ لے

گئے اور گزارش کی کہ اِنھیں داخلہ دے دیا جائے، چونکہ ہمارے کراچی سے پڑھنے کے لیے جانے والے اکثر طلبہ تکمیل سے قبل ہی راہِ فرار اختیار کر لیتے تھے، چنانچہ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا: داخلہ تو میں دے دیتا ہوں، لیکن جب بھاگنا ہو تو کم از کم مل کر جائیے گا، لیکن حضرت کا کرم رہا کہ ایک بار قریب کیا تو پھر آپ نے بھاگنے ہی نہ دیا۔

☆ آپ دھیمے دھیمے لہجے اور پوری مہارت کے ساتھ اِس طرح سبق کو آسان کر کے پڑھاتے تھے کہ دورانِ حصولِ علم کبھی کوفت، بوریت یا تشنگی محسوس نہ ہوئی۔ ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے اور ذہن میں آنے والے اشکالات کا تشفی بخش جواب دیتے۔

☆ آپ راقم پر بہت زیادہ شفقت فرماتے رہے، جس میں سے ناقابلِ فراموش یہ احسان بھی ہے کہ راقم ایک سال قبل ہی اپنی تعلیم پوری کرنے میں کامیاب ہوا۔ جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ جامعہ سے پانچواں سال مکمل کرنے کے بعد بعض اسباب ووجوہ کی بنا پر دارالعلوم میں باقاعدہ تعلیم جاری نہ رکھ سکا اور لاہور میں رہتے ہوئے ہی، اگلے ایک سال میں چھٹے اور ساتویں سال کی کتب ذاتی محنت سے حل کر کے مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور براہِ راست دورۂ حدیث میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی، آپ نے قبلہ حافظ صاحب کے پاس بھیج دیا کہ جو وہ کہیں، وہی ہوگا۔ قبلہ حافظ صاحب نے فقط اتنا پوچھا: سب کتب پڑھ لی ہیں نا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: پھر کل سے آجائیں۔ یہ بات عرض کرنے سے مقصود، حضرت قبلہ حافظ صاحب کی شفقت واحسان اور ساتھ ساتھ اپنے شاگردوں اور اپنی تربیت پر کامل اعتماد کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں درازیِ عمر بالخیر عطا فرمائے، تاحیات کسی کا محتاج نہ رکھے اور ہر مثبت چیز کے زوال سے محفوظ فرمائے۔ آمین

حافظِ ملت کے احسانات

تحریر: مولانا فیاض احمد کریمی، مہتمم جامعہ عربیہ غوثیہ معین الاسلام، مظفر گڑھ

1993ء کی بات ہے کہ ناچیز ایک سفارشی رقعہ لے کر حصولِ علمِ دین کی آرزو لیے دارالافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں استاذ العلما مولانا مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسباق کا آغاز ہو چکا تھا، جامعہ نظامیہ جیسا پُر وقار اِدارہ، جہاں اُصولوں کی سختی سے پابندی ہو...... میں عموماً ایسے وقت داخلہ مل جانا ناممکن سا ہوتا ہے۔ قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کمالِ شفقت سے سفارشی رقعہ ہاتھ میں تھامے، مجھے ساتھ لے کر کمرہ نمبر 9 میں جلوہ گر ہوئے۔ وہاں تشریف فرما ایک قد آور شخصیت...... بعد میں معلوم ہوا کہ اُنھیں ''حافظ صاحب'' کہا جاتا ہے...... نے احتراماً کھڑے ہو کر مفتی صاحب کا استقبال کیا اور مسکراتے گویا ہوئے: ''حضرت! تکلیف فرمائی، مجھے بلا لیتے۔'' مفتی صاحب نے میرے داخلہ سے متعلق بات کی، حافظ صاحب نے داخلہ منظور کرتے ہوئے نصابی کتب کی پرچی بنا کر دی کہ گیٹ پر موجود مکتبہ سے کتابیں لے آؤ۔ وہاں پہنچا تو کتابوں کا بل دیکھتے ہی پاؤں سے زمین نکل گئی؛ کیونکہ میرے پاس ہفتہ بھر کے خرچ کے لیے فقط 20 روپے موجود تھے۔ چنانچہ میں نے مکتبہ والے سے کہا: آتا ہوں...... اور قبلہ حافظ صاحب کی بارگاہ میں پیش ہو کر معذرت خواہانہ عرض کی: حضور میری قسمت میں یہ علم نہیں ہے، مجھے اجازت دے دیں...... آپ میری آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں دیکھ کر وجہ بھانپ گئے اور شفقت بھرے لہجے میں فرمایا: ''پڑھنے کا شوق ہے؟'' عرض کی: حضور! جنوبی پنجاب سے یہاں تک کا اتنا لمبا سفر

اِسی غرض سے کیا ہے۔ آپ نے مکتبہ والے صاحب کے نام چٹھی لکھ بھیجی کہ ''اِسے کتابیں دے دیں اور بل میرے کھاتے میں ڈال دیں''۔

ظہر کے بعد آپ نے مجھے دوبارہ بلوایا...... چائے نوش فرما رہے تھے...... مجھے بھی چائے عنایت فرمائی......سامنے ڈیسک پر اعلیٰ قسم کا ایک خوب صورت اَن سلا جوڑا رکھا تھا، فرمایا: ''یہ آپ کے لیے ہے''، ساتھ ہی سلائی کے لیے غالباً تین سو روپے بھی عنایت کرتے ہوئے فرمایا: ''جو بچ جائیں وہ جیب خرچ ہے......اور ہاں! جب کبھی پیسوں کی ضرورت پڑے بغیر کسی تکلف کے آکر مجھ سے لے لینا''۔

نہ جانے مجھ ایسے کتنے طلبہ ہوں گے، جنھیں حضور حافظِ ملت مدظلہ العالی نے علمی دولت سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اُن کی دل جوئی کر کے اور اُن کی مالی سرپرستی کر کے اُن کے علمی سفر کو مکمل کروایا ہوگا۔

ناچیز ابتدائی سالوں میں بعض اوقات رات دو بجے تک اسباق ازبر کرنے کی کوشش کرتا رہتا، کئی بار ایسا ہوا کہ آپ مجھے بلا کر فرماتے: ''بیٹا! (اور کبھی فرماتے فیاض بھائی!) سارا لاہور سو گیا ہے، آپ بھی سو جائیں''۔

میری حتی المقدور کوشش رہی کہ مطالعہ و تکرار کے ساتھ اسباقِ پڑھوں، مگر ایک دن مجھ سمیت پوری کلاس مطالعہ کے بغیر مشکوٰۃ المصابیح کا سبق پڑھنے آپ کے پاس حاضر ہوگئی۔ آپ نے عبارت سنی اور طلبہ کو تادیب فرمائی، مگر مجھے کچھ نہ کہا۔ اس اندازِ تربیت کا مجھ پہ ایسا اثر ہوا کہ شرمندگی کے سبب مجھے تقریباً دو ماہ تک آپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

دورِ طالبِ علمی سے ہی مجھے گردے میں پتھری کا عارضہ لاحق ہے، ایک بار آپ نے

مجھے درد میں مبتلا دیکھا، میرے دوست مولانا نثار احمد شاکر صاحب نے مجھے بتایا کہ قبلہ حافظ صاحب اُس موقع پر رات بھر نہ سو سکے اور مجھے (نثار احمد) کو تاکید فرمائی کہ اگر فیاض احمد کو ہسپتال لے جانا پڑے تو فوری طور پر لے جانا......اللہ اکبر، ایسی بے چینی فقط والدین کو اولاد کے لیے ہوسکتی ہے۔ چنانچہ بلاشبہ آپ تمام ابنائے جامعہ کے لیے ایک شفیق باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قبلہ حافظِ ملت مدظلہ اپنے تلامذہ کو والدین، اساتذہ اور شیوخ کا ادب سکھانے کے ساتھ ساتھ سادات کا احترام کرنے کی بھی بھرپور تلقین فرماتے ہیں۔

آپ کے زیرِ سایہ تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں پختہ عقائد و نظریات کے حامل جلیل القدر علما و فضلا اپنے اپنے مدارس و جامعات میں اِشاعتِ دین کا کام احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے اور ہمیں آپ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

نازشِ اہلِ سنت، علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

دامت برکاتہم القدسیۃ

تحریر: استاذ العلما مولانا مفتی محمد قاسم قادری، دار الافتاء اہل سنت، کراچی

میرے شفیق استاد و مُحسن، نازشِ اہلِ سُنَّت، عمدۃ الفُضَلا، اُستاذ العلما، جامعِ مَعقول و مَنقول، شیخ الحدیث، قبلہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اہلِ سُنَّت میں وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستی ہیں کہ جو اپنی عمل و استقامت والی بزرگ عمر میں بھی نوجوانوں کے لیے سرمایۂ ترغیب اور مہمیزِ عمل ہیں۔

آپ کی شخصیت جامعِ کمالات، منبعِ فضائل اور سرچشمۂ علم و عمل ہے۔ آپ عمدہ سیرت، بلند کردار اور عظیم حوصلہ کے مالک ہیں۔ عقائدِ اہل سُنَّت کے تحفُّظ و ترویج میں آپ کا قول و فعل اور قلم و کردار نہایت روشن ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بُوئے اسَد اللّٰہی
آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ خدمتِ دین کے تمام شعبہ جات میں بیک وقت بھرپور کردار ادا کرنے والی متحرک شخصیت ہیں۔ آپ کی روشن سیرت کے تابناک پہلوؤں پر اہلِ علم نے روشنی ڈالی ہوگی۔ میں اپنے چند ذاتی مشاہدات پیش کرتا ہوں۔

مجھ ناچیز کو 1997ء سے دو سال تک جامعہ نظامیہ رضویہ کی علم پرور فضا میں صبح و شام گزارنے کا موقع ملا اور جامعہ میں رہائش کی وجہ سے قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے معمولاتِ شب و روز دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ مَیں بلا تردد کہہ سکتا ہوں کہ آپ اہل سُنّت کی اُن چِیدہ و چُنیدہ ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں قسّامِ ازل نے ہزاروں علما کی راہ نمائی کے لیے اعلیٰ درجے کی ذہانت، مضبوط حکمت، گہری دانش، عظیم فراست، مستقبل بینی، دُور اندیشی اور ذہن سازی کا عظیم ملکہ عطا فرمایا ہے۔

حقیقت ہے کہ کیا خوب صورت، سہانے، خوشگوار شب و روز تھے، جب ہر وقت قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیارت، کلام کی سماعت، علمی جواہر سے اِستفادہ اور عملی صلاحیتوں کا مشاہدہ نصیب تھا۔ جامعہ میں میرا کمرہ قبلہ حافظ صاحب کے کمرے کے قریب تھا۔ صبح فجر کی نماز کے لیے آپ خود طلبہ کو جگاتے اور آپ کے ایک مرتبہ فرش پر عصا مارتے ہی تیسری منزل تک کے طلبہ جس طرح بیدار ہوتے، وہ منظر بھی کیا ہی منفرد اور خوب تھا اور پھر ہم اہلِ قُرب، یعنی قریبی کمرے والے تو سب سے پہلے بیدار ہوتے۔

ناشتے کے بعد جامعہ کی اسمبلی میں حاضری ہوتی، پھر کلاسز (Classes) میں جانا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے "شرح مُلّا جامی" اور دیگر چند کتابیں قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھی ہیں اور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اگر "کراماتی تدریس" کا لفظ بولا جا سکتا ہے تو حافظ صاحب اِس کا اوّلین مِصداق ہیں۔ آپ تعلیمی پیریڈ (Period) کے آدھے دورانیہ سے بھی کم وقت میں اِیجاز و جامعیت کے ساتھ اسباق پڑھاتے نہیں، بلکہ دل میں اتار دیتے تھے۔ تدقیق کی عمدہ صلاحیت سے مالا مال علما تو بہت سے دیکھے، لیکن تفہیم و تسہیل کا اعلیٰ شاہکار حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ جیسا کوئی نہ

دیکھا اور یہ حقیقت ہے کہ طلبہ کو تدقیق سے زیادہ تسہیل پسند ہوتی ہے۔

آپ کے مزاجِ عالی میں شفقت غالب بلکہ غالب تَر ہے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے اپنے طلبِ علم کے دو سالوں میں ایک مرتبہ بھی مجھے آپ سے اپنے لیے ڈانٹ یا سخت جملہ سننے کو نہیں ملا، بلکہ اپنی طالب علمی کی کئی شوخ چشمیوں کے باوجود آپ کے اندازِ تربیت اور حسنِ اخلاق نے دل پر گہرے نقوش قائم کیے۔ ایک کامل و قابل استاد کا اپنے شاگردوں سے کیسا مُشفِقانہ، مُربّیانہ تعلق ہونا چاہیے، آپ کی زندگی اِس کی عملی مثال ہے۔ ہر فرد سے اُس کے مقام و مرتبہ اور صلاحیت کے مطابق کام لینا، طلبہ و علما کی حوصلہ افزائی کرنا، صلاحیتوں کے مطابق تربیت کرنا، دورانِ تربیت کمی کوتاہی پر سختی کے بجائے نہایت خوب صورت انداز میں صحیح طریقہ سمجھا دینا اور داتا صاحب علیہ الرحمہ کے فیضان سے حتی الامکان ناقص کو قابل، قابل کو کامل اور کامل کو مُکمّل بنا دینا آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔

عقائدِ اہل سنت کی پختگی، علمی ذوق کی فَراوانی، خدمتِ دین کا جذبہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مَحبت، سُنّیت پر استقامت، عمل پر مُدَاومت اور دیگر کثیر خوبیوں کا میں نے قبلہ حافظ صاحب کی سوچ اور زندگی میں اکثر و بیشتر مشاہدہ کیا اور اِسی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اِن تمام چیزوں کا فیضان عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے شفیق و کریم، قبلہ حافظ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے کمال میں مزید بلندی عطا فرمائے، آپ کا سایہ دراز فرمائے اور آپ کی مَساعیِ جمیلہ سے گلشنِ اہلِ سُنّت کی شادابی میں اضافہ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالٰی علیہ و اٰلہٖ وسلم۔

حافظِ ملت بحیثیتِ ناظمِ تعلیمات

تحریر: اُستاذ العلما مولانا قاری احمد رضا سیالوی

نائب ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

جب عنایتِ ربّانی کسی کی دستگیری فرمائے تو اُسے عظیم شخصیات کے زیرِ سایہ تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا موقع عطا کرتی ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ راقم الحروف کو یہ بھی سعادت میسر آئی اور قدرت کی کرم نوازی سے دینی تعلیم کے تمام مراحل عالمِ اسلام کی لائقِ فخر دینی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مکمل کرنے کے بعد یہیں تدریس کے ساتھ ساتھ نظامتِ تعلیم کے سلسلے میں بھی کچھ خدمت کا موقع نصیب ہوا۔

والدِ گرامی اُستاذ الحفاظ والقرا قاری ظہور احمد سیالوی مدظلہ العالی 1972ء سے جامعہ نظامیہ رضویہ کے ساتھ منسلک ہیں، یوں مادرِ علمی کی محبت اور اِس سے وفا کا تعلق راقم کی گھٹی میں شامل ہے۔

اِس سفر میں معمارِ جامعہ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ سمیت تمام اکابرِ جامعہ کی شفقتیں شاملِ حال رہیں، بالخصوص حافظِ امانات مفتیٔ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہ نے توخصوصی شفقت کے ساتھ قدم قدم پر راہ نمائی فرمائی اور بہت کچھ کرنے کا سلیقہ عطا کیا۔

قبلہ حافظ صاحب مدظلہ العالی بلا مبالغہ ایک عالمِ ربّانی ہونے کے ساتھ ساتھ آسمانِ خطابت کے بھی نیّرِ تاباں ہیں، مسندِ تدریس کی بھی زینت ہیں اور اُمورِ نظامت میں توکئی روایات کے مُوجِد ہیں۔

اِن مختصر سطور میں کچھ اجمالی تذکرہ مقصود ہے کہ آپ نے بحیثیتِ ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ اپنے شعبہ کے اُمور کو جس حسین انداز میں سرانجام دیا وہ نہ صرف لائقِ تحسین ہے، بلکہ اِس میدان کے نَو واردفضلا کے لیے راہ نما بھی ہے۔

درسیات سے فراغت کے فوری بعد 1976ء میں جامعہ کی نظامتِ تعلیم آپ کے سپرد کی گئی اور علالت وضعف کے باوجود تاحال آپ یہ ذمہ داری پوری توانائی اور جذبۂ وفا کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔آپ کے تقاضائے عمری اور خدماتِ جلیلہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بے اختیار یہ شعر زبان پر جاری ہوجاتا ہے:

تو نے پِیری میں کیے کام جواں سالی کے
کتنی تندرست وتوانا ہے نقاہت تیری

بطورِ ناظمِ تعلیمات آپ نے ریکارڈ کی ترتیب و اندراج سے متعلق درجِ ذیل اُمور کو بنیاد بنایا:

تعلیمی گوشوارہ جات: برصغیر کے تقریباً سبھی دینی مدارس میں تعلیمی سال کا آغاز شوال المکرم سے ہوتا ہے اور اختتام شعبان المعظم میں۔

حافظ صاحب قبلہ نے ہر تعلیمی سال کا الگ سے گوشوارہ بنایا، جس میں تفصیلاً درج ہے کہ:

☆ اِس سال مختلف شعبہ جات میں کون کون سے اساتذہ نے خدمات سرانجام دیں۔
☆ تعلیمی شعبہ جات سے فراغت پانے والوں کی تعداد کتنی تھی۔
☆ ہر شعبہ کے اساتذہ اور طلبہ کی تعداد کیا رہی، نیز طلبہ میں کتنے مقیم اور کتنے غیر مقیم۔
☆ تعلیمی سال کے آغاز واختتام کی تواریخ کیا تھیں۔

☆ سال میں کتنے دن اسباق ہوئے اور کتنے دن، کن وجوہات کی بنا پر نظامِ اسباق معطل رہا۔

لطف یہ کہ آپ نے جامعہ کے دفتری ریکارڈ سے معلومات حاصل کر کے نظامتِ تعلیم سنبھالنے سے پہلے سالوں کا بھی ریکارڈ مرتب کیا۔

فضلا اور اسناد کی تفصیل: 1959ء/ ۱۳۷۹ھ سے فراغت حاصل کرنے والوں کا ریکارڈ مرتب کیا اور جامعہ سے اسناد پانے والوں کی تفصیل درج کی۔

طلبہ کا ریکارڈ: جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہر سال داخلہ حاصل کرنے والے طلبہ کی تفصیل تحریر کی، جس میں از خود یا نظام کے تحت خارج ہونے والوں کا بھی اندراج کیا۔ نیز چند سال تک اِقامتی طلبہ کے رہائشی کمروں کی تفصیل بھی درج کی کہ کس درجہ کے طلبہ کو کون سے کمرہ میں رہائش فراہم کی گئی۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہر درجہ کے مانیٹرز کے اسما کو بھی ریکارڈ کا حصہ بنایا۔

امتحانی دستاویزات: جامعہ کے زیرِ اہتمام ہونے والے امتحانات کے شرکا سے متعلق دستاویزات تیار کیں۔ نیز سالانہ امتحانات میں اساتذہ کو امتحانات دینے والے شعبہ جات کی تفصیل بھی تحریر فرمائی، کہ کس ممتحن نے کس شعبہ کے طلبہ کا امتحان لیا۔

مزید برآں ایک الگ رجسٹر میں چند سالوں تک تاثراتِ ممتحنین گرامی بھی نوٹ کروائے۔

تنظیم المدارس سے متعلق: فروری، 1960ء میں پاکستان بھر کے سنّی مدارس کو منظم کرنے کے لیے ''تنظیم المدارس'' کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی گئی، پھر

1973ء میں اِس کی نشاۃِ ثانیہ ہوئی اور معمارِ جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے مجلہ النظامیہ، ''خصوصی شمارہ'' اگست/ستمبر، 2021ء، ص:165)

حافظِ ملت نے 1966ء سے تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کے زیرِ اہتمام ہونے والے امتحانات میں شرکت کرنے والے طلبہ کی تفصیل ترتیب دی۔ نیز تنظیم کی طرف سے جاری ہونے والی اسناد اور رزلٹ کارڈز کی وصولی کا رجسٹر تیار کیا، جس میں وصول کنندہ سے دستخط ثبت کروائے جاتے؛ تاکہ دستاویزات کی گمشدگی کا امکان نہ رہے۔

بزمِ رضا کا حساب: جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبہ کی تنظیم ''بزمِ رضا پاکستان'' کی ذمہ داری آپ کو 1970ء میں سپرد کردی گئی تھی، جب آپ زیرِ تعلیم تھے اور آپ تاحیات اُس کے صدر رہیں۔ آپ نے بزم کی آمدن و خرچ کی تفصیل سے متعلق ایک دستاویز تیار کی، جس میں تمام گوشوارے آپ کے دستخط کے ساتھ درج ہیں۔

اکابر کے ایامِ وصال: اکابر کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے اور اکابر شناسی کا جذبہ بیدار رکھنے کے لیے آپ تعلیمی سال کے دوران وصال فرمانے والے بزرگ علما و مشائخ کے ایام تحریر کرتے ہیں اور جامعہ کی ''سالانہ تقریبِ تقسیمِ انعامات و اعلانِ نتائج'' میں اُن کے اسمائے مبارکہ ذکر کرکے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

اِن تمام شخصیات کے ایامِ وصال امتحانات والے رجسٹر میں سالانہ امتحانات کے نتائج کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔

....

26 اگست، 2003ء کو مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کی ذمہ داریوں میں اِضافہ ہوا تو نظامتِ تعلیم میں نیابت کے لیے قرعۂ فال راقم الحروف

کے نام نکلا، یوں 8 تا 10 جون، 2004ء کو ہونے والے جامعہ کے ششماہی امتحانات میں راقم آپ کا معاون تھا، پھر رفتہ رفتہ ذمہ داریوں کا نائب کی طرف انتقال بڑھتا گیا۔

قبلہ حافظِ ملت کی مرتب کردہ درج بالا تمام دستاویزات بحیثیتِ نائب ناظمِ تعلیمات میرے پاس محفوظ ہیں اور اب آپ کے زیرِ سایہ یہ تمام اُمور جدید طریقے سے کمپیوٹر کے ذریعے بھی ترتیب دیے جاتے ہیں۔

قبلہ والدِ گرامی ایک عرصہ تک شعبۂ حفظ وتجوید کے صدر مدرس رہے اور اُنھوں نے بھی اِسی طرز پر اپنے شعبہ کا ریکارڈ ترتیب دیا۔ ستمبر، 2020ء کو ہونے والے روڈ ایکسیڈنٹ کے بعد سے وہ جامعہ میں حاضر ہونے سے قاصر ہیں اور اُن کا ترتیب دادہ ریکارڈ بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں سمیت تمام اساتذہ واکابر کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ دراز فرمائے اور اُن کے فیوض وبرکات وخیرات کا سلسلہ جاری وساری رکھے۔

آمین بجاہِ النبی الأمین ﷺ

حافظِ ملت......سرمایۂ اہلِ سنت

تحریر: استاذ العلما مولانا سید محمد عاصم شہزاد، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

ہر دور میں ایسے خوش نصیب افراد موجود رہے ہیں جنھیں رب تعالیٰ علم و حکمت کے ساتھ ساتھ تقوی و خشیت کے نور سے بھی منور فرماتا ہے۔ موجودہ دور کی ایسی شخصیات میں ایک نمایاں نام ہمارے مربی و محسن، استاذ الاساتذہ، رئس المدرسین، یادگارِ اسلاف، جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب کا ہے۔

قبلہ استاذی الکریم کو اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ نے بہت سی خوبیوں اور کمالات سے نوازا ہے۔ آپ نہایت نفیس الطبع، نرم مزاج حقائق و معارف کے اِدراک میں یکتائے زمانہ اور عقلی و نقلی علوم میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔ ذہانت و فطانت اور حسنِ نظامت میں آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ حق و باطل اور صواب و خطا کے مابین تمیز آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

میری قسمت جاگ اٹھی، جب میں نے 1996ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی فارسی کلاس میں داخلہ لیا اور پند نامہ کے ابتدائی دو اشعار قبلہ استاذی الکریم سے پڑھے، سبق پڑھانے سے پہلے تعداد زیادہ ہونے کے سبب قبلہ استاد صاحب نے ہمیں بڑے سلیقے سے قریب قریب کر کے بٹھایا۔ حاضری چیک کی، جائزہ لیا کہ نئے طلبہ کس کس علاقے سے آئے ہیں؟ میری خوش قسمتی کہ پہلے سال پہلا سبق ایک مشفق و مہربان استاد سے پڑھا اور پھر آٹھ سال آپ کے قدموں میں رہ کر اخلاقی اور روحانی تربیت کے مراحل طے کیے۔

سادات سے محبت

ربیع الاول کا مہینہ آیا تو قبلہ استاد محترم نے اپنے گھر، جو کہ جامعہ کی بالائی منزل میں ایک کمرہ پر مشتمل ہے، میں جامعہ کے سادات طلبہ کی دعوت کی اور خوب اچھا کھانا، فروٹ اور چائے وغیرہ کا وافر مقدار میں اہتمام کیا، آپ باوجود اس کے کہ اِن تمام سید زادوں کے اُستاد تھے، لیکن ان کی دعوت کر کے بتا دیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے بہت محبت فرماتے ہیں۔ اِس دعوت میں میں بھی شریک تھا، مجھے وہ منظر بھولتا نہیں کہ آپ اپنے ہاتھوں سے فروٹ کاٹ رہے تھے، یہ سطور لکھتے ہوئے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہیں اور میں آپ کی حقیقی باپ سے زیادہ شفقت و محبت کو محسوس کر رہا ہوں۔

آپ کی شخصیت قرآنی حکم قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودۃ فی القربی کی عملی تفسیر ہے۔ سادات سے محبت کا جو انداز اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا بیان کیا جاتا ہے وہ قبلہ استادِ محترم میں نظر آتا ہے۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہوتی ہے تو ہی آپ کی آل سے محبت ہوتی ہے؛ چنانچہ آلِ رسول کی محبت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا رشتہ بھی بڑا مضبوط ہے۔

تدریس کے لیے میرا تقرر

2002ء میں سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مَیں قبلہ استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا اس ارادے کے ساتھ کہ مفتی کورس کے لیے اجازت طلب کر سکوں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ عرض کرتا آپ نے خود ہی مجھ سے پوچھ لیا کہ شاہ جی فراغت کے بعد کیا پروگرام ہے؟ میں نے عرض کی کہ مفتی کورس کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر فرمانے لگے: ''مفتی کورس کے

بجائے تدریس اختیار کریں، چار پانچ سال تدریس کر لی تو مفتی سے کم نہیں ہوں گے؛ مفتی کورس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہی کتابیں تدریس کے دوران خود پڑھائیں گے تو مفتی بن جائیں گے۔'' میں نے عرض کی: ''حضور! جیسے آپ کا حکم۔'' فرمایا: ''کل آ جائیں، تدریس کے لیے جگہ بنا دیتے ہیں۔'' میں اگلے دن حاضر ہوا تو فرمایا: ''جامعہ نظامیہ رضویہ کے مدرسین میں آپ کو شامل کر دیا ہے۔'' پھر مجھے کلاس ثانیہ کے ایک گروپ کی ذمہ داری سونپ دی اور قبلہ شرفِ ملت علیہ الرحمہ کئی سال جس کمرہ میں تدریس فرماتے رہے، وہ کمرہ مجھے عنایت فرما دیا۔

آج تقریباً بیس سال ہو گئے ہیں مَیں استقامت کے ساتھ تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوں اور اپنی قسمت پہ ناز کرتا ہوں کہ مجھے میرے استاد کے صدقے رب تعالیٰ نے عظیم ذمہ داری عطا فرما دی ہے۔

اُستاذ الاساتذہ

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ نے اپنے تلمیذِ ارشد قبلہ حافظ صاحب کو زیادہ سے زیادہ مدرس تیار کرنے کا مشن دے دیا۔ آپ مفتی صاحب کے دیے ہوئے مشن میں کس قدر کامیاب ہوئے؟ اس کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہے۔ اہلِ سنت کے ہر چھوٹے یا بڑے مدرسہ میں آپ کو جامعہ نظامیہ رضویہ کا فاضل تدریس کی ذمہ داریاں ادا کرتا ضرور نظر آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یورپی ممالک میں قائم سنٹرز میں بھی جامعہ کے فضلا اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ سب مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے اخلاص اور حافظِ ملت کی استقامت اور شب و روز محنت کا ثمرہ ہے۔

حسنِ نظامت

قبلہ استاد محترم کی نظامت کا انداز بڑا نرالا اور انوکھا ہے، اگر کسی مدرس سے کسی معاملہ میں کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے تو تنہا بلا کر پیار سے سمجھاتے ہیں۔ آپ کی شخصیت میں رعب ہی اتنا ہے کہ کوئی بات نہایت دھیمے انداز میں کر دیتے ہیں تو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مجھے ابھی پہلا سال تھا تدریس کرتے ہوئے، کلاس ثانیہ کی کتاب نورالایضاح کا نصاب کچھ سست رفتاری سے چل رہا تھا، ماہِ رجب کے شروع میں مجھے بلایا اور بہت ہی پیار سے فرمایا: ''شاہ جی! نورالایضاح کا سلیبس کمزور ہے، ذرا رفتار تیز کریں، اس ماہ میں کتاب مکمل ہونی چاہیے۔'' میں نے عرض کی کہ میں بھرپور توجہ دوں گا۔ تقریباً پندرہ دن بعد نورالایضاح مکمل ہو گئی۔ اس پر قبلہ حافظ صاحب نے میری خوب حوصلہ افزائی فرمائی، بہت خوش ہوئے اور مزید میری کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔

استقامت

''کرامت سے اُونچا درجہ استقامت کا ہے'' اور استقامت تو استاذی الکریم میں کامل درجہ کی پائی جاتی ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان نے تقریباً نصف صدی قبل آپ کو جو مشن دے کر مسند تدریس پر بٹھایا، آپ اُس کی تکمیل کے لیے آج بھی اپنی مسند پر جلوہ افروز ہیں۔ اس سے بڑی استقامت کی مثال آج کے دور میں نہیں ملے گی۔

قبلہ اُستادِ محترم بلا شک وشُبہ اہلِ سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی اور خیر والی لمبی عمر عطا فرمائے اور آپ کے فیضِ علم سے مزید لاکھوں لوگوں کو بہرہ ور فرمائے اور آپ کا سایۂ شفقت ہمارے سروں پر تادیر قائم ودائم فرمائے۔

حافظِ ملت......ایک لائقِ تقلید شخصیت

تحریر: مولانا محمد سجاد رضوی، برطانیہ

مئی، جون کا موسم اور سال 1992ء، کہ راقم کی پہلی رات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی چھت پہ بسر ہوئی۔

والد گرامی علیہ الرحمہ تو میرے مڈل کے امتحان کے بعد ہی اِس بات پہ مصر تھے کہ جامعہ کی راہ پکڑوں، مگر ہماری چرب زبانی اور منت سماجت کے سامنے والد صاحب نے اپنے حکم نامے میں تخفیف فرمائی کہ میٹرک کے بعد ہر صورت درسِ نظامی کا آغاز کرنا ہوگا۔ دو سال گزرے اور میٹرک اچھے بھلے نمبروں سے پاس ہوگیا اور وہ بھی فیڈرل بورڈ سے ہائی فرسٹ ڈویژن کے ساتھ۔ قبلہ والد صاحب کی طرف سے حکم ملا کہ اب کوئی گنجائش نہیں، آپ کو جامعہ نظامیہ رضویہ جانا ہوگا۔ ہم نے دامنِ التجا پھیلایا، چہرے کو خزاں رسیدہ بنایا اور عرض گزار ہوئے کہ کالج کی زندگی انسان کو ذہنی بلوغت عطا کرتی ہے، عقل کو مہمیز دیتی ہے اور فکر کو حدّت و حکمت؛ لہٰذا اب کی بار ہماری درخواست کو قبول کیا جائے اور کالج کے دو سال عطا ہوں؛ تاکہ احقر شورشِ تمنا کا شکار نہ ہو۔ اِس آہ و فغاں میں لپٹی فریاد کے بدلے والد صاحب نے تبسم فرماتے ہوئے جو کلمات ادا کیے، وہ ایک الگ موضوع ہے، مگر حاصلِ کلام کہ حتمی لابدی و غیر مبدل فیصلہ یہی ہوا کہ ایف۔ اے۔ کے امتحانات ختم ہوتے ہی جامعہ سدھارنا ہوگا......

جامعہ کی چھت پہ یہ پہلی رات اِسی معاہدے کی تعمیل کی کڑی تھی، ایسی رات جس میں گرمی تھی، تفکر تھا، بے چینی تھی، اور ''آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا'' کے جذبات کا تڑکا بھی۔

دائیں بائیں اپنے اپنے ''محاذِ شب'' سنبھالے طلبہ کب کے نیند کی وادی میں کھو چکے، مگر ایک ہم کہ اختر شماری کا عمل جاری، لیکن آخر کب تک؟ پچھلے پہر، جب کہ فضا میں قدرے خنکی بھی آچکی تھی، آنکھ لگ گئی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا ہوگا کہ اسپیکروں کی زبانیں وا ہوئیں اور ''دی مؤذن نے اذاں شبِ وصل کے آخر'' والا معاملہ ہوا...... کچھ ہی دیر گزری کہ دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ اور ''عصائے سعیدی'' کی تنبیہی اصوات نے ایک نیا منظر پیش کیا۔ ہم تو اسکول، کالج کے عادی، دیر سے سونا دیر سے اُٹھنا اور نمازِ فجر عین سورج کی رونمائی سے چند لحظے قبل ادا کرنے والے مردِ حرّ...... مگر اِس دیس کا تو رواج ہی نرالا پایا، اِدھر سے عصا کھڑکا، اُدھر جوانانِ جامعہ بستر لپیٹ، زید کا جوتا بکر کے پاؤں میں اور بکر کا عمرو کے پاس، بھاگم بھاگ وضو خانے کو لپکے...... تب یہ عقدہ کھلا کہ یہ ''حافظ صاحب'' ہیں جو اِن تین منزلوں کے ساٹھ کمروں میں ''جنت مکینوں'' کو حیّ علی الصلوٰۃ کی آواز کے ساتھ بذاتِ خود ''اذهبوا إلى المسجد'' کی تثویب فرمانے دو بار تشریف لاتے ہیں۔

حسین قامت، جمیل پیکر، خوبرو، دلنواز شخصیت، جہاں رعب ودبدبہ اور جلال وجمال کا پُرشکوہ امتزاج قرونِ اُولیٰ کے مسلم فلسفیوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔ آواز میں لذت، ادائیگی میں ٹھہراؤ اور کلام میں منطق کے قضایا کی قوسِ قزح، چال میں متانت، وقار اور ادائے محبوبی، گویا قدموں کی ہم آہنگی وترتیب کسی ماہر سازندے کی حسن ترکیب ہے۔

صحنِ جامعہ میں آپ شام کے وقت چہل قدمی فرماتے تھے، جب کہ طلبہ برآمدوں میں بیٹھے اسباق کے تکرار میں مصروف رہتے، مغرب کے بعد جامعہ کی فضا گھر کی سی شکل اختیار کر لیتی، جہاں دو (۲) دروازے ہمیشہ کھلے ملے، ایک قبلہ علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب کے کمرے کا اور دوسرا مولانا غلام فرید ہزاروی صاحب کے دفتر کا۔ دونوں

بزرگ جامعہ کے طلبہ کے لیے ہمیشہ شفیق ومہرباں ثابت ہوئے، جاب یا ملازمت سمجھ کے نہیں، بلکہ ایک کنبے کے سربراہ کی مانند ''ہمہ اوقات میسر'' کے مصداق۔

آپ نے مسلسل محنت اور خونِ جگر سے گلستانِ علمی کا وقار بڑھایا۔ سینکڑوں جوان اقامتی طلبہ کی رہائش کا انتظام، کمروں کی تفویض، اوقاتِ کار (ٹائم ٹیبل) کی ترتیب، اساتذہ کا تعین اور پھر سندھ، بلوچستان سے لے کر پختون خواہ اور آزاد کشمیر تک عادات واطوار اور طبائع کے تفاوت کے حامل (مزید برآں درسِ نظامی کی جلالت کے اثرات سے متصف) ''تشنگانِ علم'' کوسنبھالنا صرف قبلہ حافظ صاحب کی ہمت ہے۔ ایک ایک کا نام ازبر، علاقہ معلوم اور تعلیمی حدودِ اربعہ مستحضر۔

مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ رحمۃ الباری کی نگاہِ عنایت نے اس تلمیذِ رشید کو جامعہ کا ناظمِ تعلیم بنا دیا۔ آپ نے جس اخلاص، ثابت قدمی اور عزمِ صمیم کے ساتھ نظامت کا فریضہ نبھایا اور ابھی تک نبھا رہے ہیں، اس کی مثال دورِ حاضر میں شاذ ہے۔ حضرت مفتیٔ اسلام نے آپ کی ذات پہ جس اعتماد کا اظہار کیا تھا قبلہ حافظ صاحب نے اپنی ساری عمر کا نذرانہ پیش کر کے سرخروئی پائی اور اب جب کہ آپ کی صحت وقوت میں مرورِ ایام کے ساتھ فطری ضعف کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں، مگر جہد مسلسل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ احوال کو گہرائی اور خداداد بصیرت سے دیکھا جائے تو معلوم پڑتا ہے کہ سعیدِ ملت حضرت حافظ صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی سعیِ پیہم اور اخلاص وعزمِ مصمم پہ مبنی علمی، فکری، اعتقادی وروحانی تحریک کے پیش امام ثابت ہوئے اور اپنے عظیم استاذ کے لگائے ہوئے شجر کو تن آور درخت بنانے میں اپنی عمر کی دہائیاں اِس انداز میں تج دیں کہ ہر شب، شبِ روشن رہی اور ہر دن، یومِ مجاہدہ قرار پایا۔

مجلس علماءنظامیہ پاکستان کے سالانہ علماء کنونشن 2021ء میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وصالِ مفتیٔ اعظم پاکستان کے بعد اہلِ سنت کے حلقوں میں بے چینی اور اضطراب تھا کہ اب جامعہ نظامیہ رضویہ کس طرح سابق استحکام اور ثبات کے ساتھ اپنا وجود قائم رکھ پائے گا؟ یہ خیال فطری بھی تھا اور ماضی کے تلخ تجربات کا عکاس بھی، کہ ہمارا خانقاہی حلقہ ہو یا جامعاتی نظام، بڑوں کے وصال کے ساتھ ہی کشمکش اور شورش کے ردّ عمل میں شکست و ریخت کا شکار ہو گیا، آستانے بکھر گئے، ادارے بگڑ گئے اور باگ ڈور سنبھالنے والے یا تو اہل نہیں تھے یا پھر باہمی رقابتوں کی آڑ میں نظام ہی تباہ کر بیٹھے...... مگر قبلہ مفتی صاحب نے جس صدق ویقیں اور اخلاص وتیقن کے ساتھ جامعہ کی آبیاری کی تھی اللہ تعالیٰ نے اُسے حسنِ قبولیت سے نوازا اور آپ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نہ صرف جامعہ مستحکم رہا بلکہ مزید مضبوط ومنظم ہوا۔ قبلہ حافظ صاحب نے اِس سارے عمل میں جو اپنا ذاتی کردار پیش کیا، اگر ہر وصال کرنے والے بزرگ کے معتقدین ومتبعین اُسے اپنالیں تو کوئی خلفشار رہے، نہ ہنگامہ بپا ہو۔ قبلہ حافظ صاحب نے اپنے قول وعمل سے یہ بات عیاں کردی کہ محسنوں کی اولاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔

میرے حیطۂ خیال میں قبلہ حافظ صاحب کی سیرت وخدمات کے کثیر ابواب رنگ بکھیر رہے ہیں، وہ فلسفہ ومنطق اور اُن کے انطباق کے بے تاج بادشاہ ہیں، فقہ واصولِ فقہ کے میدان کے شہسوار اور اصول وفروع کے انسائیکلو پیڈیا، علومِ نقلیہ وعقلیہ کے جس میدان میں آپ کے ذہنِ شاداب نے توجہ کی، اُسلوبِ تدریس کے آسمان میں ستارے روشن کردیے۔ آپ کے فنِ تدریس اور اس میں اَوجِ کمال کا خاصہ ہے کہ غبی سے غبی طالبِ علم

بھی فہمِ درس سے انکار نہیں کرسکتا اور اکثر کو یہ قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ اُسی وقت پڑھایا گیا سبق ہو بہو سنا دیں۔

دوسری طرف ایک ناظمِ تعلیم کی حیثیت سے جس قدر منظم، مہتم بالشان، عالی قدر اور وقیع کام آپ نے کیا اُس کی مثال مشکل ہے۔ آپ کی تنظیمی صلاحیتیں فطری و وہبی ہیں، جن کا آغاز (بقول قبلہ حافظ صاحب) اِس امر سے ہوا کہ جب درسِ نظامی سے فراغت پائی اور تخصص کا مرحلہ بھی طے ہو گیا تو قبلہ مفتی صاحب نے اپنے اِس شاگرد کو نئے داخل ہونے والے طلبہ کے فارم مکمل کرنے پہ مامور فرمایا، فارم مکمل ہوئے، قبلہ مفتی صاحب نے دستخط فرمائے، عرض کی ''ناظمِ تعلیمات کے خانے میں سائن کون کرے گا؟'' جواب ملا: ''آپ ہی ناظمِ تعلیمات ہیں، آپ اپنے دستخط کر دیں۔'' اور پھر کمرہ نمبر 9 الاٹ فرما دیا...... یہ تھا آپ کے ناظمِ تعلیمات بننے کا تمام تر مرحلہ...... مگر صلاحیتیں دیکھیں تو یوں گماں ہوتا ہے کہ آفس مینجمنٹ میں ڈاکٹریٹ کر رکھی ہے۔ ترتیب و ترکیب، نظم و ضبط اور حسنِ اہتمام میں آپ کی دانش و حکمت کا چراغ بصیرت و بصارت دونوں کو روشنی بخش رہا ہے۔

استقامت و عزیمت کا یہ عالم کہ 46 سال سے مستقلاً تمام فرائض...... خواہ وہ تدریس کے متعلق ہوں یا نظامتِ تعلیم کے متعلق، بہم نبھائے جا رہے ہیں۔ ماضی قریب کے ایک خطاب میں فرمایا: ''قبلہ مفتی صاحب نے مجھے جہاں بٹھایا تھا 46 سال سے وہیں پہ ہوں، مدرسہ تبدیل کرنا تو کجا، میں نے کمرہ، بلکہ کمرے کی نشست تک تبدیل نہیں کی۔''

ذات کی ان تمام تر خوبیوں اور رعنائیوں کے باوجود، بلا مبالغہ ہزاروں جید علمائے کرام و مفتیانِ دین کے مربی و استاذ ہونے کے باوصف، جس چیز نے قبلہ حافظ صاحب کو یگانہ و منفرد ٹھہرایا وہ اپنے استاذ مکرم، اُن کے صاحب زادگان اور قائم کردہ جامعہ سے محبت و

ادب کا ایسا لازوال تعلق جس کی مثالیں تاریخ میں دی جاتی رہیں گی اور آپ کے اختیار کردہ اسلوب کو آنے والی نسلیں بطور نمونہ اپنانے میں فخر محسوس کریں گی۔

بطورِ تحدیثِ نعمت یہ تذکرہ بھی ضروری ہے کہ قبلہ حافظ صاحب اور والد گرامی (علامہ محمد یوسف سلطانی، شہیدِ ناموسِ رسالت) علیہ الرحمہ کا باہمی اُلفت ومحبت کا تعلق ایک طویل داستانِ ادب ومحبت ہے، جو ایک الگ مضمون کا متقاضی ہے، لیکن ہمیں اس بات پہ فخر ہے کہ دہائیوں سے قبلہ مفتیٔ اعظم پاکستان، قبلہ حافظ صاحب اور جامعہ نظامیہ رضویہ کی نسبتِ دینی کی لذتوں سے سرشار ہیں۔

ربِّ ذوالجلال بہارِ جامعہ کو سلامت رکھے اور ان نفوسِ قدسیہ کے مدارج میں ترقی بخشے۔آمین

حافظِ ملت...... عظیم مصلح، عظیم مدبر

تحریر: استاذ العلما مولانا محمد عمران الحسن فاروقی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و سینئر نائب صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان

اے زمانہ قدر کر اِن کج کلاہانِ محبت کی

کہ پیدا اِس نمونے کے جوان ہر دم نہیں ہوں گے

راقم الحروف نے 1995ء کو گلشنِ تعلیم و تربیت جامعہ نظامیہ رضویہ میں قدم رکھا۔ ایک دوست کے ہمراہ جب ہم جامعہ کے گیٹ سے داخل ہوئے تو سامنے نیم کے درخت کے پاس بچھی ہوئی چٹائی پر، اپنے سر پہ منفرد طرز کا رومال باندھے ایک شخصیت تشریف فرما تھی۔ گیٹ سے کسی نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: وہ استاذ حافظ صاحب ہیں، وہی داخلہ کرتے ہیں۔ ہم دونوں دوست آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کچھ ابتدائی کوائف پوچھنے کے بعد فرمایا: ''فارسی پڑھی اے؟'' میں نے کہا: جی۔ فرمایا: ''فارسی کی کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟'' آواز میں کمال رعب و دبدبہ تھا کہ بمشکل یہی بتا سکا: ''کریما، سعدی'' وغیرہ۔ آپ نے فرمایا: ''وغیرہ نامی فارسی کی کوئی کتاب نہیں، لہٰذا پہلے فارسی پڑھو۔'' چنانچہ داخلہ لیا اور دارالاقامہ میں رہ کر پڑھنے لگا۔

اُس وقت جامعہ میں مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکم شرف قادری، پیکرِ غیرت و حمیت علامہ محمد رشید نقشبندی، شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی، امام الصرف والنحو مولانا حافظ خادم حسین رضوی جیسی عظیم شخصیات پڑھایا کرتی تھیں۔ پند نامہ سے بخاری شریف تک کا سفر طے کرنے میں جہاں دیگر تمام اساتذہ کرام کی محنتیں

اور شفقتیں شاملِ حال رہیں، وہاں سب سے زیادہ جس ہستی نے کرم نوازی فرمائی، اُنگلی پکڑ کر چلایا، قدم قدم پہ سمجھایا، شکستہ دل ہوتے تو حوصلہ بڑھایا اور حسین وتابناک مستقبل کی خوش خبریاں سنائیں، وہ میرے مربی، میرے محسن، نباضِ وقت، مصلحِ اہلِ سنت، مدبرِ ملت، استاذالاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات والا برکات ہے۔

مَیں قبلہ استاذ گرامی کے لیے روزانہ بعد نماز عصر چار پائی (فورڈ ابل) جامعہ کے صحن میں بچھاتا اور تکیہ، عینک واخبار (جس حالت میں ہوتی اُسی حالت میں) چار پائی پر رکھنے کی سعادت حاصل کرتا۔ اُس وقت صحن کھلا تھا، نئے دارالحدیث ہال کی تعمیر نہیں ہوئی تھی، ہم کچھ طلبہ استاذ گرامی کے سامنے بیڈ منٹن کھیلتے، کبھی کبھار استاذ گرامی کمال شفقت فرماتے ہوتے ہمارے ساتھ شریک ہوجاتے اور اس حسین انداز سے مسکراتے کہ کلیاں کھل اُٹھتیں۔

وقت تیزی سے آگے بڑھتا رہا، میری رہائش جامعہ سے لاہور کے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں منتقل ہوگئی، استاذ صاحب فرماتے: ''مولوی عمران! آوارہ نا ہوجاویں''۔

ایک مرتبہ ہولی ڈے اِن ہوٹل کے جی۔ایم۔صاحب، جو کہ میرے دوست تھے، انہوں نے مجھے کہا: ''اگر آپ بی۔ اے۔ کرلیں تو میں آپ کو اچھی پوسٹ پر لگوا دوں گا۔'' ذہن اس کی طرف مائل ہوا۔ میں نے کسی سے بھی بات نہیں کی تھی کہ استاذ گرامی نے 9 نمبر کمرے میں بلایا اور فرمایا: ''ایک دفعہ درسِ نظامی پڑھ لو، پھر جو مرضی ہو پڑھتے رہنا۔'' آج بھی سوچتا ہوں کہ میں نے تو کسی سے بھی بات نہیں کی تھی، پھر استاد گرامی نے یہ نصیحت...... وہ بھی اتنے اہتمام سے کیوں فرمائی؟ تو فوراً یہ حدیث پاک یاد آتی ہے ''اتّقوا فراسة المؤمن؛ فانهٗ ینظر بنور الله''۔

سلسلۂ تعلیم چلتا رہا، حتی کہ میں نے 2003ء میں جامعہ سے فراغت حاصل کی تو استاذ العلما مولانا محمد طاہر تبسم قادری صاحب نے فون کیا، جو اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ میں ناظمِ تعلیمات تھے، فرمایا: ''تم نے شیخوپورہ میں 5 نومبر 2003ء کو ہونے والی اسباق کی میٹنگ میں پہنچنا ہے، تمہیں جامعہ میں بطورِ استاذ تعینات کیا گیا ہے۔'' میرے ساتھ کچھ اور کلاس فیلوز بھی استاذ منتخب ہوئے۔ اس موقع پر استاذ گرامی نے بطور نصیحت دو جملے ارشاد فرمائے: (1) بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھانا۔ (2) ہاتھ کم اور دماغ زیادہ چلانا۔

آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو استغنا، استقامت اور عدمِ مداخلت کی تلقین فرماتے ہیں۔ وہ شاگرد جنھوں نے آپ کے راہ نما اُصولوں کو اپنایا وہ نہ صرف یہ کہ اپنی مساجد و درس گاہوں میں عرصۂ دراز سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں، بلکہ بعض تو مکمل طور پر بااختیار ہیں۔

1995ء سے 2022ء تک تقریباً 28 سال ہوگئے، میں نے استاذ حافظ صاحب سے بڑھ کر نہ کوئی مصلح دیکھا ہے نہ کوئی مدبر۔

ایک موقع پر دو نامور سنّی علما کے درمیان آن ایئر پروگرام میں باہمی تناؤ ہوگیا، عوام وخواصِ اہلِ سنت سخت پریشان تھے، چنانچہ اُستاذ گرامی کی مداخلت پر معاملہ فوراً بہتری کی طرف بڑھنے لگا۔

آپ کی قیادت میں اساتذۂ جامعہ کا ایک وفد قبلہ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کے پاس گیا، ہم چشم دید گواہ ہیں کہ وہاں استاذ گرامی چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، امیر المجاہدین علالت کے باوجود زمین پر بیٹھے اور مشقت کے ساتھ اُستاذ گرامی کے قدم چومنے کے لیے جھکے، اپنے عذر کی وجہ سے قدموں تک نہ پہنچ سکے تو استاذ گرامی کے پاؤں کچھ بلند کر کے اُنھیں بوسہ دیا اور اپنی گود میں رکھ لیے۔ استاذ گرامی نے حکمتِ عملی اختیار کرنے اور خاموشی

کا حکم دیا تو اُنھوں نے عرض کیا: ''استاذ جی! بس، آپ نے جو فرمادیا اس پر عمل ہوگا۔''

قبلہ حافظ صاحب نے ہر مشکل موقع پر اہل سنت کو افتراق و انتشار سے بچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

میں نے قبلہ استاذ گرامی کو خلوت و جلوت، محفل و تنہائی، خواص و عوام کے پاس لمبی خاموشی اختیار کرنے والا اور غور و فکر کرنے والا پایا ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ نبوی میں ہے: مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً۔ آدمی کا مقام و مرتبہ خاموشی کے ساتھ ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 4602)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو ایسی عادتیں نہ بتاؤں جو دیگر کی بہ نسبت پیٹھ پر ہلکی اور ترازو پر بھاری ہیں۔ عرض کیا: ضرور۔ فرمایا:

طُولُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا۔ دراز خاموشی اور اچھے اخلاق، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مخلوق نے ان جیسے عمل نہ کیے ہوں گے۔ (شعب الایمان: 8006)

الحمدللہ ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہم نے ایک عظیم مصلح، مدبر، مفکر شخصیت کا نہ صرف یہ کہ زمانہ پایا بلکہ آپ سے تلمذ کا شرف و اعزاز بھی حاصل ہوا۔

حافظِ ملت......منظورِ نظر مفتیٔ اعظم پاکستان

تحریر: مولانا محمد اعجاز الحبیب، اسلام آباد

استاذی واستاذ العلما، شیخ الحدیث، جامع المعقول والمنقول حافظ محمد عبد الستار سعیدی وہ نابغۂ روزگار، بیہقیٔ زماں، وحید العصر شخصیت ہیں جن سے مناصب کو عزت ملتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو! آپ مردِ قلندر مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہِ فیض کا خاص ثمر ہیں۔

مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے وصالِ اقدس سے ایک دن پہلے سبق پڑھا کر ہمیں کمرے سے باہر بھیجا، مَیں کلاس کا مانیٹر تھا، مجھے طلب کر کے حکم فرمایا: ''مانیٹر صاحب! کلاس کو دوبارہ بلاؤ، آج آپ کو ایک سبق پڑھا لوں۔'' میں نے جب ساتھیوں سے کہا کہ مفتی صاحب بلا رہے ہیں تو سب ڈر گئے کہ شاید مفتی صاحب سبق دوبارہ سنیں گے، اندر آنے سے ہچکچا رہے تھے، دروازے کے قریب کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو کہنے لگے: پہلے تم اندر جاؤ، پہلے تم۔ یہ منظر دیکھ کر مفتی صاحب نے کھل کر تبسم کیا اور فرمایا:

''پگلیو! شاید آج تمہارا آخری سبق ہو، میرے سامنے آگے بیٹھو، شاید تمہارے اُوپر کوئی نظر پڑ جائے اور کچھ بن جاؤ۔''

مفتی محمد رمضان سیالوی (خطیب جامع مسجد داتا دربار)، مفتی محمد عبد اللطیف چشتی (بیلجیئم)، مولانا حسن رضا شاہ، مولانا اکرم رضا اور میں آگے بیٹھ گئے۔ تمام ساتھی بیٹھ چکے تو خدا کا کرنا کہ قبلہ حافظ صاحب کا گزر مفتی صاحب کے کمرے کے باہر سے ہوا۔ برآمدے میں بلاضرورت ایک پنکھا چل رہا تھا، قبلہ حافظ صاحب نے خود جا کر پنکھا بند کیا۔

قبلہ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ خود یہ منظر ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ خاموش ہو گئے اور گہری سانس لے کر سب کے سامنے فرمایا:

''مجھے اللہ پاک نے دُنیا میں میری دینی خدمات کا صِلہ حافظ عبدالستار صاحب کی صورت میں دیا ہے۔''

ایک مرتبہ جامع مسجد خراسیاں (متصل جامعہ نظامیہ رضویہ) میں مفتی صاحب نماز پڑھ کر باہر نکل رہے تھے۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی اپنے جوتے خود اُٹھا کر باہر رکھیں۔ قبلہ حافظ صاحب نے مجھے اشارہ کیا مفتی صاحب کے جوتے اُٹھاؤ۔ میں نے یہ سعادت حاصل کی۔ مفتی صاحب نے ذرا غصے میں کہا: ''کیوں اٹھاتے ہیں جوتے، میں خود اٹھا لوں گا۔'' میں نے ڈرتے ہوئے کہا: قبلہ حافظ صاحب کا حکم تھا؛ اس لیے تعمیل کی۔ مفتی صاحب نے یہ سن کر دعا دیتے ہوئے فرمایا:

''اللہ پاک حافظ جی کو جزائے خیر دے۔''

یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم اور مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی نگاہِ فیض کا اثر ہے کہ قبلہ حافظ صاحب نے خدمتِ دینِ متین کے لیے بے شمار علما، مدرسین، خطبا، محققین اور لیڈرز تیار کیے ہیں۔

اللہ پاک قبلہ حافظ صاحب کا سایہ تا دیر ہم سب کے سروں پر قائم و دائم فرمائے۔

حافظِ ملت......اسلاف واکابر کی عظمتوں کے امین

تحریر: مولانا مفتی محمد تصدق حسین رضوی، جامعہ المرکز الاسلامی، لاہور

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے، جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے کائنات کو تخلیق فرمایا اور بے حد دُرود وسلام سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس پر جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کا نظام مزین ومرتب فرمایا۔

سرزمینِ ہندوستان پر انگریز نے ظالمانہ تسلط کے بعد علما کو بے دردی سے شہید کیا اور اسلام کو ہندوستان سے دیس نکالا دینے کی کوشش شروع کی، اُس وقت جس شخصیت نے انگریز کے مکروفریب کا پردہ چاک کیا اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چاشنی مسلم اُمّہ کے قلوب کو فراہم کی، دنیا اُس محسنِ ملت کو امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

امام اہلِ سنت علیہ الرحمہ کے عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو لے کر محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ جب پاکستان آئے تو قدوۃ العلما، سند المحدثین، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اُن سے وہ فیضان حاصل کیا اور محدثِ اعظم پاکستان کا عکسِ جمیل بن کر عشق ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشن کرنوں سے دنیا کو منور کرنے کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ کے دبستان میں قدم رنجہ فرما ہو گئے۔

قارئینِ گرامی! جب آپ علم وآگہی اور قرآن وسنت کے نور سے اپنا سینہ منور کرنے کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخل ہوں تو آپ کی پہلی ملاقات عالمِ اسلام کے وقار، آبروئے اہل سنت، یادگارِ اسلاف، جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث علامہ حافظ

محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے ہوگی۔

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی دعائے سحر، فخر المدرسین مولانا مہرالدین جماعتی کے زہد وتقوی، قدوۃ العلما مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے حسنِ انتظام اور جرأت وحمیت، شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے اخلاص وللّٰہیت، پیکرِ علم وحکمت مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی کی ذکاوت وصلاحیت، رئیس المناطقہ مفتی محمد سلیمان رضوی کے حلم وتدبر اور یادگارِ اسلاف مفتی گل احمد خان عتیقی أفاض اللہ علینا من أنوارھم کے علم وفضل کو ایک شخصیت میں یکجا دیکھنا چاہیں تو اس ہستی کا نام علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ہے۔

جبلِ استقامت

ہر زمانہ میں علمائے حق کا یہ خاصہ رہا ہے کہ زمانہ کے تغیر وتبدل اور حالات کی پرواہ کیے بغیر وہ دینِ اسلام کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے اور خود تبدیل ہونے کے بجائے اپنی استقامت اور دینی حمیت سے حالات اور تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم بھی اپنے اسلاف کے روشن طریق پر عمل پیرا ہو کر اِس کی زندہ مثال ہیں۔ حصولِ علم کے لیے گنگا نوالہ، راولپنڈی سے لاہور مفتیٔ اعظم پاکستان کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، تکمیلِ علومِ اسلامیہ اور دستارِ فضیلت کے بعد حضرت مفتی صاحب کے حکم پر جامعہ نظامیہ میں تدریس شروع فرمائی، اپنے آبائی گاؤں سے آئے نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، حالات کیا سے کیا ہو گئے، نشیب وفراز آئے، زمانہ کی تلخی اور اربابِ اقتدار کی سختیاں بھی آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ لا سکیں۔ آپ پوری استقامت کے ساتھ نصف صدی بعد بھی تشنگانِ علم کی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان کے علما کنونشنز میں آپ نے خود بھی کئی مرتبہ تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا:

''مجھے مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے جہاں بٹھایا تھا آج بھی وہیں بیٹھا ہوں، وہ کمرہ تو ایک طرف، میں نے بیٹھنے کی جگہ بھی تبدیل نہیں کی۔''

خدادادصلاحیت

حضرت قبلہ استاذ گرامی کو اللہ تعالیٰ نے گفتگو کا بھی خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔آپ مشکل ترین ابحاث کو نہایت آسان الفاظ میں بیان فرما دیتے ہیں۔ درسِ نظامی کے طلبہ منطق و فلسفہ کو خشک مضامین تصور کرتے ہیں، لیکن طلبائے جامعہ نظامیہ رضویہ جانتے ہیں حضرت قبلہ حافظ صاحب منطقی اصطلاحات اتنے دلچسپ پیرائے میں بیان فرماتے ہیں کہ بوریت کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اِبلاغِ دین کے لیے تقریر و خطاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے....یہ الگ بات ہے کہ آج کل بعض اچھی سُر، لے والے جاہل اہلِ سنت کے اسٹیجوں پر بحیثیتِ نعت خواں و خطیب براجمان ہیں اور اہلِ سنت کے نظریاتی و اخلاقی زوال میں ان قوالوں، خطیبوں اور نعت خوانوں کا بڑا کردار ہے....تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں علمائے اہلِ سنت نے خطابات کے ذریعے ہی عوام اہلِ سنت کو ولولۂ تازہ عطا کیا تھا اور تحریکوں کو بامِ عروج تک پہنچایا تھا۔

قبلہ استاذ گرامی کے خطاب کا انداز بھی انتہائی متأثر کن، سلیس اور دل نشین ہے۔ آپ کے خطاب کا خاص وصف یہ بھی ہے کہ آپ آغازِ گفتگو میں اکثر یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ

میرا خطاب اتنے منٹ پر مشتمل ہوگا۔ فقیر کو تقریباً تیس سال سے حضرت قبلہ استاذ گرامی سے شرفِ نیازمندی حاصل ہے، آج تک ایسا نہیں دیکھا کہ آپ نے جو وقت بتایا اس سے زیادہ خطاب فرمایا ہو یا وقت پورا ہونے پر بات ادھوری چھوڑتے ہوئے یہ کہہ کر تقریر ختم کی ہو کہ میرا وقت ہی اتنا تھا، ہر بار مکمل گفتگو اپنے معینہ وقت میں فرماتے ہیں۔ کسی عنوان پر دس منٹ گفتگو فرمائیں تو بھی سامعین مطمئن ہوتے ہیں اور اگر اُسی عنوان پر گھنٹوں خطاب فرمائیں تو بھی لذت و چاشنی برقرار رہتی ہے، یہ آپ کا خاصہ وملکہ ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔

سخاوت ومہربانی

شیخ الحدیث قبلہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ صاحبِ ثروت ہیں، لیکن امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کو بالکل پسند نہیں فرماتے۔ زائد از ضرورت رقم کو مستحق طلبہ پر اور دیگر اُمورِ خیر میں صرف فرما دیتے ہیں۔ آپ کی سخاوت سے کئی ایسے طلبہ نے تعلیمی مراحل مکمل کیے، جن سے آپ کا مالی تعاون نہ ہوتا تو شاید وہ اپنے خوابوں کی تعبیر حاصل نہ کر پاتے اور یہ معاملہ مکمل خاموشی سے ہوتا ہے، کبھی بھی قبلہ حافظ صاحب ایسے معاملات کا تذکرہ نہیں فرماتے، تاہم بعض اوقات یہ علما خود ہی قبلہ استاذ گرامی کی شفقت ومحبت کا ذکر کرتے ہوئے اس تعاون کی طرف بھی اشارہ کر دیتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں آنے والے حضرات روزانہ شرفِ نیاز وملاقات حاصل کریں یا چند دنوں بعد بہر حال مشروبات سے، خاص طور پر چائے سے تواضع ضرور ہوتی ہے۔

منفرد اعزاز

اساتذہ کا قرب عظیم نعمت ہے اور حضرت حافظ صاحب نے پوری عملی زندگی اپنے استاذ گرامی مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ گزاری ہے اور اس پر آپ بجا طور پر فخر کے لائق ہیں۔

مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ انتہائی متحرک اور دردمند تھے، دینی کاموں کے لیے اپنے آپ کو ہمہ وقت مصروف و تیار رکھتے۔ فقیر کو قبلہ مفتی صاحب کی خدمت بابرکت میں دس سال رہنے کا موقع میسر آیا۔ اپنی حیاتِ مستعار کے بالکل آخری ایام میں بھی آپ چارزانو تشریف فرما نہیں ہوتے تھے، فرماتے: ''ہم اسلام کے مجاہد و سپاہی ہیں، سپاہی کا کیا کام کہ اتنے آرام سے بیٹھے۔''

مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی زیرِ نگرانی ''فتاوی رضویہ'' پر ہونے والے کام میں قبلہ حافظ صاحب کا وافر حصہ ہے۔ قبلہ استاذ گرامی کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ فتاوی رضویہ کی کتابت کے آغاز سے لے کر کتاب کی تیاری تک آپ نے فتاوی رضویہ کو کئی مرتبہ پڑھا ہے۔ اِس منفرد اعزاز کے صلہ میں آپ کو چاندی میں تولا گیا اور آپ نے شانِ استغنا کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسی وقت وہ تمام چاندی ''رضا فاؤنڈیشن'' کو عطیہ کر دی۔

این سعادت بزور بازو نیست۔

قبلہ استاذ گرامی کی عنایت سے فتاوی رضویہ کے چند اوراق کی پروف ریڈنگ کی سعادت فقیر کے حصہ میں بھی آئی۔ فتاوی کی پہلی تین جلدوں کی پیسٹنگ ادیبِ شہیر مولانا محمد منشا تابش قصوری علیہ الرحمہ نے فرمائی اور آپ کے ساتھ بھی فقیر شاملِ خدمت رہا۔ یہ اِن بڑوں کی اصاغر نوازی ہے۔

پیکرِ صبر و رِضا

زندگی میں بعض حادثے ایسے ہوتے ہیں کہ وقت رُک سا جاتا ہے، پھر اگر حوادث کا دکھ دنوں نہیں، سالوں پر محیط ہو تو انسان ٹوٹ جاتا ہے، بکھر جاتا ہے اور اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے، مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے غلام حوادثاتِ زمانہ میں اپنے عزائم مضبوط رکھتے ہیں، ان حوادثات کو رب کی رضا سمجھ کر قبول کرتے ہیں اور خدمتِ دین میں ان عوارض کو آڑ نہیں بننے دیتے۔

اپنے وقت کے مرشد کامل علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب کے دو بیٹے ہیں:
1) بڑے بیٹے فاضل جلیل علامہ محمد صدیق سعیدی مستند عالمِ دین ہیں، فقیر آپ کا ہم سبق رہا ہے۔ 2) چھوٹا بیٹا معین الدین اچھا بھلا کھیلتا تھا، ہنستا مسکراتا تھا، قبلہ حافظ صاحب کے دل کا چین و قرار تھا، پھر ایک دن اُسے بخار ہوا، وہ بخار قبلہ حافظ صاحب کے دل کو بے قرار کر گیا، اس بات کو بیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ معین الدین نہ بولتا ہے، نہ اُٹھکیلیاں کرتا ہے، نہ کچھ مانگتا ہے، نہ اٹھتا ہے، نہ امی ابو کو آواز دے کر پکارتا ہے، بہنیں کھلونے لے کر سرہانے گھنٹوں کھڑی رہتی ہیں، لیکن وہ خاموش لیٹا رہتا ہے، دھوپ ہو یا چھاؤں، گرمی ہو یا سردی، موسم سہانا ہو یا خراب...... معین الدین ان سب باتوں سے بے پرواہ ہے۔ امی جان کو خود ہی یہ ذمہ داری نبھانی ہے کہ کب اُسے بھوک لگی ہے، کب اس نے کچھ کھانا ہے اور کیا کھانا ہے۔

دل کو تھام کر سوچیے! جس باپ کا جواں سالہ بیٹا اِن کیفیات سے گزر رہا ہو، باپ کی دلی کیفیت کیا ہو گی! لیکن احبابِ محبت نے آج تک ایک حرف شکایت بھی حضرت قبلہ

استاذ گرامی کے منہ سے نکلتا نہیں سنا اور نہ ہی کبھی کسی دینی کام کے لیے بیٹے کی بیماری کا عذر سامنے آیا۔ پیکرِ صبر و رِضا حضرت استاذ گرامی کے اکثر عقیدت مندوں کو تو اس کی خبر تک بھی نہیں کہ حضرت کا جواں سالہ بیٹا اِس کرب و تکلیف میں مبتلا ہے، یہ صبر، حوصلہ، تسلیم و رضا اولیائے کاملین کا خاصہ ہے اور قبلہ حافظ صاحب اپنے دور کے ولیِ کامل ہیں۔

عجز و اِنکسار

بعض اوقات منصب کے وقار کے لیے کچھ چیزیں ضروری ہوتی ہیں، مگر دورِ حاضر میں کچھ دین دار افراد نے غیر ضروری چیزوں کو بلاوجہ اہمیت دینا شروع کر دی ہے۔ بعض حضرات ایسے ہیں کہ اُن سے بات کرنی ہو تو وہ دو تین مرتبہ فون کروانا اپنا حق گردانتے ہیں اور محافل کے لیے جانے میں اندازِ خسروانہ تو قابلِ دید ہوتے ہیں۔

مگر ہزاروں علما کے استاذ، نصف صدی سے مسندِ تدریس کی رونق قبلہ حافظ صاحب اِن بھول بھلیوں سے کوسوں دور ہیں، انتہائی ملنسار اور سادہ طبیعت کے مالک ہیں، اسباق کے اوقات کے علاوہ آپ کو جب بھی شرفِ ملاقات حاصل کرنا ہو بغیر کسی انتظار، پروٹوکول اور سیکرٹری کے آپ آسانی سے نہ صرف ملاقات کر سکتے ہیں بلکہ اپنے مسائل کے بارے میں خوش دلی سے گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔ ایسے باوقار، جید اور باعمل علما کا روشن طریق نوجوان علما کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

طلبہ سے حسنِ سلوک

جامعہ نظامیہ رضویہ نے خدمتِ دینِ متین کے لیے ہزاروں علما تیار کیے، تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لیے پورے پاکستان سے طلبہ کشاں کشاں جامعہ نظامیہ رضویہ میں

چلے آتے ہیں۔اب تو جگر گوشۂ مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی زید مجدہٗ کی کوشش سے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کی عمارت کافی وسیع ہو گئی ہے، لیکن علمِ دین کی تڑپ میں آنے والے طلبہ کی کثرت کے سامنے ہر سال کے آغاز میں یہ جگہ کم پڑتی دکھائی دیتی ہے۔

حضرت قبلہ استاذ گرامی کی ہی ذمہ داری ہے کہ طلبہ کا انٹرویو کر کے داخلہ عنایت کرتے ہیں۔ دورانِ تعلیم کبھی کبھی فقیر کے حصہ میں بھی یہ سعادت آتی کہ نئے داخل ہونے والے طلبہ کو رسید بنا کر دینے کی ذمہ داری ملتی۔ جب داخلہ بند ہو جاتا اور دُور دراز سے آنے والے طلبہ کو قبلہ استاذ گرامی مطمئن کرتے، جامعہ کی مجبوریوں سے آگاہ کرتے، جگہ کی قلت کا بتاتے تو ان طلبہ کے رخصت ہوتے وقت دکھ اور درد آپ کے چہرے سے عیاں ہوتا اور کبھی اس تکلیف کا آپ تذکرہ بھی فرماتے۔ یہ آپ کی دین سے محبت اور طلبہ سے حسنِ سلوک کی بیّن دلیل ہے۔

خالقِ کائنات کے فضل و احسان سے حضرت قبلہ استاذ گرامی رسوخ فی العلم، علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت، زہد و تقوی، خشیتِ الٰہیہ، ایسے اوصاف و کمالات سے متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے آپ کو صحت و عافیت کی عمرِ خضری عطا فرمائے، اہلِ سنت، بالخصوص جامعہ نظامیہ رضویہ اور ابنائے جامعہ پر آپ کا سایہ دراز فرمائے اور آپ کے فیضان سے بہرہ وَر فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دانائے راز

تحریر: مولانا **محمود رضوی**، ٹارشیا ایجوکیشن سسٹم، راولپنڈی

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ ''شبنم''
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان
فطرت کا سرودِ ازلی اُس کے شب وروز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

کُشادہ پیشانی محرابِ عبادت سے مزّین، گھنی پلکیں، محرابی اَبرو، کشیدہ سیاہ آنکھیں جن سے ہمہ وقت ذہانت ہویدا رہتی ہے، اُونچا لانبا قد، چوڑا سینہ، سپید ڈاڑھی، تراشیدہ مونچھوں میں متبسم لبِ لعلین، سفید کلیان کرتا و شرعی پائجامے میں ملبوس، سر پر کبھی سنہرے ریشمی دھاگے سے کڑھا رومال روایتی انداز میں لپیٹے ہوئے، کبھی جناح کیپ، قراقلی ٹوپی پہنے ہوئے اور کبھی عمامہ سجائے، پُرمتانت قدرے بڑے قدموں کے ساتھ سبک رفتار، اپنے نمایاں ترین تشخص کے ساتھ جلوت میں سب سے زیادہ پُر بہار اور خلوتِ مقرباں میں انتہائی پُروقار، چہرہ مبارک کے گرد تقدس کے ہالہ ہائے زیبائی جو رخ کی رعنائی کو دو آتشہ کر دیں، متانت ایسی پُرجلال کہ ہیبت طاری کر دے اور آمیزگی ایسی کہ نہاں خانۂ دل میں گھر کر جائے۔ خاموشی پُروقار، تبسم کناں ہوں تو دل میں جلترنگ بج اٹھیں۔

بقول شخصے:

خامشی با تکلم در ستیزہ   تبسم در میانش ریزہ ریزہ

''خُمستانِ رضا کے ساقی'' کی بادہ آشام نوازی کا یہ عالم کہ جب عشقِ حقیقی کے خُم پہ

خُم لنڈھا دے تو مستِ مئے ''لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کی صدا سے معمورۂ ہستی کو ہلا کر رکھ دے۔ وہ معلمِ عشق ومحبت، جسے ادائے دلبری سے نواز دے وہ قافلۂ اُلفت کا سالار بن کر داستانِ وفا رقم کر دے، علم کا وہ ابرِ نیساں، جس کی اک اک بوند صدف گانِ تشنہ کے دامن کو گوہر بار کر دے۔ وہ ابرِ نو بہاری جو کہسارِ اُمت کے تہی جام لالوں کو لبریز کر دے۔ جوہری ایسا کہ سنگِ خارا کو تراش کر لعلِ یمن اور درِّ عدن کر دے۔ جب ہجرِ شاہد حقیقی میں ''جانِ محفل'' چوں ''شمع'' خودگدازی کرے تو ٹپکتے آنسوؤں کی جھڑی سے ڈاڑھیوں کو تر کر دے۔ وہ علم نوازی کرے تو مفسر ومحدث، مفتی وفقیہ، مدرس ومعلم زانوئے تلمذ کو عقیدت کی گرہ لگالیں۔ اُستاذ گر ایسا کہ لاکھوں حلقوموں سے اس کی علمی بازگشت سنائی دے۔ مربی ایسا کہ لاکھوں شخصیات سے اُس کا طرزِ حیات جھلکے۔ مدرس ایسا کہ جملہ ملکاتِ نفسیہ کے دم پر علمی دھاک بٹھا دے۔ خطیب ایسا کہ بیک وقت عوام وخواص میں زورِ خطابت سے اعتراف وعقیدت کے جھنڈے گاڑ دے۔ محدث ایسا کہ بیہقیِٔ دوران، ادیب ایسا کہ حریریِٔ زمان، مقرر ایسا کہ جیسے وائل کا سحبان، معلم فطرت نے ہر ادائے دلبری سے ایسا مالا مال کیا کہ جو ایک بار اسے دیکھ لے پھر دیکھنے کا متمنی ہو، جو اِک بار سن لے، وہ سنتا ہی چلا جائے، اہلِ دل ایسا کہ مُردہ دلوں کو عقیدتوں کی جِلا بخش کر دھڑکا دے، عشقِ شاہدِ حقیقی کے موّاج سمندر میں وہ مدّ وجزر برپا کرے کہ سفینۂ دل اتھل پتھل کر دے، بحرِ علم کی بے کناریوں کو یوں ماپے کہ اذہان عاجز کر دے، کسی جذبِ سالکن کی طرف توجہ فرمائے تو عشق کی وہ آگ بڑھکا دے کہ خرمنِ شوخ وشنگ کو پَل میں راکھ کا ڈھیر بنا ڈالے، ساقیِٔ بزمِ عشق ایسا کہ خود ہی مینا سازی کرے، خود ہی مئے نوازی فرمائے۔

اللہ، اللہ! بقولِ اقبالؔ:

جلا سکتی ہے شمعِ کُشتہ کو موجِ نَفَس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

محبوب ایسا کہ ایک طرف ناوکِ مژگان سے عشاق کے کلیجے چھلنی کر دے تو دوسری جانب رشکِ مسیحا ایسا کہ فقط تبسم سے اعجازِ مرہم دکھائے تو ناسورِ ہجراں کو مندمل کر دے۔
بقول نصیرؔ:

اُن کی محفل میں نصیرؔ! اُن کے تبسم کی قسم   دیکھتے رہ گئے ہم، ہاتھ سے جانا دل کا

رہنما ایسے جس کا ہاتھ تھام لیں، منزل کمال کا رَہرو کر دیں۔ رہِ علم میں ایسے منارۂ نور کہ تیرگیٔ جہالت کو یوں اُجال دیں کہ نشانِ منزل سُجھا جائے۔ کمالِ دلبری تو یہ ہے کہ اُن کے عُشّاق کو در بدر نہیں دیکھا، نہیں دیکھا، واللہ! نہیں دیکھا۔ بقول احمد ندیمؔ قاسمی:

تیرا در چھوڑ کے میں اور کدھر جاؤں گا
گھر میں گھر جاؤں گا صحرا میں بکھر جاؤں گا
ترے پہلو سے اُٹھوں گا تو مشکل یہ ہے
ایک ہی شخص کو پاؤں گا جدھر جاؤں گا

اندازِ خطابت ایسا کہ ہر بات دل میں گھر کر جائے۔ ایسے عُقدے وا ہوں کہ بڑے بڑے حل طلب مسائل چٹکیوں میں حل ہو جائیں۔ اور کلام ایسا پُر اثر کہ ''دِل'' سے نکل کر

دِل ہی میں تراز و ہو جائے۔ بقول اقبالؔ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے　　　پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

دورانِ خطاب اندازِ گفتگو ایسا کہ جملہ مباحث کی ایسی پُر مغز تقطیع کہ انگلیوں کے پوروں پر حسب ترتیب بیان ہو جائے، جملوں کی بندش ایسی چست کہ دریائے سخن کی سلاست وروانی اللہ، اللہ! ۔کلام ایسا با محاورہ کہ گفتگو فوراً دل ودماغ میں اُتر جائے۔کلام ایسا جامع و مانع کہ ایجاز واختصار بھی دست بستہ دکھائی دیں، چنیدہ الفاظ، چست بندش جملے، برمحل کلام ایسا کہ عینِ مقتضی الحال، روزمرّہ گفتار میں بھی ٹھہراؤ ایسا جیسے کوئی تول تول کے بول رہا ہو۔استحضارِ ذہنی ایسا کہ حسبِ موقع، برمحل عند الطلب حوالہ جات، آیات قرانیہ، احادیث نبویہ، اشعار، مقولہ جات، کہاوتیں، محاورہ جات، ضرب الامثال، علمی نِکات، دلائل و براہین نوکِ زبان پر یوں کہ اِدھر کوئی بات چھڑی، اُدھر اقوال وشواہد، امثال ونظائر، دلائل و براہین کا سَیل اُمڈ آیا۔ایسا مطرب دل نواز کہ اِدھر مضرابِ سخن سے تارِ حکمت کو چھوا، اُدھر طربِ ہزار نے ہیجانِ معانی برپا کر دیا، ایسے میں سخن فہم مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ساقیٔ محفل کی سخن نوازی نے رِندانِ مستانہ پہ وہ وجد طاری کیا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھے:

ساقی بنور بادہ بر افروز جامِ ما　　　مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما

حافظِ قرآن، عالمِ دین، مفتیٔ ملت، فقیہِ اُمت، مصنفِ کتبِ جلیلہ، صاحبِ القاباتِ رفیعہ، مؤلفِ جداولِ نافعہ، مرتبِ فہارسِ وافرہ، محققِ فتاوی رضویہ، ناظمِ تعلیماتِ نظامیہ رضویہ، مدرسِ پُروقار، عمدہ سوانح نگار، مریدِ غزالیٔ زمان، مُرادِ مفتیٔ اعظم پاکستان، واعظِ حق بیان، سالارِ خاندان، خطیب عصر، نکتہ سنج مقرر، نقیب تحفظ ناموس رسالت، محافظِ ختمِ نبوت علی صاحبھا الف الف تحیات، داعیٔ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، واصفِ شاہِ ہدیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،

مربیٔ اہل صدق وصفا، مشفقِ اہل وفا، دلبرِ خوش ادا، صاحبِ خوش لقا، اُستاذ العلما، سند الفضلا، ادیبِ اریب، متکلمِ لبیب، فصیح وبلیغ، شیخ الحدیث، ابو صدیق، ماہر تحقیق و تدقیق، بزرگِ شفیق، ناصحِ ہمہ شخص، مخلصِ بے کس، پیکرِ انکسار، مجسم بہار، جامع المعقول و المنقول، صدر الفحول، مفسر قرآن، محدثِ زمان، شیدائے حبیبِ رحمن عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، فدائے جانِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدیؔ دامت برکاتہم

الغرض! بقولِ شیخ سعدیؔ:

معلمت ہمہ شوخیٔ و دلبری آموخت

قبولِ عام کا ایک سبب دھیما لہجہ، شگفتہ انداز گفتگو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کانوں میں رس گھولتے ان کے میٹھے الفاظ، جن کو سن کر ہر شخص اُن کے محبوب نظر ہو جانے کا یقین رکھتا ہے۔ اُن کا کمالِ خلوص تو یہ ہے کہ ہر جلیس خود کو مقرب سمجھتا ہے۔ اُن کی آواز کے زیر و بم میں ایک متانت ہے، ایسی متانت جو بعید وقریب، حبیب ورقیب سبھی کے لیے یکساں ہے۔ لہجہ گُداز، اور اتنا گُداز کہ دل کو گُدگُدا جائے، لیکن یہ ابریشم جیسی گدازی حلقۂ یاراں میں ہے، جب احقاقِ حق اور ابطال باطل کا مرحلہ ہو تو پھر کھنک دار آواز، پُرجلال چہرہ، ہمت جواں، اعلائے کلمۃ الحق بھی یوں کہ ایوانِ باطل کے در و دیوار لرزہ بر اندام ہو جائیں، دل دہل جائیں، خون خشک ہو جائے۔

گرچہ باطل کو ناپسند رہا نعرۂ حق مگر بلند رہا

ایسے قرینہ شناس کہ قرائن قرین پر اظہارِ مدعا سے قبل مطلع ہو جاتے ہیں۔ علمی تبحر ایسا کہ ان کی بزم میں لاف زنِ ہمہ دانی کو انگشت بدنداں دیکھا، سخن وری کا دعویٰ رکھنے والوں کو کاکل معانی میں پیچاں دیکھا، تشنہ لبوں کو شادکام ہوتے دیکھا، طالبانِ علم وحکمت

کو فیض یاب ہوتے دیکھا۔ مقبولانِ خدا تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو جس غرض اور مطلب کو دل میں رکھ کر باریابِ خدمت ہو وہی مراد پاتا ہے۔

تو آں شاہے کہ بر ایوانِ قصرت کبوتر گر نشیند، باز گردد

خالقِ کائنات عزّ شانہٗ نے انہیں نزاکتِ طبع، نفاستِ مزاج، شفافیتِ قلب، لطافتِ روح، بلند نظری، استحضارِ ذہنی، لیاقتِ علمی، شگفتہ مزاجی، طبعِ عالی، مشربِ نابی، گرم دلی، پاک بینی، سخنِ دلنوازی، ادائے بے نیازی، نکتہ سنجی، معاملہ فہمی، استقامتِ دوامی، عفتِ دامنی، تقوی وطہارت، زہد وورع سے اس طرح مالا مال کیا ہے، کہ انہیں دیکھ کر، سن کر خلف سلف کی راہ پا جائیں، بے عمل کو مہمیزِ شوقِ عمل عطا ہو، متقی رشک کریں، متصوف لبادہ تصوف نوچ ڈالیں، اربابِ قیل وقال دامنِ تمہید طولانی چاک کر لیں اور اصحابِ حال گریبانِ کیف ومستی نوچ ڈالیں، یارانِ ورع آستینِ پارسائی ادھیڑ دیں، متعلقین ومتوسلین، اپنے، بیگانے سب انہیں عصرِ حاضر میں منارہ حق سمجھتے ہیں، معیارِ عقائد صحیحہ مانتے ہیں....ایسے دانائے راز کہ ان کی جنبش ابرو، خدوخال، ایماو آثار سے حق وباطل میں تفریق کی جاسکتی ہے۔

مسند نشینِ درس بخاری شریف کو ہمیشہ باادب پایا، چاہے درس کتنا طویل کیوں نہ ہو جائے، کبھی پہلو بدلتے نہیں دیکھا، کمال ادب یہ دیکھا کہ چہرہ پُر وقار، مناسب آواز، دلنشین انداز، نپا تلا تبصرہ، واضح تشریح، پُر مغز تصریح، اور جہاں حبیب دوجہاں، شاہ کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ خیر آیا، یادِ جاناں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ دریچے کھلے کہ عقیدت واحترام کی عطر بیز لپٹیں در آئیں۔ کبھی جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن وجمال کا ذکر باکمال آیا تو کسکِ ہجراں کو چہرے میں بے تاب پایا۔ پاکیزہ ترین الفاظ کا چناؤ، کوثر وتسنیم میں دھلا لہجہ، طاہر وطیب جملے جو دل کی گیتی کو لالہ فام کر گئے، عقیدت کے وہ پھول جھڑے کہ بیابانِ دل شوخانِ

گلاب وسوسن ونرگس ونسترن سے اَٹ گیا۔تکلم اتنا گداز کہ الفاظ منہ میں ہی گھلنے لگے، سننے والے کانوں میں رس گھول گئے ۔خرمنِ دل میں عشق حقیقی کی کونپلیں دفعتاً پھوٹ کر تناور چھتنار بن گئیں،نسیم مَحبت سمتِ دیارِحجاز اُڑی توشمیمِ بارگاہِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوکر پلٹی،عقیدت کا دِیا طاقِ ادب میں روشن ہوا،محراب جستجو روشن ہوئی،ذوقِ نعت گوئی منبرِ مدح سرائی پر ایستادہ ہوا،نخل امید پہ کلیاں چٹکیں۔ہر بار لب باسم رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ زن ہوئے، درودوں کے موتی،سلاموں کی لڑیوں میں پروئے جانے لگے۔جبین نیاز جھک گئی،گردنوں میں خم آ گیا،پہلو بے چین ہوئے،نبضیں تیز ہوگئیں،دھڑکنوں کی آہٹ کانوں کے دریچوں پہ دستک دینے لگی،دل بھرآئے،رقت طاری ہوئی،آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے،پتلیاں انتظارِ یار میں پتھرا گئیں،منظر دھندلا گیا،اشک بے تاب سے پیمانۂ فراق لبریز ہو گیا، آنکھوں سے اشک بہہ نکلے،آہیں سسکیوں میں ڈھل گئیں،مگر پاس ادب تو یہ ہے کہ جذبۂ عشق کی دبی چنگاری بڑھک کر روشن الاؤ کیوں نہ بن جائے،شررِہجراں لپکتے دکھائی نہیں دیتے،دودِفراق مرغولوں میں بلندنہیں ہوتا،آتشِ شوق کی حرارت دل کودہکاتی ضرور ہے مگر جلاتی نہیں۔ویسے بھی حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشقِ صادق،کبھی بھی دردِعشق کی دوا کا اہتمام اس لیےنہیں کرتا،کہ یہ درد جتنا بڑھ جائے اتنا مزہ دیتا ہے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ رُوزفزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اُٹھائے کیوں
سنگِ درِحضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ان کا نام نامی اسم گرامی ''عبدالستار'' (اطال اللہ ظلہٗ) ہے۔مجال ہے کہ ان کے حضور،غیوبِ کس وناکس میں کوئی غیبت ،بدخواہی ،عیب جوئی ،الزام تراشی کر سکے،کسی کے عیب پر اطلاع پا کر خوب پردہ پوشی فرماتے ہیں ،اور پردہ پوشی کا بھرم بھی رکھتے ہیں، مالک نے انہیں دلجوئی ،دل دہی اور اشک شوئی کا خوب ہنر عطا فرمایا ہے،دامن تر آنے والوں کو ان کی بزم سے شاداں وفرحاں ہی پلٹتے دیکھا ہے،اگر کوئی چشم تر آئے تو تبسم برلب ہی لوٹتا ہے،چشمکِ معاصراں پہ بھی چبھتے جملوں کی تاویل کرتے دیکھا،خندہ جبین دیکھا،متبسم پایا۔اللہ اللہ! یہ شانِ دلبری!

زندگی کے مختلف مراحل میں جب کبھی ابتلا و آزمائش کی لَو چلی تو اُنھیں صابر وشاکر پایا۔سخاوت تو اُن کی فطرتِ ثانیہ ہے۔بے کس ولاچار کے لیے اُن کا دل موم کی طرح پگھلتا دیکھا۔ضرورت مند کی حاجت پوری کرکے ہی اُنھیں سکون وقرار میسر آیا۔سائل کو حتی المقدور نوازا۔اُن کی زندگی بھی عبادت سے عبارت ہے۔ساری زندگی خود کو طالبانِ دین کے لیے مختص ووقف رکھا۔دن رات کی مشقت بسیار کے باوجود اُن کی جبینِ اقدس کو شکن آلود نہیں دیکھا۔ان کی ہمہ گیر و ہمہ جہت شخصیت نے ان کے گرد تاروں کی ایک ایسی کہکشاں آراستہ کی جس کی جھلملاہٹ اَبد تک باقی رہے گی۔یوں ہی شمع سے شمع روشن ہوتی رہے گی، دیے سے دیا جلتا رہے گا، جہالت کی تیرگی چھٹتی رہے گی۔

یقیناً علمی رسوخ کے لیے مطالعہ ایسا ہی ہے کہ جیسے سونے پر سُہاگا،علمائے متقدمین کے روز مرّہ معمولات سے ثابت ہوا ہے کہ تقویتِ حافظہ اور،جملہ مَلکاتِ نفسی ،قوائے عقلی کو تصرف میں لانے کے لیے ہمیشہ مطالعہ کی عادت اپنانا ناگزیر ہے، اِس پر مواظبت ''معلوماتِ نفسیہ'' کو لاشعور کی نذر ہوجانے سے محفوظ رکھتی ہے۔عرصۂ کفش برداری میں قبلہ

حافظ صاحب کو بلا ناغہ کثرتِ مطالعہ کا عادی پایا، جو اہتمام آپ مطالعہ کے لیے فرماتے ہیں وہ مشتاقانِ علم کو تحریک دیتا ہے۔ مطالعہ کے عادی افراد بخوبی واقف ہیں کہ مطالعہ سے قبل اہتمامِ مطالعہ زیادہ لطف انگیز اور فرحت بخش ہوتا ہے اور یہ بھی ان کے لیے جو مطالعہ کے لیے ہمت اور وقت دونوں جتا پاتے ہیں لیکن جو امر قابل تعجب ہے کہ ''آپ'' ایسے کثیر الاشغال، منتظم، جن کے درِ دولت پہ مشتاقوں کا ہجوم، عقیدت مندوں کی بھیڑ! پھر بھی کبھی مطالعہ میں حرج نہیں دیکھا، انہماک میں فرق نہیں دیکھا۔ ادائے مطالعہ تو یہ رہی کہ سجادۂ حضرتِ اقدس پہ جانب دیوار اُوپر نیچے دو تکیے پس پشت، فرشی نشست پہ جسد مبارک کا نصف بالا مکمل سیدھا، نصف باقی قدرے دراز کیے، قریب کی نظر کا چشمہ لگائے اور ہاتھوں میں کتاب اٹھائے سطورِ کتاب میں نظر گردانی ہو رہی ہے، مکمل توجہ کتاب کی جانب، وقفے وقفے سے حاصلِ مطالعہ پر تفکر اور وہ بھی یوں کہ نظر سامنے کی دیوار پہ ٹکی ہوئی ہے اور انتہائی گہری سوچ میں مستغرق، پھر مقاصد تک رسائی چہرے مبارک پر چمک کی شکل میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کبھی کبھی دورانِ مطالعہ آثارِ تفکر، کبھی غور وغوص، کبھی چہرے پہ رونق تبسم، غرض کہ رخِ اقدس پہ حسن ہزار منظر! اختتام مطالعہ پہ اطمینان، گہرا سکون جیسے کوئی طویل سفر کے بعد منزل ملنے کی راحت پا گیا ہو۔

اُن کی قوت حافظہ اور استحضارِ ذہنی کے سبھی قائل ہیں۔ والد گرامی قدر اور جناب میں تعلقِ خاطر بہت دیرینہ ہے۔ 60، 70 کی دہائیوں کے واقعات، ملاقاتیں بتدریج جملہ جزئیات سمیت زبان اقدس سے اِس قدر تفصیل سے سنیں جیسے گذشتہ کل کی یادداشت ہو۔ طلبہ کو ان کے اسما سے یاد رکھتے ہیں بہتیروں کی جامعہ آمد کے قصے، آتے وقت کا حلیہ، عرصۂ تعلیم کی سرگرمیاں، اور خاص خاص واقعات کی تفصیل سن کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ

تقوی و پاکدامنی کے باوصف قرطاس حافظہ ایسا صیقل ہوا ہے کہ ہر شئے فانوسِ خیال میں چلتی پھرتی دکھائی دے رہی ہے۔فطرتاً میری اپنی طبیعت پر حجاب رہتا ہے،کم آمیز ہوں،مگر اساتذہ کرام کے معاملے میں میری یہ عادت کبھی بھی نہیں رہی کہ کم آمیزی آڑے آئی ہو،مگر یہ خیال ہمیشہ ذہن میں رہا کہ دخل در معقولات نہ کروں۔ پاسِ ادب وکبیدگیٔ خاطر سے گریز کی غرض سے کم ہی فون پہ بات کرتا ہوں،مصروفیات کی کثرت کے سبب ملاقات کم ہی میسر آتی ہے سالوں بیت جاتے ہیں،مگراس کے باوجود جب کبھی فون پہ بات ہوئی سلام وآداب بجالایا۔جواب ملا:''ہاں مودی!''سبحان اللہ کریم ایسے ہی ہوتے ہیں۔

وللأرض من کاس الکرام نصیب

حدیثِ دلبراں ہمیشہ طویل ہوتی ہے،باتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں اوراظہارِمحبت کے لیے پہلےتو الفاظ نہیں ملتے اوراگرمل جائیں تو انسان کہہ نہیں پاتا،تابِ سخن ہوتو جرأت آموزطبع نہیں ہوتی،اگر جرأت آموزطبع ہوتو اظہارِمدعا طویل تر ہوجاتا ہے۔لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے،الفاظ کا دامن تنگ ہے،تابِ سخن ہے نہیں اور جرأت آموزطبع شوخی کا سبب ہے، یہ مقامِ ادب ہے ---جائے شوخی نہیں ---جبینِ نیاز ہے ---آنکھوں کے بھیگے کنارے ہیں ---کسکِ ہجراں ہے ----شرفِ باریابی کی فرصت نہیں ---مگرتمنائے ملاقات ضرور ہے ---عرضِ مدعا حاضر ہے ---امید ہے کہ کریم قبول فرمائیں گے۔بقول ناصر کاظمیؔ:

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا وہ تری یاد تھی اب یاد آیا

حال دل ہم بھی سناتے لیکن جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

بیٹھ کر سایۂ گل میں ناصرؔ ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا

حافظِ ملت کا ذوقِ تدریس و تحقیق

تحریر: مولانا مفتی ضمیر احمد مرتضائی، ناظمِ اعلیٰ ادارۃ الاسلام لاہور

قبلہ استاذی واستاذ العلما والفقہا والمحدثین، حافظ الملۃ والدین حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فن تدریس کی ماہر نابغۂ روزگار شخصیت ہیں۔

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصالِ مبارک کو ابھی چند دن ہی ہوئے تھے، غم سے دو چار ایک طرف جامعہ نظامیہ رضویہ کی نظامت کا بوجھ کندھوں پر تھا، دوسری طرف فتاوی رضویہ کی تحقیق وتخریج کی ذمہ داری......قوت، اعصاب سے پنجہ آزما تھی، اس کے ساتھ ساتھ اظہارِ تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

بندۂ ناچیز نے مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کا جسدِ مبارک قبر میں رکھے جانے کا منظر قریب سے دیکھا تھا، جس کی برکت سے دل میں شوقِ طلبِ علم کی ایک نئی دنیا آباد ہوگئی، وقت انتہائی قیمتی محسوس ہونے لگا، سال بھر میں پڑھی جانے والی کتابوں کو دنوں میں مکمل کرنے کا شوق پڑ گیا، لیکن ہر شوق کا تکمیل کو پہنچنا ضروری نہیں۔

بندۂ ناچیز نے قبلہ استاد گرامی حافظ الملۃ والدین سے ''تعلیم المنطق'' پڑھانے کی گزارش کی۔ آپ نے اپنی مصروفیات کو بیان فرمایا جو واضح طور پر مشاہدہ میں بھی تھیں، مگر بندہ اپنے بچپنے کے باعث کافی دیر تک آپ کے پاس حاضر رہا اور یہی ضد تھی کہ آپ سے ہی پڑھنا ہے۔ بالآخر آپ نے ایک طالبِ علم کی آرزو کو شرفِ تکمیل بخشتے ہوئے مصروفیات کے بارِ گراں کے باوجود پیشانی پر شفقت وبرکت دے کر فرمایا: ''کل آجانا، پڑھا دوں گا۔''

شعبان المعظم کے اِن دنوں میں طلبہ اپنی اپنی مصروفیات میں مگن تھے، تعلیم المنطق

کے پڑھنے میں یہ طے پایا کہ سبق یاد کر کے سناتا رہوں گا، جو سمجھ نہ آئے وہ پوچھ لوں گا۔ سبق ظہر سے مغرب کے وقت تک سنانا ہوتا تھا، ''مفہوم'' کی بحث تک یاد تھا، اس سے آگے سنانا شروع کر دیا گیا، تقریباً پندرہ دنوں میں پوری تعلیم المنطق حفظ و فہم سے مکمل ہوگئی۔ ابھی رمضان شریف کے کچھ دن باقی تھے، موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ''مفتاح المرقاۃ'' کے بھی 80 صفحات اسی طرح یاد کر کے سنا دیے۔

قارئین گرامی! یقین کیجیے! اس دوران قبلہ استاذ گرامی نے کبھی اُکتاہٹ یا ملال کا اِظہار نہیں فرمایا، حالانکہ اتنا طویل سبق سنانے پر مجھے دیگر طلبہ کہتے تھے: کیا تم قبلہ استاذ گرامی سے قرآن مجید کا دور کرتے ہو؟

اِنہی دنوں میں قبلہ استاذ گرامی کے بڑے صاحب زادے حضرت علامہ مولانا محمد صدیق سعیدی صاحب حفظہ اللہ تعالی کا نکاح تھا، چھٹی سے اگلے دن جب میں حاضر ہوا تو جامعہ میں دعوتِ ولیمہ ہو رہی تھی، آپ مجھ ناچیز سے فرمانے لگے: ''قلندر میاں! آج مجھے چھٹی دے دو۔''

آج میں یہ سوچ کر حیران ہوتا ہوں آپ کس قدر وسعت ظرفی کے حامل ہیں اور آپ کے سینہ مبارک کو اللہ رب العزت نے علم و حکمت کے ساتھ ساتھ حلم و بردباری کے لیے کتنا کشادہ فرمایا ہے!

قبلہ استاذ گرامی کے مزاجِ تحقیق و تدوین میں جمود بالکل نہیں، آپ سروے تحقیق میں سروے اور مشاورتی تحقیق میں مشاورت ضروری سمجھتے ہیں۔ جن دنوں قبلہ استاذ گرامی سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تعلیم المنطق پڑھ رہا تھا انہی دنوں علی ٹاؤن میں قبلہ حضور شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے اربعین نووی کی عربی شرح پڑھنے

کے لیے بھی جاتا تھا۔ایک دن استاذ گرامی حافظ صاحب فرمانے لگے: ’’قلندر میاں! استاد شرف صاحب سے فتاوی رضویہ کے رسالے کے نام کا ترجمہ کروا کے لانا‘‘ اور مجھے رسالے کا عربی نام لکھ کر دے دیا، جسے میں نے اگلے دن حضور شرف ملت علیہ الرحمہ کے ترجمے کے ساتھ پیش کر دیا۔

بندۂ ناچیز نے ’’مشکوٰۃ المصابیح‘‘ شیخ الحدیث مولانا محمد ظہیر بٹ فریدی حفظہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی اور اِس سے قبل امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی۔مزید برآں برکت کے لیے قبلہ حافظ الملۃ والدین محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ العالی سے گزارش کی کہ آپ بھی مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث مبارک پڑھا کر باقاعدہ اجازت سے نوازدیں۔ اِس وقت میرے ہم درس استاذ العلما مفتی محمد اکمل قادری رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ (شعبہ دار الافتاء والتحقیق جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) بھی تھے۔

سادات کرام کا ادب

قبلہ حافظ صاحب مدظلہ ساداتِ کرام کا بے حد ادب کرتے ہیں، آپ کی سالانہ دعوت زبان زدِ عام ہے۔

درجہ موقوف علیہ میں علم کلام کی کتاب ’’شرحِ عقائد نسفیہ‘‘ قبلہ حافظ صاحب خود پڑھاتے تھے اور یہ پہلا پیریڈ ہوتا تھا تاخیر سے آنے والوں کو سخت سزا ملتی تھی۔ایک دن مجھ سمیت کئی ساتھی لیٹ آئے، محترم علامہ سید ندیم شاہ صاحب بخاری بھی تاخیر سے پہنچے، استاذ گرامی فرمانے لگے: ’’شاہ جی! آج سب کو آپ کی وجہ سے معاف کرتے ہیں۔‘‘

حافظِ ملت اور خانوادۂ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ

(عطا و وفا کی ایک خوب صورت داستان)

تحریر: مولانا محمد حبیب احمد سعیدی ہزاروی، مدرسہ نور جامعہ نظامیہ

الحمد لأهله والصلوة على أهلها ۔ أما بعد!

امام قسطلانی رحمہ اللہ نے محبت کی علامات ذکر کرتے ہوئے فرمایا: من علامات المحبة كثرة ذكره۔ محبت کی علامات میں سے ایک علامت: محبوب کا کثرت سے ذکر کرنا ہے۔ فمن أحب شيئا أكثر من ذكره۔ جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی زیادہ کرتا ہے۔ (المواہب اللدنیہ للقسطلانی، ج۲ ص ۴۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

جامعہ نظامیہ میں پہلے ہی دن ہمیں بتایا گیا کہ آپ کے لیے تین چیزیں بہت اہم ہیں: درس، کتاب اور مدرس۔ پہلی دو چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے تیسری کا بے حد ادب اور اُس سے محبت لازم ہے۔ بس وہ بات ایسے پلے پڑی کہ اس کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔ شاید سب ہی درس گاہوں میں یہ تعلیم دی جاتی ہو، مگر جامعہ نظامیہ میں یہ واجب سمجھی جاتی ہے۔

مادرِ علمی کے جس استاذ کا بھی ذکر کروں عجیب سی راحتِ قلبی ملتی ہے، بلکہ برادرِ اصغر علامہ طاہر عزیز باروی سے اُن کا جملہ مستعار لوں تو یوں ہوگا کہ ''وہ جن کے تصور سے ہی خوشی محسوس ہوتی ہے''...... ہاں باروی صاحب! قسم بخدا ان کے تصور سے ہی خوشی محسوس ہوتی ہے اور وہ ہیں بھی اس قابل...... ایک بار ہم اُن عظیم شخصیات کے نام ہی پڑھ لیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

مصورِ جامعہ نظامیہ محدثِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری...... بانیٔ جامعہ نظامیہ شارحِ بخاری علامہ غلام رسول رضوی......معمارِ جامعہ نظامیہ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قادری رضوی......شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری......قاضیٔ جامعہ نظامیہ علامہ شیخ الحدیث محمد رشید نقشبندی......مفتیٔ جامعہ نظامیہ مفتی محمد عبد اللطیف نقشبندی قادری...... مناظر جامعہ نظامیہ علامہ شیخ الحدیث محمد عبدالتواب صدیقی......مجاہدِ جامعہ نظامیہ شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمہم اللہ تعالی ......استاذ الکل جامعہ نظامیہ علامہ شیخ الحدیث محمد گل احمد عتیقی ......ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ جانشینِ مفتیٔ اعظم علامہ صاحب زادہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی......روح رواں جامعہ نظامیہ حضور حافظِ ملت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی...... امینِ جامعہ نظامیہ حضرت علامہ محمد غلام فرید ہزاروی......ادیبِ جامعہ نظامیہ علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی...... نباضِ جامعہ نظامیہ شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی......فخر جامعہ نظامیہ مبلغ یورپ شیخ الحدیث حافظ محمد ظہیر بٹ فریدی......خطیبِ جامعہ نظامیہ علامہ محمد طاہر تبسم قادری......قاریِ جامعہ نظامیہ استاذ القراء قاری ظہور احمد سیالوی...... استاذِ حدیث جامعہ نظامیہ علامہ حافظ دل محمد چشتی......منتظمِ جامعہ نظامیہ علامہ قاری احمد رضا سیالوی......استاذ الادب جامعہ نظامیہ علامہ حافظ محمد واحد بخش سعیدی......استاذ التجوید جامعہ نظامیہ قاری محمد ذوالفقار احمد برسالوی......استاذ الحفاظ جامعہ نظامیہ حافظ قاری محمد ارشد بٹ...... اِن اعلی وارفع شخصیات کا تصور ہی مجھ جیسوں کے لیے مسرت قلبی کا باعث ہے اور یہ خوشی تب دوبالا ہو جاتی ہے جب آپ کی مادر علمی کی طرف سے حکم آ جائے کہ تم نے بھی ان شخصیات کا تذکرہ کرنا ہے۔

برادرم علامہ شکور احمد ضیاء سیالوی (ناظم اعلیٰ مجلس علماء نظامیہ پاکستان) کی طرف سے حکم ملا کہ تم نے قبلہ استاذ صاحب پر کچھ لکھنا ہے۔سوچ میں پڑ گیا کہاں وہ علم وعمل کے کوہِ ہمالیہ اور کہاں مجھ جیسا کم علم وکم فہم! بہرحال حکم سمجھتے ہوئے چند الفاظ آپ کی نذر......

یہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے ابتدائی سالوں (1963ء) کی بات ہے کہ ایک بچہ سر پر اپنا کا صندوق اُٹھائے، بغل میں بستر دبائے جامع مسجد خراسیاں سے (متصل جامعہ نظامیہ رضویہ) سے گزر رہا تھا، دوسری منزل سے ایک محبت بھری آواز گونجی: ''کدھر جا ریا ایں؟'' (کہاں جا رہے ہو) بچے نے نظریں جھکائے ہوئے کہا: ''اُستاذاں نے چھٹیاں کرن دی وجہ توں مدرسے چوں کڈ دتا اے'' (استاذ صاحب نے چھٹیاں کرنے کے سبب مدرسے سے نکال دیا ہے) اُدھر سے پھر آواز آئی: ''بہہ جا ایتھے، اُنہاں نال میں گل کراں گی'' (بیٹھ جاؤ اِدھر، مَیں اُن سے بات کروں گی)۔ وہ بچہ سر سے صندوق اُتار کر وہیں بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد استاذ صاحب پاس سے گزرے اور فرمایا: ''حافظ جی! توانوں تے کڈ دتا سی، اجے تک گئے کیوں نئیں؟ (آپ کو نکال دیا تھا، ابھی تک گئے کیوں نہیں؟) بچے نے عرض کی: ''اوہ امی جی نے کیہا کہ نا جاویں'' (وہ امی جی نے کہا ہے کہ نہ جانا) تھوڑی دیر بعد اُوپر سے آواز آئی: ''حافظ جی!'' نظر اٹھا کے دیکھا تو استاذ صاحب تھے، جو گہری نظر سے دیکھ رہے تھے، تھوڑی دیر دیکھنے کے بعد فرمایا: ''جاؤ مدرسے...... آئندہ بغیر دسے چھٹی نہ کرنا'' (مدرسے چلے جاؤ اور آئندہ بغیر بتائے چھٹی نہ کرنا)۔ اُس بچے نے اپنے استاذ صاحب کی بات کو ایسے پلے سے باندھا کہ آج جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ اور طلبہ اُن کو اطلاع دیے بغیر جامعہ سے چھٹی نہیں کر سکتے۔ آج دنیا اُس بچے کو جامع المعقول والمنقول، منبعِ فصاحت و بلاغت، حافظِ ملت، شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی کے نام سے جانتی ہے......

وہ استاذ جنہوں نے ایک نظر میں اُس بچے کی صلاحیتوں کو پہچان لیا تھا، اُنھیں دنیا مفتیٔ اعظم پاکستان استاذ الاساتذہ محسنِ اہلِ سنت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے اور جنہیں وہ بچہ ''امی جی'' کہہ رہا تھا وہ تمام ابنائے جامعہ کی روحانی ماں (م:10 جولائی، 2009) مفتیٔ اعظم پاکستان کی خدمت گزار اہلیہ محترمہ تھیں، علیہا الرحمہ۔

قبلہ حافظِ ملت مدظلہٗ فرماتے ہیں: میرا اُن سے رشتہ ماں بیٹے والا ہی رہا ہے اور اپنی والدہ کے بعد مَیں نے اُنھیں ہمیشہ ماں کا رتبہ ہی دیا اور اُنھوں نے بھی مجھے ہمیشہ بیٹوں جیسا ہی مقام دیا ہے۔

ماں جی کے ختمِ قل شریف کے موقع پر استاذ جی قبلہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''شروع شروع میں کئی سال تک باورچی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ماں جی جامعہ نظامیہ کے طلبہ کے لیے خود کھانا تیار کرتیں، عمر میں سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے میری ڈیوٹی تھی کہ مَیں گھر سے آٹا لے جاتا اور روٹیاں لگوا کر امی جی کو پیش کر دیتا، پھر طلبہ مسجد خراسیاں سے متصل حجرہ کے باہر سیڑھی کے پاس قطار بنا کر کھڑے ہو جاتے اور باری باری مَیں سب کے برتن گھر امی جی کو پیش کرتا وہ سالن ڈال کر دو دو روٹیاں ہر ایک کے لیے عنایت کر دیتیں اور میں طلبہ تک پہنچا دیتا۔ ماں جی کو زندگی کے آخری دن تک مجھ پر بیٹوں جیسا ہی اعتماد رہا، ہر کام میں پیغام کے ذریعے مجھ سے مشورہ ہوتا یا گھر بلا لیتیں، آخری ایام میں بھی حاضر ہوا تو فرمایا: اب یہ تمہاری اور مولانا غلام فرید صاحب کی ذمہ داری ہے کہ مفتی صاحب

کے باغ کو اُجڑنے نہیں دینا۔ ان کا وصال ہوا تو مجھے یوں ہی لگا جیسے آج میری ماں پھر سے بچھڑ گئی ہیں۔''

حافظ صاحب قبلہ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے جمیع معاملات میں مشیر خاص تھے، چنانچہ اہم ترین اسفار میں مفتیٔ اعظم پاکستان کے ساتھ ہوتے اور ہر سفر میں گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر حافظ صاحب ہی براجمان ہوتے۔ کوئی بڑے سے بڑا مہمان بھی ساتھ ہوتا تو وہ مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھتا، فرنٹ سیٹ پر حافظ صاحب قبلہ کو ہی بٹھایا جاتا۔

مجھے لاتعداد اسفار میں مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی، اُن کا ایک مخصوص مزاح کا انداز تھا، اگر کبھی جامعہ کے اساتذہ سفر پر ساتھ ہوتے تو تبسمی لہجے میں فرماتے: ''حافظ جی کی ٹانگیں لمبی ہیں، اسی لیے فرنٹ سیٹ پر وہی بیٹھیں گے، باقی ہم غریب لوگ پیچھے۔'' اگر کوئی مہمان ساتھ ہوتا تو فرماتے: ہماری گاڑی کی فرنٹ سیٹ حافظ جی کے لیے مختص ہے اور باقی ہم لوگ پیچھے بیٹھنے والے ہیں۔

اکثر سفر جی ٹی روڈ پر ہوتا۔ قبلہ حافظِ ملت کو ''میاں جی ہوٹل'' (لالہ موسیٰ) کی دال اور چائے بہت پسند تھی اور قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوٹل پر کھانا بہت کم کھاتے تھے، مگر جب بھی اس طرف جانا ہوتا اور استاذ جی قبلہ ساتھ ہوتے تو ''میاں جی ہوٹل'' پر ضرور رکتے اور فرماتے: ''لو جی حافظ جی! دال والا ہوٹل آ گیا اے۔''

مدرسہ میں کافی عرصہ میری ڈیوٹی تھی کہ ظہر کے بعد مَیں قبلہ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کو چائے پلانے کے لیے حاضر ہوتا۔ فرماتے: ''ملا، ویکھ! حافظ جی نے چائے نئیں

پیتی تے اُنہاں نوں وی بلا، اکٹھے چائے پیندے آں۔‘‘

مفتی صاحب قبلہ جلالی مزاج کے آدمی تھے، اُنھیں غلط بات پر جلدی غصہ آتا اور اُسی انداز میں وہیں رفع ہوجاتا اور آنِ واحد میں اُن کی طبیعت یکسر بدل جاتی اور اس قدر شفقت کا اظہار کرتے کہ حیرانی ہوتی۔ اُن کے جلال کا سامنا کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں تھا، دو بندے زندگی میں دیکھے جنہوں نے اُن کے جلال کا سامنا بھی کیا اور بہترین طریقے سے اپنا نقطۂ نظر بھی سامنے رکھا۔ اُن میں سے ایک شخصیت مولانا غلام فرید ہزاروی صاحب اور دوسری شخصیت قبلہ حافظ صاحب کی ہے۔ ان دونوں شخصیات کا کمالِ ادب یہ کہ کبھی اُن کے جلال کے سامنے لب کشائی کرتے نہیں دیکھا۔ اگر کبھی زیادہ جلال دکھا دیتے تو کچھ دیر بعد طلبی ہوجاتی تھی، فرماتے: ملا، ویکھ یار! حافظ جی ناراض ہو گئے نیں، چاہ وی لے آ، تے اُوتھے شیخاں کولوں گاجر دا حلوہ وی، کھلا انہاں نوں۔

فتاوی رضویہ کی تخریج، تبویب، تسہیل اور ترتیبِ جدید یہ قبلہ مفتی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت کے عظیم علمی شاہکار پر کام کرنے کے لیے مفتی صاحب قبلہ نے اپنے شاگردِ رشید حضور حافظِ ملت کا انتخاب فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم پاکستان حافظ صاحب پر اعتماد کے ساتھ ساتھ آپ کے علمی مقام کے بھی معترف تھے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں سالانہ دو پروگرام ہوتے تھے، ایک عرسِ حضور محدثِ اعظم پاکستان، ختمِ بخاری وجلسۂ دستارِ فضیلت......دوسرا ربیع الاول میں جلسۂ میلاد النبی ﷺ۔ مفتی صاحب انتظامات کی نگرانی خود فرماتے، تمام اساتذہ شرکت بھی کرتے اور مفتی صاحب کے حکم پر انتظامات میں حصہ بھی لیتے، شیخ الحدیث علامہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ ساتھ ہوتے، استاذ قبلہ قاری ظہور احمد صاحب سیالوی (آج کل علیل ہیں، اللہ انہیں صحت وسلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے) دستار والے حضرات کی لسٹ اور دستاریں پہنچانے میں مصروف ہوتے، اسٹیج کی تیاری اور انتظامات قبلہ علامہ محمد طاہر تبسم القادری صاحب سنبھالتے، مہمانوں کو خوش آمدید کہنا ادیبِ اہلِ سنت استاذ قبلہ شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی کی ذمہ داری ہوتی، مہمانانِ خصوصی کو وقت جانشین سعدی استاذ قبلہ محمد منشا تابش قصوری صاحب دیتے، لنگر کی تیاری یادگار اسلاف علامہ غلام فرید ہزاروی، علامہ حافظ عبدالرحیم ہزاروی صاحب اور حاجی شیخ محمد دین صاحب کے ذمہ ہوتی اور تقسیم کی نگرانی استاذ قبلہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کرتے، خطبا کا انتخاب حافظ صاحب قبلہ کے مشورے سے مفتی صاحب خود فرماتے، آنے والے خطبا کو ان کے شایان شان مکمل اعزاز سے نوازا جاتا، خدمت بھی کی جاتی مگر مفتی صاحب قبلہ ڈیمانڈ کرنے والے خطبا کے سخت مخالف تھے۔

ایک بار کسی بڑے خطیب صاحب سے وقت لیا گیا، کچھ دنوں بعد ان کی طرف سے کرائے کی ڈیمانڈ آ گئی، مفتی صاحب نے فرمایا: اُنھیں ان کی ڈیمانڈ سے زائد کرایہ بھیجیں، وہ تشریف لائے تو مکمل عزت واحترام دیا گیا، جلسہ شروع ہوا، مشہور تھا کہ وہ خطیب صاحب ساتھ اپنے لخت جگر کو بھی لاتے اور جب اُنھیں تقریر کی دعوت دی جاتی تو مسند نشین ہو کر اپنے لخت جگر کو مائک پر نعت کی دعوت خود دیتے، مطلب کچھ خدمت ہو جائے گی۔ حافظ صاحب قبلہ نے خود ہی اُن کے لخت جگر کو نعت کی دعوت دی، مفتی صاحب قبلہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ دورانِ نعت یا تقریر ویلیں دی جائیں، مگر وہ پہلا موقع تھا کہ مفتی صاحب خود پیسے دے رہے تھے۔ نعت کے بعد حسبِ سابق حافظ صاحب قبلہ نے تقریر کی دعوت دینے کے لیے

مفتی صاحب سے اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: منشا صاحب کدھر ہیں؟ ان کی تقریر کروائیں، پھر فرمایا: مولانا صدیق صاحب کی تقریر کروائیں، پھر فرمایا: خادم حسین کدھر ہیں؟ بتایا گیا کہ لنگر پر ہیں، فرمایا: بلائیں۔ ان کی تقریر کے دوران سب ہی سمجھ گئے کہ مہمان خطیب صاحب نے جو ڈیمانڈ کی تھی اس کی وجہ سے تقریر نہیں ہو رہی۔ سب ہی ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے کہ مفتی صاحب سے بات کریں، مگر بقولِ شرف ملت علیہ الرحمہ مفتی صاحب کے ساتھ کام کرنا ایسا تھا جیسے شیر کی بغل میں بیٹھ کر کام کرنا...... بالآخر استاذ قبلہ حافظ صاحب حاضر ہوئے اور مہمان خطیب کو دعوت دینے کی اجازت چاہی۔ مفتی صاحب نے فرمایا: ''وہ مہمان ہیں، ان کی خدمت کریں، اُنھیں جاتے ہوئے ان کی ڈیمانڈ سے زائد دیں جس کے لیے وہ آئے ہیں تقاریر تو یہاں سارے ہی کر سکتے ہیں۔ حافظ صاحب قبلہ قدموں میں تب تک بیٹھے رہے جب تک اجازت نہ مل گئی۔

قبلہ حافظِ ملت کی طبیعت ناساز ہو جاتی تو مفتی صاحب خود جا کر پوچھتے۔ آپ کے پاس اکثر دیسی دوا رہتی تھی، ہم نے اُنہیں ایلوپیتھی یا ہومیوپیتھی دوا استعمال کرتے کبھی نہیں دیکھا، اپنی دیسی دوا سے قبلہ حافظ صاحب کو دوا دیتے اور فرماتے: ''حافظ جی! تُسی ڈھلے نئیں پینڑاں، جے تسی ڈھلے پے گئے تے جامعہ نظامیہ ای ڈھلا پے جانڑا اے۔''

اسباق کی تقسیم کی میٹنگ میں میری ڈیوٹی چائے کی ہوتی۔ کسی استاذ صاحب کو سبق دیتے اور وہ معذرت کرتے تو فرماتے: جھڑا سبق تسی نئیں پڑھانڑا، حافظ جی نوں دیو اوہ پڑھالینڑ گے، نئیں تے حافظ جی بطور ناظمِ تعلیمات حکم کرنڑ گے تے فقیر پڑھا دیوے گا۔''

مفتی صاحب کے خلوص کی گواہی زمانہ دیتا ہے، جب بھی کسی کو نصیحت کرتے تو فرماتے کہ تم خلوص کے ساتھ درخت کے نیچے یا کسی پتھر پر بھی بیٹھ کر دین کا کام شروع

کردو، اللہ تمھیں مایوس نہیں کرے گا بشرطیکہ تمہاری نیت میں خلوص ہو، اللہ خلوص کا صلہ ضرور دے گا۔ قارئینِ گرامی! آپ سوچیں، جس شخص کی زندگی ہی خلوص، اخلاص میں گزری اس کے خلوص کا بدلہ اللہ نے کیا دیا ہوگا؟ ہم سوچ ہی سکتے ہیں، مگر مفتی صاحب بتا گئے کہ مجھے اخلاص کا بدلہ کیا ملا؟...... ایک بار آپ دورۂ حدیث شریف کی کلاس پڑھا رہے تھے، درسِ حدیث کے دوران آپ کسی سے ملتے نہیں تھے، ایک دن درسِ حدیث سے فراغت کے بعد تشریف لائے تو بتایا گیا کہ فلاں صاحب آئے تھے۔ پوچھا: کہاں گئے؟ بتایا گیا کہ حافظ صاحب ملے تھے اُنھیں...... استاذ صاحب کو بلایا اور مہمان کا پوچھا، استاذ صاحب نے عرض کی کہ جس کام آئے تھے وہ بھی کر دیا کھانا وغیرہ بھی کھلایا دعائیں لے کر رخصت کیا۔ مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور اگلے کسی پروگرام میں فرمایا: ''مجھے میرے خلوص کا بدلہ اللہ نے حافظ عبدالستار سعیدی کی شکل میں دیا ہے۔''

فتاوی رضویہ کی کوئی بھی نئی جلد تیار ہوتی تو مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ خود لے کر دو جگہ ضرور جاتے: ایک پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی (جہلم) اور دوسرا اپنے پیر خانے گلشن محدثِ اعظم پاکستان جامعہ رضویہ فیصل آباد۔ جہلم جاتے ہوئے میاں جی کے ہوٹل پر استاذ صاحب قبلہ کی وجہ سے رکتے۔ آپ کے وصال کے بعد صاحب زادہ علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی کے ساتھ یادگارِ اسلاف علامہ غلام فرید صاحب ہزاروی تھے، گاڑی صاحب زادہ علامہ نصیر احمد ہزاروی چلا رہے تھے۔ میاں جی کے ہوٹل کے قریب پہنچے تو استاذ صاحب قبلہ بار بار ادھر دیکھ رہے تھے، صاحب زادہ حافظ نصیر احمد صاحب نے گاڑی وہاں روکی، مگر آج وہ شوق نظر نہیں آ رہا تھا استاذ قبلہ کے چہرے پر...... اس کمرے میں گئے جہاں اکثر مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ جاتے تھے، اس چارپائی کو دیکھا جس

پر مفتی صاحب بیٹھتے اور فرماتے تھے: ''لو حافظ جی! تو اڈا ہوٹل آ گیا جے، منگواؤ جو کھانڑا اے'' ......آج چارپائی بھی خالی تھی اور آواز دینے والا بھی کوئی نہیں تھا، آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا: ''چلو یار! اج اتھے دل نئیں لگڑاں۔'' وہ پہلا موقع تھا کہ ہم میاں جی کے ہوٹل سے بغیر کچھ کھائے پیے نکل گئے۔ میں نے کبھی استاذ صاحب قبلہ کو روتے نہیں دیکھا تھا، مفتی صاحب کے وصال کے موقع پر بھی بہت ضبط کیے ہوئے تھے......استاذ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ جب قبلہ مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر (لکڑ منڈی، راوی روڈ) پہنچے تھے تو آتے ہی پیروں سے لپٹ گئے تھے اور فرماتے تھے: ''روؤ اوئے! اج نئیں رونڑا تے فر کدی نئیں رونڑا۔'' تب استاذ حافظ صاحب قبلہ کا ضبط ٹوٹا۔ اُس سے پہلے ہم نے آپ کو کبھی اتنا غمگین نہیں دیکھا تھا......مگر اس غم میں بھی اپنی ذمہ داریوں کو نہیں بھولے، فوراً سنبھلے، سب کو سنبھالا۔ صاحب زادگان اور خاندان کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر جنازے اور تدفین کا سارا پروگرام تشکیل دیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی پیر صاحب یا کسی مدرسے کا ناظم اس دنیا سے پردہ کر جاتا ہے تو اس کے معمولات یا تو سنبھلتے ہی نہیں اور اگر سنبھل بھی جائیں تو ہفتے لگ جاتے ہیں، مگر استاذ صاحب قبلہ کی نظامت کو سلام ہے کہ منگل کو بعد نمازِ مغرب مفتی صاحب قبلہ کا وصال ہوا، بدھ کو جنازہ اور تدفین ہوئی، جمعرات کو جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ اور اگلے دن بعد نمازِ جمعہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں قل ہوئے۔ اس سے اگلے دن صبح اسمبلی اپنے وقت پر ہوئی اور استاذ صاحب قبلہ ہاتھ میں اپنا عصا لیے اُسی طرح کھڑے تھے جیسے تین دن پہلے تھے۔ تب سے اب تک جامعہ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا، یہ سب حافظِ ملت مدظلہٗ کے چہلم مفتیٔ اعظم پاکستان پر بولے گئے ان لفظوں کا نتیجہ تھا، فرمایا: ''ہم پہلے مفتی صاحب قبلہ

کے غلام تھے، جامعہ کے لیے ہماری جانیں حاضر تھیں اور آج سے ہم جانشینِ مفتیٔ اعظم کے لیے بھی اسی طرح حاضر ہیں جیسے مفتی صاحب قبلہ کے لیے حاضر تھے۔" یہ صرف لفاظی نہیں تھی جامعہ کا نظم وضبط اور عروج کی بلندیاں بتاتی ہیں کہ یہ انہوں نے کر کے دکھایا ہے۔

مفتی صاحب قبلہ کی موجودگی میں بھی حافظ صاحب کو ہمارے خاندان کا ایک فرد ہی سمجھا جاتا تھا۔ ہر خوشی، غمی میں وہ اسی طرح شامل ہوتے جیسے خاندان کے باقی افراد......اور مفتی صاحب قبلہ کے وصال کے بعد ان کو ایک سربراہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا ادب و احترام اسی طرح ہے جیسے اپنے خاندان کے کسی بزرگ کا ہوتا ہے۔

الحمدللہ مفتی صاحب قبلہ کے خاندان میں بلا مبالغہ سینکڑوں حفاظ، قرا اور مستند علما ہیں، مگر خاندان میں کوئی نکاح ہو یا جنازہ، دعا ہو یا درس......سب ہی حافظ صاحب قبلہ کی آمد میں سعادت سمجھتے ہیں، ان کا ادب بھی مفتی صاحب قبلہ کی طرح رہتا ہے، دوسری طرف حافظ صاحب بھی اسی محبت کو قائم فرمائے ہوئے ہیں جو مفتی صاحب کی موجودگی میں ہوتی تھی۔

معمول یہ ہے کہ حافظ صاحب قبلہ درجۂ حدیث شریف کے طلبہ کو بخاری شریف پڑھاتے ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ کے وصال کے اگلے سال یعنی 2004ء میں مفتی صاحب کے چھوٹے صاحب زادے علامہ غلام مرتضیٰ ہزاروی دورۂ حدیث شریف کی کلاس میں پہنچے تو ماں جی نے پیغام کے ذریعے حافظ صاحب قبلہ کو فرمایا: پہلے جامع ترمذی شریف مفتی صاحب پڑھایا کرتے تھے، اب میری خواہش ہے کہ آپ خود ترمذی شریف پڑھائیں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے ماں جی کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے اُس سال درسِ ترمذی شریف بھی دیا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ مفتی صاحب کے وصال کے بعد علامہ صاحب زادہ محمد

عبدالمصطفیٰ ہزاروی صاحب مفتی صاحب کی مسند پر تشریف فرما ہوئے۔ حافظ صاحب تشریف لاتے تو صاحب زادہ صاحب اپنے استاذ محترم کے لیے ادباً کھڑے ہو کر استقبال کرتے، قبلہ حافظ صاحب نے حکماً منع کرتے ہوئے فرمایا: ہم آپ کو قبلہ مفتی صاحب کی جگہ سمجھتے ہیں، آئندہ آپ میرے آنے پر اس طرح کھڑے نہیں ہوں گے۔

استاذ قبلہ حافظ صاحب کو مفتی صاحب سے ایک خاص انس ہے ہر روز کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی طرح اپنے محبوب کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ آپ نے 8 جون 2020ء/١٦ شوال المکرم ١٤٤١ھ کو اپنی ڈائری میں تحریر فرمایا: امروز عمرِ ایں فقیر حقیر بعمرِ فقیہِ ملت حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ برابر شد" (آج اس حقیر فقیر کی عمر فقیہِ ملّت حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی عمر کے برابر ہوگئی ہے)

قارئینِ گرامی! یہ محبت، عقیدت، الفت، انس اور پیار سے معمور وہ الفاظ ہیں جو ایک شاگرد نے اپنے استاذ گرامی کے متعلق لکھے ہیں اور یہ الفاظ لکھنے والے کا ذاتی مرتبہ و مقام یہ ہے کہ ہزاروں شاگرد، تدریس وتحریر کا شہسوار تقریر کے فن کا دھنی، منطق کا امام، فلسفے کا غزالی اور حکمت کا رازی ہے...... اس سب کے باوصف وہ اپنے استاذ اور محسن کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے کہ اپنی عمر اُن کے برابر ہونے پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے اور استاذ بھی اس قدر شفیق کہ اپنے اس شاگرد رشید کو اپنے خلوص کا صلہ قرار دیتا ہے۔

شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ نے اپنے استاذِ گرامی مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ الفاظ کسی نجی مجلس یا جلسے میں نہیں کہے کہ کوئی بندہ اس پر کوئی سوال قائم کر سکے، بلکہ اپنی ذاتی ڈائری کے نوٹ میں لکھے ہیں۔

بہر حال مذکورہ دونوں شخصیات کو بہت قریب سے دیکھا اور کئی سال مسلسل دیکھا

......ایک طرف شفقت کی انتہا دیکھی تو دوسری جانب محبت کی بے نظیر مثال دیکھی......ایک طرف سے اگر عمیق ترین اعتماد دیکھا تو دوسری جانب جاں گسل محنت کا مظاہرہ دیکھا...... ایک طرف اگر عطا دیکھی تو دوسری طرف سے وفا دیکھی......اور یہی تعلق تھا کہ ہر ایک کو امر کر گیا اور دونوں شخصیات کامیابی، کامرانی، سرخروئی، مستقل مزاجی، اخلاص، للّٰہیت اور دین کے جذبے کی استعارہ قرار پائیں۔

یہ تعلق اب نسل در نسل منتقل ہوتا جا رہا ہے اور اب وفا والے لوگ عطا کی جگہ اور عطا والے لوگ وفا کی جگہ پر آگئے، مگر باہم اعتماد و محبت میں سرِ موفرق نہ آسکا۔

ان شخصیات کے باہمی تعلق پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر یہ مختصر صفحات کا رسالہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ یار زندہ صحبت باقی......

حافظِ ملت کی ساداتِ کرام سے محبت

تحریر: مولانا محمد طاہر عزیز باروی، ناروے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں لگ بھگ دو عشروں سے مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ سے وابستہ ہوں اور اِس وابستگی کو اپنے لیے اعزاز و سعادت سمجھتا ہوں۔ جامعہ میں جس شخصیت کی بے پناہ شفقت وعنایت، ذرہ نوازی وراہ نمائی ہر لمحہ شاملِ حال رہی اور ہے، وہ ہزاروں علما کے مربی، محسن، علما کی ایک کثیر جماعت کے لیے مرشد و شیخ کا درجہ رکھنے والے، صاحب الشرف والسمو والفضیلۃ، حضرت الاستاذ، الشیخ، العلامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہٗ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ ازیں سبب اُن کے لیے محبت، عقیدت، چاہت، اُلفت اور شکر گزاری کے جذبات بھی دل میں حرکتِ قلب کی طرح ہمیشہ تر و تازہ رہتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تقریباً یہی دعوی جامعہ کا ہر طالبِ علم، ہر استاذ اور ہر فارغ التحصیل کرے گا کہ اُن کی سب سے زیادہ شفقت مجھے حاصل ہے۔ یہ ان کی اپنائیت کئی طلبہ کو کنارِ منزل تک پہنچاتی ہے، ورنہ شاید کئی لوگ اس راہ کو نہ پاسکیں۔

تیری نسبت نے سنوارا ہے میرا اندازِ حیات

استاذ گرامی مدظلہٗ کے کئی اوصافِ حمیدہ ایسے ہیں جنہوں نے ہمارے دل و دماغ کو جِلا بخشی...... اور اُن کے وہ اوصاف کم اور ان کے معمولات زیادہ محسوس ہوتے...... گویا وہ چیزیں اُن کی فطرت میں شامل ہو چکی ہیں۔ اُن اوصاف و معمولات میں ایک چیز سادات سے محبت اور اُن کا احترام و تعظیم بھی ہے۔

واللہ العلی العظیم! میں یہ بات حطیم کعبہ میں کھڑے ہو کے کرنے کو بھی تیار ہوں اور گنبدِ خضری کے سائے میں کھڑا ہو کے صاحبِ گنبد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کے کہوں گا: ''جتنا احترام اِس بندے میں سادات کا دیکھا اُس کی کوئی دوسری مثال زندگی میں نہیں دیکھی۔''

جامعہ سے وابستہ تمام احباب جانتے ہیں کہ جب ایسا معاملہ ہو کہ وہ کسی کی نہ مان رہے ہوں، بڑے سے بڑا معاملہ ہی کیوں نہ ہو، وہاں کسی سیدزادے کو لے جائیں......بس اس کے بعد میں نے استاذ گرامی کو سر اُٹھا کر اُوپر دیکھتے نہیں دیکھا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہادتِ امام عالی مقام کے سالانہ پروگرامز مکمل تزک و احتشام سے کہیں زیادہ عقیدت و محبت سے قائم کرتے ہیں۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروگرام میں اسٹیج پر اساتذہ کرام تشریف فرما ہوتے ہیں، اگر ان میں کوئی سیدزادہ ہو تو اُسے قبلہ استاذ گرامی کے دائیں بائیں صدر مقام پر جگہ دی جاتی ہے، اسٹیج کے عین سامنے طلبہ اور سامعین حضرات بیٹھتے ہیں، اِن دونشستوں کے درمیان ایک اور باوقار نشست کا اہتمام کیا جاتا ہے، جہاں سفید چادر بچھائی جاتی ہے...... اِس نشست کے عین سامنے گلاب کے پھول کی کلیاں ایستادہ ہوتی ہیں اور اِسے خوش بُو سے معطر کیا جاتا ہے، یہاں جامعہ میں پڑھنے والے سادات طلبہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ محفل میں وقفے وقفے سے اعلان ہوتا رہتا ہے ''سادات کرام! آپ جانتے ہیں کہ یہ محفل قبلہ حافظ صاحب کی میزبانی میں منعقد ہے؛ لہٰذا ساداتِ کرام سے گزارش ہے کہ وہ اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما ہوں۔'' اور استاذ گرامی خود مسلسل محفل کو نگاہ میں رکھتے ہیں، جوں ہی کوئی سیدزادہ پچھلی صفوں میں بیٹھا نظر آئے، چاہے تاخیر سے آنے کی وجہ سے یا ویسے کوئی پچھلی نشستوں میں کہیں تشریف فرما ہو، یا تو خود اشارے سے بلائیں گے یا پھر کسی

کو بھیج کر پورے اعزاز سے بلوا کر اُس مخصوص جگہ پر بٹھا کر اُنہیں اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

محفل کے اختتام پر فرماتے ہیں: ''سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اپنے تمام عزیزوں کا، طلبہ کا، خصوصاً ساداتِ کرام کا؛ کہ ان کی وجہ سے محفل بارونق ہوئی اور اِسے شرفِ قبولیت ملے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محرم الحرام میں ایک خاص طعام کا پروگرام تو ہوتا ہی فقط ساداتِ کرام کی دعوت پر مشتمل ہے، جامعہ کے تمام سادات اساتذہ وطلبہ اس میں مدعو ہوتے ہیں اور اُن کے لیے استاذ گرامی خود دعوتِ طعام کا اہتمام کرتے ہیں۔ کوئی درجن بھر کھانے، مختلف مشروبات تیار کیے جاتے ہیں اور مکمل کام اپنی نگرانی میں کرواتے ہیں۔ جب سادات تشریف لاتے ہیں تو دروازے پر استقبال کے لیے خود موجود ہوتے ہیں، اسی طرح پروگرام کا اختتام ہونے کے بعد دروازے پر ہر سید زادے کو الوداع کرنا اور اُن کا شکریہ ادا کرنا، عاجزی وانکساری، کسی کو کوئی تحفہ، کسی کو نقدی، کسی کو کپڑا، کسی کو چادر...... کیا عظیم منظر ہوتا ہے! کوکبِ آسمانِ نبوت، افقہ الصحابہ بعد الخلفا، حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد معروف تابعی حضرت ربیع بن خثیم کی عاجزی وانکساری اور علم کے ساتھ محبت کو دیکھ کر ایک بار دورانِ کلاس فرمایا: ''ربیع! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھتے تو تم سے ضرور محبت فرماتے اور تمہیں دیکھ کر خوش ہوتے۔'' میرا وجدان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقامِ رفیع پر تشریف فرما ہو کر ہمارے استاذ گرامی کو اس انداز میں اپنی اولاد سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتے ہوں گے۔

استاذ گرامی طلبہ کے ساتھ اتنی محبت فرماتے ہیں تو میرے سمیت ہر طالبِ علم ان کے پاؤں کا دھوون اپنے لیے اِعزاز سمجھتا ہے، مگر کسی سید زادے کو استاذ گرامی کے جوتے اُٹھا کر

ان کے سامنے رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

آج تک ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے تأدیب کے لیے کسی سید زادے پر ہاتھ اُٹھایا ہو، بلکہ اگر کبھی اسمبلی میں تاخیر کا شکار ہونے کی وجہ سے یا کبھی کسی اور معاملے کی وجہ سے کہیں پورا گروپ سزاوارِ جزا ٹھہرا ہو تو فقط کسی ایک سید زادے کی موجودگی، اُس پورے گروپ کی جان خلاصی کا سبب بن جاتی ہے۔

من ودست وداماںِ آلِ رسول

عظمتِ سادات کا ایک واقعہ میں کبھی نہیں بھول سکتا، اِس لیے کہ اُس واقعہ کا شاید واحد گواہ مَیں ہوں یا لوہاری تھانے کا ایس۔ایچ۔او۔ فاروق، شاید یہ شیخوپورہ کے علاقے سے تھے۔

ہوا یوں کہ ہمارے ایک دوست جو سید زادے تھے، اُن سے ایک غلطی ہوئی...... اُن کے ایک دوست نے اُن کے تعاون سے موٹر سائیکل چوری کر لی اور معاملہ مالکان پر واضح ہو گیا، بات لوہاری تھانے تک چلی گئی، تھانے میں اُنھوں نے اِس غلطی کا اقرار بھی کر لیا اور کہا کہ میں شام تک موٹر سائیکل واپس پہنچا دوں گا۔ ایس۔ایچ۔او۔ نے پوچھا کہ تمہارا کوئی جاننے والا ہے جو اس بات کی گارنٹی دے کہ تم موٹر سائیکل شام تک پہنچا دو گے؟ اُس سید بادشاہ نے کہا: حافظ عبدالستار سعیدی صاحب مجھے جانتے بھی ہیں اور وہ گارنٹی بھی دے دیں گے۔

اُستاذ صاحب قبلہ لوہاری دروازے کے باہر واقع تاریخی ''مسلم مسجد'' میں تقریباً نصف صدی سے خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں، اِس وجہ سے وہ آپ کی شخصیت کے وقار اور اعتماد سے شناسا تھا۔ اس نے آپ کا نام سنتے ہی آپ کو فون کیا اور ساری صورتِ حال ذکر کی۔

مَیں ان دنوں محکمہ اوقاف کی جانب سے مسلم مسجد میں امام متعین تھا۔استاذ گرامی نے فون کال کے بعد فوراً مجھے طلب فرمایا اور ساتھ یہ ایگزیکٹیو آرڈر بھی کہ جہاں ہو پانچ منٹس کے اندر اندر جامعہ پہنچو۔حاضر خدمت ہوا تو کمرے میں موجود تمام افراد کو باہر جانے کا حکم دیا گیا۔یا خدا! خیر ہو......ایسا کیا ہوا......سارے دن کے معمولات پر نظر دوڑائی، دو چار دن قبل کے سارے معاملات کو جانچا، ایسی کوئی بات ذہن میں نہیں آئی جس کی تفتیش کا یہ انداز ہو......خیر بیٹھ گیا، تقریباً پانچ منٹ مکمل سکوت طاری رہا۔اچانک ارشاد ہوا: ''طاہری'' ...... میں قربان اِن الفاظ پہ کہ ہمیشہ ایسے ہی بلایا، بلکہ میں جامعہ میں اُستاذ تھا تب بھی ایک بار کوئی رقعہ لکھا تو یہی لکھا: ''عزیزم طاہری!'' ...... یہ الفاظ ان کی زبان سے میرے لیے ایک نہیں، سینکڑوں نوبل پرائزز سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔کسی کو مبالغہ لگے تو یہی کہوں گا:

افسوس! تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

خیر آمدم برسر مطلب۔فرمانے لگے: طاہری!......اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ ہم دیہاتی، خصوصاً سرائیکی لوگ دل کے بھی کمزور واقع ہوئے ہیں اور ادب، آداب بھی جو ہمارے علاقے کی روایت ہے، وہ اور خال خال ہی دیکھنے میں ملتا ہے، اِسی روایت کے پیش نظر میں نے دونوں ہاتھ اُن کے دونوں پاؤں پہ رکھ دیے اور عرض کیا: میری جان آپ پہ قربان! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا: ''نہیں''۔(واللہ العظیم! یہ سطور لکھتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے) میں نے قدرے مطمئن ہو کر پوچھا کہ استاذ جی! مسئلہ ہے کیا؟ فرمایا: لوہاری تھانے جاؤ اور فاروق ایس۔ایچ۔او۔سے ملو، تمہاری بات سنے گا، اُس نے دو چار بار جمعہ پہ تمہارے بارے بہت اچھے تاثرات دیے ہیں۔وہاں ایک شاہ جی ہیں، اُن سے بات چیت کرواور اُسے کہو: کاغذوں میں یہ نہ لکھے کہ اِس سیدزادے نے چوری کی

ہے، لفظ ''چوری'' سیدزادے کے ساتھ نہیں آنا چاہیے۔ مالکان اگر کل تک کا وقت دیتے ہیں تو درست اور میری ذمہ داری یا اپنا نام لکھوا دو کہ کل اُن کو موٹر سائیکل مل جائے گی۔ اگر نہیں تو وہ موٹر سائیکل شاہ جی کو دے دو، اُس کے کاغذات وغیرہ بھی اُن سے لے کر شاہ جی کو دو اور مالکان کو نئی موٹر سائیکل لے دو، اس کے جتنے پیسے ہوں گے وہ میں اُن کو چیک دے دوں گا، مگر تم بھی یہ نہ کہنا کہ شاہ جی سے موٹر سائیکل چوری ہوئی ہے، بلکہ یہ کہنا: بس اُن سے غلطی ہوگئی ہے تو ہم اُس کا اِزالہ کر دیں گے۔''

یہی واقعہ میں نے ایک بار حضرت فخر المشائخ خواجہ فقیر محمد باروی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں تقریر کرتے ہوئے سنایا تو فوراً میرے حضرت فرمانے لگے: ''مقرِّر صاحب! مکرَّر''...... جلسے کے اختتام پر کھانے کی نشست میں فرمایا: میں حضرت حافظ عبدالستار سعیدی صاحب کے پاس اُس وقت ہوتا تو ان کی قدم بوسی کرتا؛ وہ بہت بڑے عالم، مگر اس سے بھی زیادہ ایک عظیم انسان ہیں، البتہ وہ انسانی عظمت کی اِس بلندی پر فائز ہوں گے، یہ خیال کبھی نہیں آیا۔

اسی طرح ہمارے ایک سید فاضل دوست ہیں، یہ ہمارے سامنے کا واقعہ ہے، اُنھوں نے استاذ گرامی سے ایک خطیر رقم اُدھار لی، جب وہ واپس کرنے گئے تو استاذ گرامی نے رقم دیکھے بغیر اُسی طرح اپنے دونوں ہاتھوں سے اُن کی طرف لوٹا دی کہ شاہ جی! یہ سب آپ کی خدمت میں نذرانہ ہے، قبول فرمالیں۔ شاہ صاحب کہنے لگے ''استاذ جی! ایہہ ادھے نے، تے باقی وی جلدی آجانڑ گے'' (یہ آدھے ہیں، باقی بھی جلد لوٹا دوں گا)۔ فرمایا: ''اے وی تھاڈا نذرانہ، تے اُووی تھاڈا نذرانہ'' (یہ بھی آپ کی خدمت میں نذرانہ ہے اور وہ دوسرا حصہ یعنی باقی ماندہ حصہ بھی آپ کی خدمت میں نذرانہ ہے)۔

استاذ خود فرماتے ہیں کہ ''نظامیہ ایک نظام کا نام ہے'' اور وہ یہ صرف رسماً نہیں کہتے، بلکہ حقیقتاً جامعہ کا ہر معاملہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ''نظامیہ واقعی نظام کا نام ہے''۔ کلاسز کی ترتیب ہو یا اسباق کی تقسیم...... اقامتی طلبہ کی قیام گاہوں کو معین کرنا ہو یا کلاس رومز کا انتخاب...... یہ سب استاذ گرامی کی ہدایات پر ہوتا ہے اور جو اُنھوں نے فیصلہ کر دیا اُس پر سرِ تسلیم خم کرنا ضروری ہے، ورنہ انہوں نے اپنے کمرے کے باہر لکھ کر لگایا ہوا ہے ''جامعہ کی طرف سے مہیا کردہ تمام سہولیات بطورِ تبرع واحسان ہیں، تاہم اِن پر قناعت نہ کرنے والے کو بخوشی مدرسہ چھوڑنے کی اجازت ہے''؛ اس لیے کوئی بحث مباحثہ یا کسی قسم کی گفت و شنید کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔ مستزاد اس پر صرف کاغذوں یا لفظوں میں وہ فیصلہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کی از اول تا آخر مکمل نگرانی بھی وہ کرتے ہیں اور انہیں یہ سب بہت اچھی طرح یاد بھی ہوتا ہے کہ کس طالبِ علم یا استاذ کے لیے کون سا فیصلہ کیا تھا۔

ہم شاید ثانیہ کلاس میں تھے کہ ایک سید صاحب نے چپکے سے کلاس کا گروپ تبدیل کر لیا اور دوسرے گروپ میں بیٹھنا شروع ہو گئے۔ اُن کی دیکھا دیکھی ایک دو اور لڑکے بھی از خود اپنے پسندیدہ گروپ میں بیٹھ گئے، کوئی دو چار دن گزرے ہوں گے کہ اُستاذ گرامی حسبِ معمول معائنے کے لیے تشریف لائے تو ایک نظر دیکھتے ہی انہی تین لڑکوں کو بلایا اور فرمایا: وہ سامنے جا کے رکوع کا فریضہ سرانجام دو...... (باقی آپ سمجھ گئے ہوں گے) اِسی تعمیل میں شاید وہ تھوڑا سا جھکے ہی ہوں گے تو ایک نے کہہ دیا: استاذ جی! میں سید آں۔ استاذ دم بخود، فوراً فرمایا: چلو جاؤ، جدھر شاہ جی کہتے ہیں بیٹھ جاؤ۔ شاہ جی! آج کی معافی دے دی، آئندہ آپ نے ایسے نہیں کرنا، ورنہ یہ سارا نظام خراب ہو جائے گا۔

جامعہ نظامیہ رضویہ قدیم لاہور کے عین وسط میں واقع ہے...... گنجان آبادی، طلبہ کی

کثیر تعداد...... شدید گرمی کے موسم میں، خصوصاً رات کے وقت جب لائٹ چلی جاتی تو استاذ گرامی جامعہ کے صحن کے درمیان موجود نیم کے درخت کے نیچے ایک سادہ سی چار پائی پر تشریف فرما ہو جاتے اور ہمارے ایک دوست سید زادے کو یاد فرماتے اور اُن سے فرماتے کہ شاہ جی! ''تو زندہ ہے واللہ'' تو سنایئے۔ وہ شروع ہوتے اور جب تک لائٹ آ نہ جاتی شاہ جی بس پڑھتے ہی رہتے اور ہلکی و دھیمی سی آواز میں استاذ جی بھی گنگناتے کہ

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
مدینہ کے خطّے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
تو زندہ ہے واللہ! تو زندہ ہے واللہ!
مِرے چشمِ عالَم سے چھپ جانے والے
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سَر کا موقع ہے او جانے والے

یہ چند اشعار تو کثرت سے پڑھے جاتے اور جامعہ کی عمارت کے برآمدوں میں

موجود طلب بھی بآوازِ بلند یہی اشعار دہراتے تو نہ گرمی کا احساس ہوتا نہ وقت گزرنے کا، کہ معاً لائٹ واپس آجاتی اور کلاسز کا آغاز ہوجاتا۔

اب اگر کلاب الدنیا استاذ گرامی پر الزام دھریں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ تم مرجاؤ اپنے حسد میں، ان شاء اللہ زمین و آسمان گواہی دیں گے اور خود محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گواہی دیں گے کہ میرا بندہ عبدالستار میری اور میری اولاد کی محبت کا امین تھا، اور ہے۔

اختتام تحریر پر سیدنا علی مرتضیٰ مشکل کشا مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ کے تلمیذِ رشید ابوالاسود دُوَلی کا ایک قصیدہ یاد آرہا ہے:

حَسَدُوا الْفَتٰی إِذْ لَمْ یَنالُوْا سَعْیَهٗ
فَالْقَوْمُ أَعداءٌ لَّهٗ وَ خُصُوْمٗ
کَضَرائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا
حَسَدًا وَ بَغْیًا إِنَّهٗ لَدَمِیْمٗ
وَالْوَجْهُ یُشْرِقُ فِي الظَّلَامِ کَأَنَّهٗ
بَدْرٌ مُّنِیْرٌ وَ النِّسَاءُ نُجُوْمٗ
وَتَرَی اللَّبِیْبَ مُحَسَّدًا لَّمْ یَجْتَرِمْ
شَتْمَ الرِّجَالِ وَ عِرْضُهٗ مَشْتُوْمٗ
وَ کَذاكَ مَنْ عَظُمَتْ عَلَیْهِ نِعْمَةٌ
حُسّادُهٗ سَیفٌ عَلَیْهِ صَرُوْمٗ

امیرالمجاہدین بحضور حافظِ ملت

تحریر: مولانا محمد طاہر عزیز باروی، ناروے

ہر عہد میں کچھ قدسی صفات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ زمانہ اُن پر فدا اور وہ مرجعِ جہان ہوتے ہیں۔ اُنھیں وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اُن کے اساتذہ وشیوخ اور اکابرین وعمائدین اُن کے مداح ومعترف ہوتے ہیں اور اُن کے تلامذہ ومعتقدین تو اُن پر جان چھڑکنے کو اپنا سب سے بڑا افتخار گردانتے ہیں۔ اِنہی افراد میں ایک نام شیخ الحدیث والتفسیر، حافظِ ملت، مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا ہے۔

مضمون کے صفحات محدود ہونے کے سبب آپ کے اساتذہ کی محبتوں اور شفقتوں کا تذکرہ ترک کرتے ہوئے فقط ایک لاڈلے اور بجا طور پر قابلِ فخر شاگرد کا تذکرہ مقصود ہے، جو ایسے گوہرِ نایاب تھے کہ اُن کا خلا آج تک پُر نہ ہوسکا اور اہلِ سنت حالیہ زبوں حالی کا شکار رہے تو بہت دیر تک یہ پُر ہوتا نظر آ بھی نہیں رہا، اُن کا اسمِ گرامی امیرالمجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ امیرالمجاہدین کے نام کے ساتھ ''مرحوم'' لکھتے ہوئے قلم کی جنبش بھی ساکت ہوجاتی ہے اور دل کو بارِ دگر ایک ٹھیس سی پہنچتی ہے کہ اِس زمین نے کتنے تابناک خورشید غروب کر دیے اور یہ کیسے کیسے آسماں ہڑپ کر گئی، کتنے ہی لوگ بزمِ جہاں سے اُٹھ گئے، جن سے رونقیں آباد تھیں اور یہ لوگ دھرتی کا حسن کہلاتے تھے۔

امیرالمجاہدین کے چہرے کی رعنائی اور تابانی کا یہ عالم تھا کہ آج بھی لگتا ہے وہ میرے سامنے ہیں اور اُنھیں جامعہ نظامیہ رضویہ کے دارالحدیث ہال

میں علمِ حدیث کے موتی بکھیرتا دیکھ رہا ہوں۔

حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد اُن کے بارے میں تعزیتی تحریر لکھتے ہوئے امیر المجاہدین نے متنبی کا ایک شعر میرے سامنے لکھا تھا، آج وہی شعر آپ پر صادق اور آپ اُس کے مصداق نظر آتے ہیں:

مَضَتِ الدُّھُوْرُ وَمَا أَتَیْنَ بِمِثْلِہٖ   وَلَقَدْ أَتٰی فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِہٖ

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ وہ ''محبوب العصر'' ہیں، اُنہوں نے جتنی محبتیں سمیٹیں کم از کم ماضی قریب میں اُس کی کوئی مثال نہیں ملتی، مگر اِس سب کے باوجود جس شخصیت نے اِس لوہے کو کندن یا اِس پتھر کو ہیرا بنایا، صرف اِنھیں نہیں بلکہ ایسے ہزاروں تیار کیے، جس شخصیت کے خوشہ چینوں اور نیاز مندوں میں امیر المجاہدین بھی شامل ہوئے اور وہ اس شخصیت سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتے تھے، وہ آپ کے استاذ گرامی علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ العالی ہیں۔

قبلہ سعیدی صاحب سے امیر المجاہدین کی محبت بے مثال تھی اور اِدھر استاذ گرامی بھی اُن پر فخر فرماتے ہیں۔ استاذ گرامی ان دنوں کو یاد کرتے ہیں جب امیر المجاہدین جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لینے کے لیے آئے تھے، کیسے آئے؟ حلیہ کیسا تھا؟ سادگی کا کیا انداز تھا؟ اور اُن سے پہلی بات چیت کس انداز میں ہوئی؟

فرماتے ہیں: 1981ء کے نئے تعلیمی سال کا آغاز تھا، جامعہ میں داخلے شروع ہو چکے تھے، اچانک ایک سادہ سا لڑکا سفید شلوار قمیص میں ملبوس، سر پہ سفید جالی دار ٹوپی اور کاندھے پہ ایک دھاری دار چادر رکھے داخلہ کے لیے آیا، تعلیمی کوائف پوچھنے پر بتایا کہ حفظ و تجوید دینہ سے مکمل کی اور اب درسِ نظامی کرنا ہے۔ میں نے ابتدائی ضروری معلومات

لے کر داخلہ فارم دیا اور کہا: اِس پر مکمل کوائف لکھ کر لاؤ۔ جب فارم مکمل کر کے دیا تو اپنے والد کا نام ''لعل دین'' لکھا اور ''لعل'' کی جگہ ''لال'' لکھ دیا۔ میں نے بتایا کہ ''لال'' بمعنی سرخ نہیں، بلکہ ''لعل'' بمعنی موتی کے ہے، فوراً سمجھ گئے اور درست کر دیا۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ چند دن قبل کی بات ہے، مگر اِسے چالیس سال بیت چکے ہیں۔ اِس بچے نے محنت کی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ صرف کا امام بن گیا اور علمِ تصریف پر دو عظیم کتب لکھ ڈالیں۔

حضرت امیر المجاہدین، قبلہ حافظِ ملت سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار اپنے خطابات اور نجی محافل میں برملا فرماتے تھے۔ میں جو سمجھ پایا ہوں اُنہیں کچھ شخصیات سے بہت محبت و عقیدت تھی، وہ حد درجہ ان سے متاثر تھے اور اپنے کئی معاملات میں ان شخصیات کو کسی نہ کسی طرح یاد رکھتے، ان میں سرفہرست اُن کے مرشد و شیخ حضرت حاجی پیر صاحب اور ان کے والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد صادق صاحب، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی، قائدِ ملتِ اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی اور حافظِ ملت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی۔ ہم نے دورانِ کلاس، نجی محافل، خطابات اور ان کی باتوں میں اِن شخصیات کا ذکر کثرت سے سنا اور اس قدر سنا کہ بغیر کسی بھی تیاری کے ایک ایک شخصیت پر طویل مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

رہے قبلہ سعیدی صاحب تو اُن سے تو بہت ہی گہرا تعلق تھا، بلکہ اکثر کہا کرتے کہ اس وقت اکیلے بزرگ حافظ صاحب ہیں، باقی تو واصل باللہ ہو چکے، یہ بھی نہ ہوں تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے۔ یہ تعلق بہت گہرا اور لازوال تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ حضرت سعیدی کو اپنے والد کی طرح نہ صرف سمجھتے تھے، بلکہ آپ کی باتوں کو وہی درجہ دیتے

جو وہ اپنے والدین کے حکم کو دیتے۔

استاذ گرامی علامہ سعیدی صاحب بطورِ فخر بیان فرماتے ہیں کہ جس دن ''سعد'' پیدا ہوا تو میرے پاس آئے کہ بچہ ہوا ہے، نام کیا رکھوں؟ میں نے کہا: آپ تین، چار نام سوچیں پھر بتائیں۔ اگلے دن تین چار نام لکھ لائے تو میں نے کہا: ''سعد'' رکھ لیں، پھر یہی سعد رکھا۔ اسی طرح ''انس'' نام چھوٹے بیٹے کے لیے منتخب کیا۔ یہاں تک کہ بیٹیوں کے نام بھی مجھ سے پوچھ کے اور میرے انتخاب پر رکھے۔

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کی زندگی میں کچھ واقعات ایسے تھے کہ حافظِ ملت مدظلہٗ نے ان کے لیے بہت بڑے سائبان، استاذ، راہبر، راہ نما اور مرشد کا کام کیا۔ مثال کے طور پر استاذ گرامی کے جواں سال بھتیجے ایک معروف ادارے میں زیرِ تعلیم تھے، وہ وہاں سے غائب ہو گئے اور تلاشِ بسیار کے بعد بھی ان کی کوئی خبر نہ مل سکی۔ اِس صدمے کو اُنھوں نے دل پر لے لیا، حتّٰی کہ وہ کلی طور پر معاشرے سے الگ تھلگ ہو گئے، اپنے معاملات کو مسجد تک محدود کر لیا اور مسجد میں بھی کسی سے بات چیت تک نہ کرتے۔ اِس کڑے وقت میں اُن کو سنبھالا دینے اور اُن کے معاملات کو معمول پر لانے میں حافظِ ملت مدظلہٗ کا بہت اہم کردار ہے۔ یہاں تک کہ روزانہ اور کئی بار تو دن میں متعدد مرتبہ اُن کے پاس جاتے، اُنھیں تسلی دیتے اور قرآن و حدیث سے صبر و تحمل کے واقعات سناتے، اپنے بچوں کی طرح اُنھیں دلاسا دیتے، یوں اُن کے مزاج کے مطابق مختلف طریقوں سے اُنھیں تدریس کی دنیا میں واپس لائے۔ یہ ان کی تدریس کی نشاۃِ ثانیہ تھی کہ اُنھیں ابتدائی درجات میں سے ایک مکمل کلاس (ثانیہ) دی گئی، یہ وہی سال ہے جس میں ہم کلاس ثانیہ میں تھے اور اُس کے مکمل اسباق اُن کے پاس تھے، چنانچہ رفتہ رفتہ وہ اِس منزل کی طرف واپس آئے اور پھر

اِس میدان کے شہسوار نظر آئے۔قبلہ سعیدی صاحب کی اِس نیکی اور انداز کا اُن کی زندگی میں بہت گہرا اثر تھا جس کا وہ برملا اعتراف کیا کرتے تھے۔

حضرت حافظِ ملت کی شفقت بے مثال ہے، وہ اپنے تلامذہ کی خوشیوں کو اپنی خوشیاں اور تلامذہ کے دکھ ورنج کو اپنا دکھ ورنج سمجھتے ہیں۔ذاتی طور پر بھی مجھے اِس کا کئی مرتبہ تجربہ ہوا ہے۔2011ء میں میری جامعہ نظامیہ رضویہ سے فراغت ہوئی۔اُسی سال رمضان المبارک میں میرا روڈ ایکسیڈنٹ ہوگیا، حالت یہ تھی کہ مجھے خود لگتا تھا کہ اب زندہ رہنا مشکل ہے، بے ہوشی کی حالت میں میوہسپتال لے جایا گیا، جب آنکھ کھلی تو سامنے تین چہرے نظر آئے: حضرت حافظِ ملت، یادگارِ اسلاف مولانا غلام فرید ہزاروی اور نازشِ اہل سنت قاری محمد عارف سیالوی۔وہاں سے اتفاق ہسپتال لے جایا گیا،تقریباً بیس دن وہاں رہا،کسی نہ کسی طرح استاذ حافظ صاحب سے روزانہ بات ہوجاتی اور کبھی کبھی دن میں دوتین بار بھی کرم فرماتے۔اکثر کال کا آغاز ہوتا: ہاں بھئی طاہری! یار پریشان کردیا ہے تم نے۔چاند رات کو کافی دیر بات چیت ہوئی، آخر پہ فرمانے لگے: ''اچھا پھر عید مبارک۔کل شاید میں آنہ پاؤں، پرسوں میں نے ملتان چلے جانا ہے۔'' بس نہ جانے کیوں میرا ضبط ٹوٹ گیا اور میں رونے لگا، مگر پوری کوشش کی کہ استاذ صاحب قبلہ کو محسوس نہ کرواؤں۔کمالِ شفقت یہ کہ آپ نے عید کے دن دوجگہ خطبہ دینا ہوتا ہے اور وقت ہوتا ہی کہاں ہے ایسی شخصیات کے پاس! ابھی دن کا آغاز ہی تھا کہ اچانک میرے سامنے سے زوردار بارعب آواز گونجی: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''، دیکھا تو سامنے استاذ گرامی......عیدی عطا کی اور فرمانے لگے''رات کو تُو رونے لگ گیا تھا، آج آنا مشکل تھا، مگر میں نے سوچا کہ تجھے دیکھتا جاؤں، پھر عید پڑھانے گلشن راوی چلا جاؤں گا''......تیری زندگی میں تو مجھ جیسے ہزاروں ہوں گے،

مگر میری زندگی میں تجھ جیسا کوئی نہیں۔

بات دوسرے رخ پر نکل گئی، آمدم برسر مطلب!

2009ء میں امیر المجاہدین کو ایک حادثہ پیش آیا جو زندگی بھر کے لیے معذوری کا سبب بن گیا، اسی وجہ سے کچھ سالوں تک اُن کی تدریسی، تحریکی، تصنیفی اور تقریری مصروفیات معطل رہیں، وہ صاحبِ فراش ہو گئے اور خدشہ تھا کہ اب اپنی مصروفیات کو بحال نہیں کر سکیں گے۔ ابتدائی ایام میں وہ اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ اپنے خدام سے کہہ دیا کہ تمام ذخیرۂ کتب خانقاہِ عالیہ بھیج دیں اور میں بس اب شاید کچھ نہ کر سکوں! یہ خبر کسی نے حضرت حاجی پیر صاحب تک کر دی، انہوں نے فون کیا اور فرمایا: ''مولانا! اب تک تو صبر اور تحمل کا درس دیتے رہے، مگر اب...... ایسے نہیں مولانا! ہمت کریں اور صبر سے کام لیں، ابھی آپ نے بہت کچھ کرنا ہے۔''

اِدھر حافظِ ملت بھی میدان میں آ گئے، اُن کے پاس جانا شروع کیا اور اُن کی زندگی کو معمول پر لانے کے لیے کردار ادا کرنے لگے۔ میرے سامنے کی بات ہے، ماہِ رمضان میں افطاری سے شاید آدھا گھنٹہ قبل، افطاری کے دستر خوان پر موجود تھے کہ حضرت سعیدی کو علامہ خادم حسین صاحب کا فون آیا، روتے ہوئے کہا: استاذ جی! کمر میں بہت شدید درد ہے، استاذ جی! اب نہیں لگتا کہ میں بچ پاؤں گا، میرے لیے خاص دعا کریں۔ جوں ہی فون بند ہوا استاذ گرامی فرمانے لگے: ''طاہری! مولانا غلام فرید صاحب کا پتا کرواور ان سے کہو کہ مولانا خادم حسین صاحب پریشان ہیں، میرا خیال ہے ہم چلے جاتے ہیں اور افطاری وہیں کر لیں گے۔'' مولانا غلام فرید صاحب کو پیغام دیا تو وہ اسی طرح گھر سے چل پڑے، بلکہ اپنے گھر کی طرف واپس مڑے بھی نہیں کہ خبر کر دوں، اسی طرح پاؤں میں سادہ سی گھر کے

استعمال والی چپل...... یہ دونوں حضرات جامع مسجد رحمۃ للعالمین کی طرف روانہ ہو گئے۔ استاذ گرامی کی گاڑی جامعہ حنفیہ غوثیہ، بیرون بھاٹی گیٹ کھڑی تھی، مَیں وہاں سے گاڑی لے کر آیا تو یہ مجھ سے قبل ''مسلم مسجد'' تک پہنچ چکے تھے، بمشکل ہم افطاری تک وہاں پہنچے، افطاری کی، انھیں حوصلہ دیا اور عشا سے کچھ پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

انہی کوششوں اور شفقتوں کی بدولت امیر المجاہدین معمولاتِ زندگی اور درس وتدریس کی طرف واپس آئے اور پھر تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے، بلکہ پوری تاریخ کا دھارا بدل کے رکھ دیا۔

امیر المجاہدین جامعہ نظامیہ رضویہ میں دوسری منزل پر کمرہ نمبر 21 میں پڑھاتے تھے اور قبلہ شیخ الحدیث صاحب بخاری شریف پڑھانے کے لیے ''دارالحدیث ہال'' کی طرف کبھی ''محدثِ اعظم ہال'' کی طرف سے جاتے تو رک کر سلام دعا کر کے پھر دارالحدیث کی طرف جاتے، یا کبھی دارالحدیث سے واپسی پر اِسی راستے سے تشریف لاتے اور اپنے لاڈلے شاگرد کو سلام دعا کر کے پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے۔ جب استاذ گرامی تشریف لاتے تو مولانا خادم حسین صاحب کھڑے ہو کر استقبال کرتے۔ کبھی حافظ صاحب قبلہ کے چہرے پر گرمی کے آثار دیکھتے تو جیب سے پیسے نکال کر کسی لڑکے کو بھیجتے کہ جاؤ، ایک 7up بوتل اور دودھ کے دو گلاس برتن میں ڈال کے قبلہ حافظ صاحب کو پیش کرو......اور سردیوں میں اسپیشل کیک رس اور چائے بھجواتے۔ متعدد بار اِس خدمت کی برآری کی مجھے بھی سعادت ملی۔ قبلہ حافظ صاحب کے روانہ ہو جانے کے بعد ماضی کی کوئی نہ کوئی بات سناتے، نہ جانے اکابر کے کتنے واقعات ہم نے ان سے دورانِ سبق سنے اور اِس سے دل میں اکابرین سے عقیدت ومحبت پیدا ہوئی۔

امیر المجاہدین اکثر فرماتے: ''میں اس وقت کا سب سے بڑا مفتی استاذوں کو سمجھتا ہوں۔'' کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو انہیں کال کرتے۔

امیر المجاہدین بہت مضبوط حافظ تھے اور ساری زندگی تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے، حتی کہ حادثے کے بعد گھر میں اپنے بچوں کا مکمل قرآنِ پاک تراویح میں سنا بھی اور خود سنایا بھی۔ جب تک صحت درست تھی جامع مسجد پیر مکی (متصل دربارِ عالیہ پیر مکی، لاہور) میں تراویح پڑھاتے رہے۔ ایک بار تراویح میں کوئی سہو ہو گیا، شاید تین رکعتیں پڑھی گئیں، دورانِ تراویح شیخ الحدیث صاحب کو کال کی اور مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: دو نفل دوبارہ پڑھیں اور منزل بھی دوبارہ پڑھنی ہے؛ تاکہ تراویح میں ختمِ قرآن کی سنت قائم رہے''، انہوں نے ازراہِ مزاح کہا: استاذ جی! اِعادہ والی رکعات کی ساری منزل؟ تو شیخ الحدیث صاحب مسکرا کر فرمانے لگے: دھیان دیا کریں نا رکعتوں پہ! اب پھر منزل بھی ساری پڑھنی ہے اور دو رکعتیں بھی۔

قبلہ شیخ الحدیث صاحب عرصہ دراز سے ربیع الآخر کی پہلی جمعرات کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرتے ہیں۔ اِس محفل میں امیر المجاہدین شریک ہوتے اور خطاب بھی فرماتے۔ 19 نومبر، 2020ء کو انتقال والے دن ناسازیٔ طبع کی وجہ سے وہ تشریف نہ لا سکے، دورانِ محفل اُن کے انتقال کی روح فرسا خبر ملی، جس کا اعلان قبلہ سعیدی صاحب نے خود فرمایا کہ ایک ایسی خبر ہے جس کو سنانے کا حوصلہ نہیں، بس ہمارے محبوب ہم میں نہیں رہے۔

ان کی موت نے ''موت العالِم موت العالَم'' کی عملی تفسیر پیش کر دی۔

بقول فارسی شاعر

قسمت نگر که کشتهٔ شمشیر عشق یافت

مَر گے کہ زند گاں بدعا آرزو کنند

قسمت تو دیکھیے عشق کی تلوار کے مقتول نے وہ موت پائی ہے کہ زندہ افراد بھی دعا میں اس موت کی آرزو کرتے ہیں۔

ایک بار اسی محفل میں خطاب کرتے ہوئے فاضل بریلی کا درج ذیل شعر پڑھا:

آبِ دُرِ دنداں سے عدن ڈوب گیا

رشکِ لبِ لعلیں سے یمن ڈوب گیا

جب لفظِ ''لعلیں'' پڑھا تو لعلَیں (لام کے زبر کے ساتھ) پڑھا اور کہا: استاذ جی! (قبلہ حافظِ ملت) یہ واحد ہے؟ اِس کا درست تلفظ کیا ہوگا؟ مَیں اُس محفل میں نقابت کر رہا تھا، شیخ الحدیث صاحب نے ''حدائق بخشش'' منگوائی۔ میں نے پیش کی تو فرمایا: اِدھر میرے پاس لاؤ، میں وہ مقام تلاش کر کے دوں۔ دورانِ خطاب تلاش کر کے دیا۔ میں نے اُن سے حدائقِ بخشش قبلہ حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔آپ نے ایک نظر وہ شعر دیکھا اور فرمایا: یہ لفظ ''لعلِیں'' ہے۔مولانا خادم حسین صاحب یہ سن کر فرمانے لگے: ''پریشان کیوں ہونا ہے! یہ بڑے لوگ جو موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے ہم کیوں اِدھر اُدھر دیکھیں۔'' ساتھ ہی طلبہ سے فرمایا: ''غنیمت جانیں کہ ایسے ایسے علم کے پہاڑ موجود ہیں، یہ نہ ہوں تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔''

مزید فرمایا: ''منڈے او! استاداں دے معاملے اچ رب دا شکر ادا کریا کرو، کہ ایہہ موجود نیں، ورنہ سانوں کنے سدھا کرنا سی'' (عزیز طلبہ! استاذِ گرامی کے معاملے میں اللہ کا

شکرادا کیا کرو کہ ایسی شخصیت موجود ہے جو ہماری صحیح راہ نمائی کرسکتی ہے ورنہ ہمیں کون سیدھی راہ دکھاتا)۔

اِسی خطاب کے دوران سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر بہت دلچسپ گفتگو کی، ساتھ ہی لفظ ''ابوذر'' پر ایک مشہور واعظ...... جو صرف امیروں پر مہربان ہیں اور انہی کے ساتھ جپھیاں اور پپیاں کا معاملہ کرتے نظر آتے ہیں، جب کہ غریب طالبِ علم سے ہاتھ ملانے کے بھی روادار نہیں (اِن تمام قبیح حرکتوں کی ویڈیوز سوشل میڈیا پر موجود ہیں)...... کے بارے میں کہنے لگے کہ اس کے معتقدین اُسے ''ابوذرِ عصر'' کا لقب دیتے ہیں، فرمایا: ''ایہہ ابوذ راے؟ ابوذر غفاری تو وہ ہیں جن کے توکل کی مثال ہی ممکن نہیں۔''

ہمارے فاضل دوست علامہ مفتی محمد رمضان سیالوی (خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش) بھی اِس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے اُسی وقت چٹکلہ دیا: استاذ جی! وہ ہے تو ابوذر، مگر ''ز'' سے...... آپ نے سنتے ہی زوردار تبسم فرمایا اور کہا: ''اچھا اب سمجھ آئی پھر تو وہ واقعی ''ابوزر'' ہے۔''

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ درسِ حدیث کا بہت زیادہ احترام ملحوظ رکھتے اور اِس دوران کسی کو پَر مارنے کی مجال نہ ہوتی۔ ایک دن قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی کسی پروگرام میں جانے لگے تو جامعہ کے گیٹ سے مجھے فرمایا: ''جاؤ (مولانا) شکور احمد سیالوی (حال مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و ناظمِ اعلیٰ مجلس علماء نظامیہ پاکستان) کو بلاؤ'' شکور صاحب اِس وقت حدیث پاک کے پیریڈ میں تھے اور پیریڈ بھی مولانا خادم حسین صاحب کے پاس تھا، میں بلانے چلا گیا، کلاس جاری تھی، میں نے کچھ دیر انتظار کیا، سامنے حافظ صاحب قبلہ جامعہ کے گیٹ پر تھے اور اپنے عصا سے اشارہ بھی فرمایا کہ مولانا کو بتاؤ۔

اِدھر مولانا کا رعب و دبدبہ...... وہ اوپر دیکھیں ہی نہ۔ اُدھر سے استاذ حافظ صاحب کو دیکھوں کہ وہ گیٹ پہ کھڑے ہیں، اِدھر یہ معاملہ...... جوں ہی موقع ملا تو میں نے کہہ دیا: استاذ جی! شکور بھائی کو حافظ صاحب بلا رہے ہیں۔ پھر وہی ہوا جس کی توقع تھی، مجھے اچھا خاصا ڈانٹا کہ تین چار منٹ رہ گئے تھے، تُو رک جاتا۔ جب سبق ختم ہوا تو میں نے حاضر ہو کر کہا: قبلہ! میرے لیے تو پل صراط کا عالم تھا، کہ اُدھر حافظ صاحب گیٹ پہ کھڑے تھے اور میں بالکل اُن کے سامنے تھا؛ اس لیے جسارت کی اور معافی چاہتا ہوں۔ میں نے اتنا کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔ خلافِ معمول زور سے ہنسے اور بہت عمدہ نصیحت فرمائی کہ تم ایک پرچی لکھ کر بھیج دیتے تو میں فوراً اُسے اشارہ کر دیتا۔ میں نے بارِ دگر معذرت کی اور سرائیکی روایت کے طور پر گھٹنے کو ہاتھ لگا کر کہا: ''سائیں! معافی دے دیں، آئندہ خیال رکھوں گا۔'' لفظ سائیں سن کر ہنسے اور اس پر مجھے اچھی خاصی رقم عطا فرمائی کہ جا سائیں! تُو جا کے دودھ سوڈا پی آ۔

کیسے لوگ تھے! اور کیسی عظیم یادیں ان کے ساتھ وابستہ ہیں! دل کرتا ہے کہ ان سب واقعات کو لکھوں اور ایک ضخیم کتاب تیار کر دوں۔ مولانا سے جو بھی ملتا اس کے تاثرات یہی ہوتے کہ

ہوا محسوس کل اِک غیرتِ خورشید سے مل کر
کہ ساری زندگی اب تک اندھیرے میں گزاری ہے

سوانحِ صدر الشریعہ میں ہے کہ جب محدث سورتی نے صدر الشریعہ کو اعلیٰ حضرت علیہم الرحمہ کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ خط میں یہ عبارت لکھ بھیجی کہ ''میں آپ کی خدمت میں ایک دُرِّ نایاب کو بھیج رہا ہوں''۔ اِس دُرِّ نایاب پر فاضل بریلوی کا اتنا اعتماد تھا کہ ان کی فقاہت وثقاہت پر اطمینان واعتماد فرماتے ہوئے اُنہیں ''صدر الشریعہ'' کا لقب عطا فرمایا

اور ذکرِ احباب میں فرمایا:

میرا امجد ''مجد'' کا پکا

اِس سے بہت کچیاتے یہ ہیں

ہر استاذ کا ایک ''دُرِّ نایاب'' ہوا کرتا ہے، حضرت حافظِ ملت کا دُرِّ نایاب ''امیر المجاہدین'' کی ذات گرامی ہوگی اور اس دُرِّ نایاب کے ساتھ اُن کے استاذ گرامی کی محبت کچھ ایسی کہ کچھ عرصہ قبل کراچی میں ایک کانفرنس میں اعلانیہ فرمایا: ''مولانا خادم حسین رضوی نے جس طرح ناموسِ رسالت پر پہرا دیا، اِس کا ز پر یہ ہم سب کے قائداور ہم سب ان کے سپاہی ہیں۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں

یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

اِس وقت میں کعبۃ اللہ کے عین سائے میں بیٹھ کر اِس مضمون کی تکمیل کر رہا ہوں۔ رات کے بارہ بج رہے ہیں، ربیع الاول کی نو (۹) تاریخ ہے اور نور کی برسات جاری ہے۔ مطاف کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور میں یہ سطور مکمل کر رہا ہوں۔

ربِّ کعبہ کے حضور دعا گو ہوں کہ اِس وقت اہلِ سنت جس انتشار کا شکار ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے خاص کرم سے اتحاد کی فضا پیدا فرمائے۔

ربِ محمد! تُو جانتا ہے کہ ایک جانب سے محبتِ اہلِ بیت کے نام پر بغض صحابہ کا کھیل کھیلا جا رہا ہے اور دوسری جانب حبِّ صحابہ کی آڑ میں گلہائے گلستانِ نبوت سے اِعراض برتا جا رہا ہے...... ایسے میں عقائدِ اسلامیہ اور عقائدِ حقہ کا داعی مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ...... فیضانِ نبوت کی خوبصورت آبشار کی صورت

میں ایک جانب عظمتِ صحابہ کا دفاع کرتا نظر آتا ہے تو دوسری جانب اہل بیت کی عظمت کا پر چار اور ان سے محبت کے پیغام کو عام کرتا نظر آتا ہے۔

اے اللہ! میں تجھ سے عظمتِ کعبہ کے توسل سے دعا کرتا ہوں کہ اِس مرکز کو تا صبحِ قیامت اسی طرح آباد رکھ اور ہم سب کو قیامت کے دن اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیادت، مفتیٔ اعظم پاکستان کی قیادت، حافظِ ملت کی رفاقت اور امیر المجاہدین کی حفاظت میں ''اُنھیں جانا اُنھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام'' کے ترانے سناتے ہوئے رسولِ اعظم، شفیعِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہونے کا موقع عطا فرما اور وہ منظر ہو کہ سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام پیش کر رہے ہوں تو بقولِ فاضلِ بریلی:

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حافظِ ملت......افتخارِ ما، اِعزازِ ما، امامِ ما

صاحب زادہ پیر محمد معاذ المصطفیٰ القادری، شاہ پور کانجراں، لاہور

تاریخ میں بڑے بڑے لوگوں کے تذکار پڑھنے کو ملتے ہیں، جس سے انسان حیران وششدر رہ جاتا ہے کہ خدایا! ایسی چنگاری بھی ہمارے خاکستر میں تھی......اُن کے تذکرے، اُن کی باتیں، ان کی عبادت و ریاضت......سب تخیلاتی معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر کسی ایسی شخصیت کی صحبت یا مجلس نصیب ہو جو اسلاف کے زُہد و وَرع، تقویٰ وطہارت، علم وفکر اور دانش وبینش کی امین ہو، جس کی زندگی کا ہر لمحہ قال اللہ و قال الرسول میں بسر ہوتا ہو، تو اسلاف کی تخیلاتی لگنے والی باتیں حقیقت محسوس ہونے لگتی ہیں اور اپنے اسلاف کی محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ اِس وقت آپ اسلاف کی سیرتوں کا مجسم نمونہ دیکھنا چاہیں تو شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہٗ کو دیکھ سکتے ہیں۔

آپ ایک معتبر عالم، کتبِ درسیہ کا گہرا اِدراک رکھنے والے مدرّس، دیدہ وَر محقق، کثیر التصانیف مصنف، زیرک فقیہ، بالغ النظر مفتی، دلائل کی فراوانی سے سامعین کے دل و دماغ کو متأثر کرنے والے نکتہ دان خطیب، معقولات ومنقولات کے اِمامِ جلیل، متکلم وفلسفی، شائستہ وشستہ ادیب اور بہ یک وقت متعدد اوصافِ جمیلہ کے حامل اُمتِ مسلمہ کے لیے قدرت کا عظیم عطیہ ہیں۔

والد گرامی حضرت پیر محمد اطہر القادری فرمایا کرتے تھے: اِس وقت اہل سنت میں جامعہ نظامیہ رضویہ غیر متنازعہ جامعہ ہے اور شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی غیر متنازعہ شخصیت ہیں۔

میرے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ قبلہ والد گرامی کے وصال کے بعد ختمِ قل کے موقع پر میری دستار بندی آپ ہی کے دستِ اقدس سے ہوئی اور یہ والد گرامی کا روحانی تصرف واخلاص تھا کہ ایک صحیح العقیدہ عالم وبزرگ کے ہاتھوں میری دستار بندی ہوئی۔

علامہ سعیدی اُن چنیدہ صاحبانِ علم ودانش میں سے ہیں جن پر مسندِ علم کو فخر ہے، آپ جامعِ معقول ومنقول ہونے کے ناطے سبھی علوم وفنون کی تدریس وتفہیم پر عبور رکھتے ہیں، اس سب کے باوصف آپ انتہائی سادہ طبیعت اور منکسر المزاج ہیں...... کسی بھی قسم کا کوئی تکلف، تصنع یا کرّ وفرّ آپ کی شخصیت کو چھو کر بھی نہیں گزرا۔

علم وفکر میں امامت کے درجہ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت کا امتیازی وصف عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ڈھلے ہونا ہے۔

آپ عرصہ پچاس سال سے ایک کمرے میں بیٹھ کر شمعِ اسلام کو روشن کیے ہوئے ہیں، بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کا فخر اور اُمت کے لیے باعثِ عزت ہیں، پوری اُمّت مل کر بھی اِن کا قرض نہیں اُتار سکتی۔

مجلس علماء نظامیہ پاکستان اور مجلہ النظامیہ کے ذمہ داران مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے حضرت والا کی زندگی میں اُن کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ''حافظِ ملت نمبر'' شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ یقیناً یہ تاریخِ سیر وسوانح میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا اور قارئین کے لیے طمانینتِ قلب کا سامان بھی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میدانِ تدریس کا شہسوار

تحریر: مولانا محمد فرمان علی رضوی، جامعہ غوثیہ فیض القرآن، اٹک

اُستاذی و استاذ العلما جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی زید مجدہ الکریم رونقِ بزمِ تدریس، مبلّغِ علومِ دینیہ، یادگارِ اسلاف اور مفتیٔ اعظم پاکستان وحضور غزالیٔ زماں علیہما الرحمہ کے فیضان کے حافظ وامین ہیں۔

حضرت ممدوح کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے اور آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی زندگی کے جس پہلو پر بھی قلم اٹھایا جائے تو ایک پوری کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ ایک کامیاب مدرس کو جن خوبیوں کا حامل ہونا چاہیے وہ تمام آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر حصولِ برکت کے لیے چند اوصاف کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

پیکرِ شفقت

قبلہ حافظ صاحب اپنے طلبہ کے لیے انتہائی شفیق باپ کی حیثیت رکھتے ہیں، طلبہ کی ہر ضرورت کا خیال فرماتے ہیں حتیٰ کہ اُن کی عزتِ نفس کو بھی مجروح نہیں ہونے دیتے۔

جامعہ میں رہائش کے دنوں کی بات ہے کہ ایک طالبِ علم رات کو پیٹ کے شدید درد میں مبتلا ہو گیا، آپ نے رات دو بجے رکشہ منگوایا، ڈاکٹر کو فون کیا، جامعہ کا مرکزی گیٹ کھلوایا اور اُس کے واپس آنے تک جاگ کر اُس کا انتظار فرماتے رہے۔ آپ کی شفقت کی ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ آپ کی جامعہ میں موجودگی سے طلبہ یوں محسوس کرتے ہیں جیسے ہم اپنے گھر میں ہیں اور ہمارے باپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہے۔

وقت کی پابندی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں میں سے وقت ایک عظیم نعمت ہے، لیکن اس کا صحیح فائدہ انہی کو ہی ہوتا ہے جو اس کی قدر کرتے ہیں۔ ہزاروں علما نے قبلہ حافظ صاحب سے وقت کی قدر، پابندی اور اس کا صحیح استعمال سیکھا ہے، بلکہ اکثر تو اسے آپ کی کرامت شمار کرتے ہیں؛ کیونکہ ایسا موقع نہیں آتا کہ آپ نے کسی سے وقت کا وعدہ کیا ہو اور مقررہ وقت پر نہ پہنچے ہوں۔ خطاب سے قبل انتظامیہ سے دریافت کرتے ہیں کہ میرا وقت کتنا ہے؟ پھر بتائے گئے وقت سے ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ کلاس میں بھی سبق کی تقریر مخصوص وقت میں مکمل فرماتے ہیں اور زندگی کے تمام معمولات طے شدہ وقت میں سرانجام دیتے ہیں۔

آج کل وقت کی پابندی پر تقریریں ہوتی ہیں، مضامین لکھے جاتے ہیں، کتابیں مرتب ہوتی ہیں، مگر اکثر اس بات پر عمل ہوتا نظر نہیں آتا، ہمارے ممدوح نے اپنے معاملات میں ہمیشہ ہی وقت کی پابندی کی ہے۔

حسنِ تربیت

تربیت کا مطلب ہے تبليغ الشيء إلى كماله شيئا فشيئا۔ یعنی کسی شے کو تدریجاً درجۂ کمال تک پہنچانا۔

معاشرے میں معلم ایک مربی کی حیثیت رکھتا ہے، جو نسلِ نَو کو تدریجاً اُن کی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ مومن کی منزلِ اصلی اتباعِ سنت اور قربِ خداوندی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی۔ ہمارے ممدوح کے زیرِ سایہ تربیت پانے والے طلبہ میں یہ دونوں وصف واضح و

نمایاں ہوتے ہیں۔ نیز شاہ راہِ حیات پر چلتے ہوئے جن اُصولوں کو اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے آپ اپنے طلبہ کو وقتاً فوقتاً اُن کی احسن انداز میں تلقین فرماتے ہیں۔

ہم غالباً درجۂ ثالثہ میں پڑھتے تھے، ایک دن صبح اسمبلی سے قبل جامعہ کے فارغ التحصیل علما میں سے ایک صاحب ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، ملتان یا وہاڑی کے کسی ادارے میں انھیں تدریس کی پیشکش ہوئی تھی، جس سلسلے میں وہ آپ سے اجازت طلب کرنے آئے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اُن کو دورانِ سال مدرس کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ وہ کہنے لگے: جامعہ سے ایک مدرس کو بوجوہ نکال دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: آپ کا وہاں تدریس کے لیے جانا مناسب نہیں؛ کیونکہ جو لوگ دورانِ سال کسی مدرس کو نکال رہے ہیں وہ کل آپ کو بھی کسی وجہ سے اس طرح نکال سکتے ہیں، یہ طریقہ جامعہ کے نظام اور تدریس کے اصولوں کے خلاف ہے۔

ہم دورۂ حدیث میں تھے، جب تنظیم المدارس کی طرف سے مقالہ جات کے عنوانات آئے تو اُن میں کسی متنازع شخصیت کا نام بھی شامل تھا، اس لیے بعض مدارس کی طرف سے احتجاج کیا گیا کہ ان کا نام خارج کیا جائے ورنہ ہم مقالہ نہیں لکھتے۔ ہمارے کلاس مانیٹر نے احتجاج کا یہ طریقہ کار بیان کیا کہ ہم اِس سال سالانہ امتحان میں شامل ہی نہیں ہوتے، جب اُنھوں نے قبلہ استاذ گرامی سے اپنا ما فی الضمیر بیان کیا تو آپ نے سختی سے اس طریقۂ احتجاج کی تردید کی اور متعدد وجوہ سے طلبہ پر اِس کا سُقم ظاہر کیا، خلاصہ یہ تھا کہ امتحان نہ دینے کی صورت میں نقصان آپ کا ہی ہوگا، سال بھی ضائع ہوگا اور اگلے سال فیس بھی نئی جمع کروانی پڑے گی۔ بعد میں مرکز نے وہ عنوان خارج کر دیا تھا۔

اصلاحِ عقائد

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن مَیں حوضِ کوثر پر ہوں گا، کچھ لوگ میرے پاس آنا چاہیں گے مگر فرشتے اُن کو روکیں گے، مَیں کہوں گا کہ اِنھیں آنے دو، فرشتے کہیں گے: آپ جانتے نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ آقائے نام دار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مَیں کہوں گا: اِن کو جہنم میں پھینک دو۔

اس حدیث شریف سے بدمذہبوں نے یہ سمجھا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کی نفی پر دلالت کرتی ہے، مگر قبلہ حافظ صاحب فرماتے ہیں: جس کو مخالف اپنے موقف کی دلیل بناتے ہیں وہی ہمارے موقف کی مؤید ہے؛ کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دُنیا میں قیامت کے روز ہونے والے واقعہ کی خبر دے رہے ہیں، یہ علمِ غیب نہیں تو اور کیا ہے!

قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک اور واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ ہم دورۂ حدیث کی کلاس میں تھے، ایک دن قبلہ حافظ صاحب فرمانے لگے: قصیدہ بردہ شریف کا ایک شعر ہے:

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته لكل هولٍ من الأهوال مقتحم

یہ آپ پڑھتے تو روز ہیں، مگر لکھ نہیں سکتے، اگر تم سے لکھوایا جائے تو تم سات غلطیاں کرو گے، اس بات کو تقریباً ڈیڑھ مہینہ گزرنے کے بعد ایک دن بخاری شریف پڑھا کر یہ شعر لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ دارالحدیث میں ملک بھر سے طلبہ جمع تھے، چنانچہ بہت سوں نے لکھت میں غلطی کی۔ راقم آپ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، جب آپ نے دیکھنا شروع کیا تو مجموعی طور پر طلبہ کی سات غلطیاں تھیں، اس کے بعد آپ بطورِ مزاح فرمانے لگے: صدیوں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ادنیٰ امتی کے علم کا یہ مقام ہے کہ ایک واقعہ کی ڈیڑھ ماہ قبل خبر

دے دی تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی کیا شان ہوگی۔

آپ اتنے خوبصورت انداز میں اِصلاح فرماتے ہیں کہ پھر بدعقیدگی کا تصور بھی نہیں آتا۔

بہترین منتظم

جامعہ نظامیہ رضویہ کے نظام کا چہار دانگِ عالم میں شہرہ ہے، حاضری، اسمبلی، اسباق، لنگر اور محافل میں سے ہر ایک نہایت منظم ہوتا ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ جامعہ کے ہر شعبے کا نظم وضبط آپ ہی کا مرہونِ منت ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

درسِ حدیث کا انداز

فہمِ حدیث کے لیے بنیادی علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہونا بھی از حد ضروری ہے اور قبلہ حافظ صاحب کی ذات گرامی میں یہ دونوں خوبیاں بدرجۂ اتمّ موجود ہیں۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

آپ جب بخاری شریف پڑھانا شروع کرتے ہیں تو ابتدا میں کتاب کی اہمیت اور مصنف کے مفصل حالات بیان کرتے ہیں، اس کے بعد تسمیہ پر گفتگو ہوتی ہے جس کا دورانیہ بعض اوقات ایک ایک ہفتے تک طویل ہو جاتا ہے، دورانِ تدریس ادب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ نہ خود کوئی غیر متعلقہ گفتگو کرتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو ایسی گفتگو کی اجازت ہوتی ہے۔ اگر دوزانو بیٹھ کر پڑھانا شروع فرمائیں تو تمام وقت اِسی حالت کا التزام فرماتے ہیں اور اگر چارزانو بیٹھیں تو آخر تک اسی ہیئت پر قائم رہتے ہیں۔ جس حدیث کو مخالفین اپنے زعمِ باطل میں اپنے موقف کی مؤید سمجھتے ہیں آپ اس کی ایسی تشریح فرماتے ہیں کہ

مفہومِ حدیث اور مخالفین کے استدلال کا بطلان واضح ہوجاتا ہے، جس کی ایک مثال پچھلے صفحات میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ کی عادتِ کریمہ ہے کہ فقہائے احناف سے اختلاف ہوتو قال بعض الناس کے الفاظ سے تعریض فرماتے ہیں۔ ان مسائل میں قبلہ حافظ صاحب ایسی تقریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے ادب کا دامن بھی نہ چھوٹنے پائے اور فقہائے کرام کا موقف بھی واضح ہوجائے۔

احناف کے نزدیک نماز کے اندر کسی درد یا تکلیف کی وجہ سے رونے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حالت ِ نماز میں روتے تھے۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام بخاری علیہ الرحمہ نے قال بعض الناس کہہ کر فقہائے احناف کے موقف کی تردید فرمائی ہے۔قبلہ استاذ گرامی فرماتے ہیں: ’’ہم امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں ادباً عرض کرتے ہیں: صحابۂ کرام کا نماز میں رونا خوفِ جہنم یا شوقِ جنت کی وجہ سے ہوتا تھا، نہ کہ جسمانی تکلیف کی وجہ سے اور اِن وجوہات کی بنا پر رونا احناف کے نزدیک بھی مفسدِ نماز نہیں۔ معلوم ہوا کہ جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہے بعض الناس بھی اس کے قائل ہیں اور جس کو بعض الناس مفسدِ صلاۃ مانتے ہیں وہ حدیث سے ثابت نہیں؛ لہٰذا آپ تک بعض الناس کا موقف صحیح طور پر نہیں پہنچا ورنہ آپ بھی ایسا نہ فرماتے۔‘‘

ایک کامل وکامیاب مدرس کے لیے جن اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، وہ تمام آپ کی ذاتِ گرامی میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھے؛ تاکہ آپ کے چشمۂ علم وحکمت سے سیرابی ہوتی رہے۔آمین

حافظِ ملت کا ایک یادگار درسِ حدیث

تحریر: مولانا سید ابرار رسول قادری، متعلم درجۂ حدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

26 جون 2022ء کا دن تھا، شش، کھڑے ہو جاؤ!...... ایک طالبِ علم نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ دارالحدیث میں موجود تمام طلبہ چونکتے ہوئے کھڑے ہوتے گئے، نظر جنوبی دیوار پر لٹکے ٹائم پیس کی طرف گئی تو دیکھا ساڑھے نو سے کچھ اُوپر وقت ہو چکا تھا۔ اتنے میں تقریباً چھ فٹ لمبے قد، سفید ریش، متوازن اعضا کی حامل ایک پُروقار شخصیت ہاتھ میں عصا لیے دارالحدیث ہال میں داخل ہوئی، پُرتپاک استقبال ہوا، جس لڑکے کے پاس سے گزرے وہی حیرت میں ڈوبا دکھائی دیا، رنگت میں زردی سی چھا گئی جیسے کوئی اندوہ ناک منظر ملاحظہ کر لیا ہو، آنے والی شخصیت...... جو سادہ سفید لباس میں ملبوس، سر پر سفید رومال باندھے ہوئے تھی، اپنی مسندِ خاص کی جانب بڑھی۔ بالکل قریب سے دیکھنے کے سبب راقم پر تھوڑی دیر کے لیے سکتہ سا طاری ہو گیا اور طلبائے درجۂ حدیث کی رنگت کا غیر معمولی تبدیل ہونا سمجھ میں آ گیا، دراصل سبھی کے دل اس لیے دہل سے گئے تھے کہ اُنھوں نے اپنے شیخ کے کپڑوں پر خون کے نشانات دیکھے تھے، جو بائیں چیسٹ پر کندھے سے ایک بالشت نیچے لگے ہوئے تھے، سر پر باندھے سفید رومال کا ایک سرا...... جو بائیں جانب ہی لٹکا ہوا تھا...... وہ بھی لہو میں لت پت تھا، کسی کی بھی ہمت نہ ہونے پا رہی تھی کہ پوچھ ہی لیا جائے، آخر معاملہ کیا ہے؟ مسند پر براجمان ہو جانے کے بعد شیخ نے سبھی طلبہ کو اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھنے کا حکم دیا اور ہال میں سکوت کو توڑنے کے لیے حسبِ معمول قصیدہ بردہ شریف کا شعر دہرایا۔ بعد ازاں ایک طالبِ علم تسمیہ شریف کے ساتھ احادیثِ نبویہ کی قراءت کرنے لگا...... علم

وعرفان کے مرکز ،علومِ عقلیہ ونقلیہ کے جامع شیخ اپنے علمی جواہر سے ہر حدیثِ مبارک کی عبارت کے بعد محدثانہ وحکیمانہ گفتگو کرتے گئے، سبھی کو حدیثِ رسول کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا اِس قدر لطف نصیب ہوا کہ ابتدا میں ہونے والا واقعہ بھول سا گیا، ساڑھے گیارہ کا وقت ہونے ہی پایا تھا کہ شیخ حسبِ معمول پھر سے مولای صل وسلم......کی صدائیں دہرانے لگے، دولڑکوں نے شیخ کے سامنے پڑے ڈائس کو پیچھے ہٹایا، جس پر کچھ کتابیں بند اور صحیح بخاری کھلی پڑی ہوئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ناک مبارک سے خون تیزی سے ٹپکنے لگا، چند لڑکے فوراً آگے بڑھے اور ٹشو پیپرز کے ذریعے خون پونچھنے لگے، جسمانی نقاہت کے باعث شیخ نے اپنے بازوؤں کو دراز کیا؛ تاکہ سہارا دے کر اُٹھایا جاسکے، شیخ کے چلے جانے پر طلبہ اپنے اپنے علمی حلقوں میں بٹ گئے۔

اگلے روز پھر پُرتپاک استقبال کے ساتھ تشریف لائے اور پچھلے دن سے کم وقت پر درس کا اختتام کر دیا۔ جانے لگے تو خود ہی گزشتہ روز پیش آنے والے واقعہ کی تفصیل ذکر فرمائی: ''تمہیں میرے کپڑوں پر خون کے نشانات نے حیراں جو کر رکھا تھا، دراصل وہ میری ناک سے ایسا جاری ہوا کہ کل نمازِ عصر تک وقفہ وقفہ سے علاج معالجہ کے باوجود تھم جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، لیکن جب ہم مسلسل دو گھنٹے حدیثِ رسول پڑھنے میں مشغول رہے تو تم نے دیکھا کہ خون ایک بار بھی نہ ٹپکا۔ پھر جوں ہی درس اختتام پذیر ہوا خون بہنا شروع ہو گیا۔ ہاں ہاں! یہ یقیناً حدیث رسول کی برکت ہے جو روحانی شفا کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریوں کی بھی دوا ہے۔ پہلے پہل تمہیں علم الیقین تھا اب عین الیقین کے ساتھ ساتھ حق الیقین بھی حاصل ہو گیا ہوگا، تم اِسے کرامت کہنا چاہو تو کہہ سکتے ہو (خوش طبعی کرتے ہوئے فرمایا)۔'' سبحان اللہ، سبحان اللہ، اللہ اللہ......طلبہ حدیث کی صدائیں ہال میں گونجنے لگیں۔

حافظِ ملت کے چند اوصافِ کریمہ

تحریر: مولانا محمد اویس رضوی ہزاروی، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ہمارے اُستاذ گرامی شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ بلا مبالغہ اپنے دور میں بے نظیـــر و بے مثال ہیں۔ مجھے اپنی تنگ دامانی کا احساس ہے، مگر حصولِ برکت کے لیے چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

تکریمِ سادات

قبلہ حافظ صاحب مدظلہ آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

☆ آج مؤرخہ 4 اگست، 2022ء کو شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ درسِ بخاری شریف کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لائے، اچانک ایک اجنبی شخص کمرہ میں داخل ہوا اور آپ کے قریب بیٹھ گیا، آنے کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا: میں سید زادہ ہوں، بینک سے چالیس ہزار روپے قرض لیا تھا، اب واپسی کی کوئی صورت نہیں بن رہی اور بینک والے تنگ کر رہے ہیں، کچھ تعاون فرما دیں...... ساتھ ہی جیب سے ایک کاغذ نکال کر جس پر کچھ تحریر لکھی ہوئی تھی، استاذ جی کو پکڑانے لگا۔ استاد جی نے فرمایا: بس! اِس کی ضرورت نہیں (جب آپ سید ہیں تو کسی اور حوالہ کی ضرورت نہیں) اور اپنے پاس سے دس ہزار روپے نکال کر اُنھیں پکڑاتے ہوئے فرمایا: ''یہ لیں شاہ جی قبلہ! اللہ پاک کرم نوازی فرمائے۔'' پھر دعائیں دیتے ہوئے اُنھیں رخصت کیا۔

☆ دورۂ حدیث شریف کی کلاس میں جب قبلہ حافظِ ملت دامت برکاتہم العالیہ درسِ

بخاری ختم کر کے قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پڑھ رہے ہوتے تو پختہ عمر کے ایک صاحب تقریباً روزانہ ہی آخری نشستوں سے اُٹھتے اور طلبہ کے درمیان سے گزرتے ہوئے استاذ صاحب کے قریب آکر سبق سے متعلق سوالات پوچھتے۔ حسبِ عادت ایک دن آرہے تھے کہ استاذ صاحب نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ''یہ بابا جی بیٹھتے سب سے آخر میں ہیں اور جب سبق ختم ہو جاتا ہے تو گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے آتے ہیں، اِنھیں چاہیے یا تو آگے بیٹھا کریں یا پھر وہیں سے اونچی آواز میں جو پوچھنا ہو پوچھ لیا کریں۔'' جب استاذ صاحب کو بتایا گیا کہ یہ سید صاحب ہیں تو فرمایا: ''شاہ جی، معذرت! مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ سید ہیں'' اور طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''میرے بنائے ہوئے جتنے بھی قوانین ہیں اُن سے ساداتِ کرام مستثنیٰ ہیں، تاہم جو قوانین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بنائے ہوئے ہیں ان میں سب برابر ہیں''۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: جو قوانین ہم نے جامعہ کے نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لیے بنائے ہیں اُن سے ساداتِ کرام مستثنیٰ ہیں، البتہ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں سب طلبہ برابر ہیں؛ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بنائے ہوئے قوانین ہیں۔

☆ راقم نے کئی بار ساداتِ کرام کے استثنا کا مشاہدہ کیا۔

ایک شاہ صاحب کو چھٹیاں زیادہ کرنے کی وجہ سے جامعہ میں داخلہ نہیں ملا تھا، انہوں نے بادلِ نخواستہ کسی اور جامعہ میں داخلہ لیا، لیکن وہ وہاں مطمئن نہ ہوئے، ان کے کچھ ہم سبق طلبہ نے استاذ صاحب کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ شاہ جی جامعہ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں، وہاں وہ مطمئن نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا! پھر شاہ جی کو بلا لو اور اُنھیں کہو کہ کل صبح مجھ سے ملاقات کریں۔''

اصاغر نوازی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث علامہ حافظ 0 محمد عبد الستار سعیدی مدظلۂ کی جانب سے سالانہ محفل میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد ہوتا ہے۔ 2018ء میں منعقد ہونے والی محفلِ میلاد میں راقم الحروف بھی حاضر تھا۔ محفل کے اختتام پر قبلہ حافظ صاحب کلماتِ تشکر کے لیے اسٹیج پر تشریف لائے اور شاعرِ دربارِ رسالت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مشہورِ زمانہ کلام پڑھا:

وَأَحسَنَ مِنكَ لَم تَرَ قَطُّ عَينِي
وَأَجمَلَ مِنكَ لَم تَلِدِ النِساءُ
خُلِقتَ مُبَرَّءً مِّن كُلِّ عَيبٍ
كَأَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَما تَشاءُ

(وَأَحسَنَ بفتح النون اور وَأَجمَلَ بفتح اللام) میں حیران ہوا آج تک ہم وَأَحسَنُ/ وَأَجمَلُ (بضم النون واللام) پڑھتے اور سنتے آ رہے ہیں۔ سوچا کہ کیوں نہ استاذ جی سے پوچھ لیا جائے، علم میں اضافہ ہو جائے گا۔ ان دنوں میں جامعہ نظامیہ میں نیا نیا داخل ہوا تھا اور ہچکچا رہا تھا کہ استاذ صاحب سے کیسے بات کروں۔ امید و بیم کی اس کیفیت میں تہیہ کر لیا کہ استاذ جی سے پوچھ کر ہی رہوں گا۔ ایک دن آپ کے پاس حاضر ہو کر اپنا سوال پیش کیا۔ آپ نے نہایت خندہ روئی سے جواب ارشاد فرمایا: ''دونوں طریقوں سے پڑھنا درست ہے، پہلی صورت میں وَأَحسَنُ/ وَأَجمَلُ دونوں کو مبتدا اور لَم تَرَ قَطُّ عَينِي اور لَم تَلِدِ النِساءُ کو خبر بنائیں، البتہ اس صورت میں کچھ تکلف ہے، نحوی قاعدہ ہے کہ خبر میں مبتدا کی

طرف لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے، چنانچہ کوئی ضمیر مقدر ماننا پڑے گی۔ اس تکلف سے بچنے کے لیے جملہ فعلیہ کے طور پر أَحسَنَ کو لَمۡ تَرَ فعل کا مفعولِ مقدم اور أَجمَلَ کو لَمۡ تَلِدۡ کا مفعولِ مقدم بنا کر منصوب پڑھنا زیادہ اچھا ہے، لیکن اگر کوئی دوسری طرح پڑھتا ہے تو وہ بھی درست ہے۔

جواب سن کر حیرت ہوئی کہ مجھ جیسے مبتدی طالبِ علم کو اتنی خندہ پیشانی سے بات سمجھائی اور کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

مفتاح المرقاۃ سے متعلق ایک وضاحت

ایک دوست نے قبلہ حافظ صاحب کی کتاب مفتاح المرقاۃ کے حوالے سے کہا: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے اس کتاب میں بد مذہبوں کی تعریف کی ہے اور بطورِ حوالہ صفحہ نمبر 4 کی تصویر بھی بھیجی۔ چنانچہ میں نے 7 اگست، 2022ء آپ کے پاس حاضر ہو کر اِس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: ''جی ہاں! سہواً ایسا ہو گیا تھا، لیکن کتاب چھپتے ہی تمام نسخوں سے یہ عبارت حذف کر دی گئی تھی، اگر کسی کے پاس قدیم نسخہ ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ بھی اس عبارت کو حذف کر دے''۔ پھر (قریبی الماری کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا: ''وہ نسخہ لاؤ۔'' راقم نے اُسے دیکھا تو اُس میں بھی وہ عبارت حذف شدہ تھی۔ راقم کے پاس اُس کا عکس محفوظ ہے۔

حافظِ ملت......جیسا میں نے اُنھیں پایا

اِدارہ کی دعوت پر حافظِ ملت مدظلہ العالی کے محبین نے کچھ مختصر تحریرات ومشاہدات بھی ارسال فرمائے، جوضروری ترمیم کے بعد پیشِ خدمت ہیں۔

آفتابِ تعلیم وتدریس

مولانا محمد عارف سعید ہمدمی صاحب نے تحریر فرمایا:

میرے ممدوح جامعِ معقول ومنقول، آفتابِ تدریس وماہتابِ تعلیم وتعلّم، علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب اُطال اللہ عمرہ وشرفہ کی ذاتِ گرامی اپنے آپ میں ایک انجمن ہے۔ آپ کی شخصیت ایک حسین گلدستۂ علم وعمل ہے، جس میں موجود مختلف النوع پھول اپنی خوشبو سے ملتِ اسلامیہ کو بالعموم اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کو بالخصوص معطر ومعنبر فرما رہے ہیں۔

آپ انتہائی زیرک مدرس ہیں جو اپنے طلبہ کے مزاج اور ذہنی استعداد کو مدّنظر رکھ کر نہایت آسانی کے ساتھ اُنھیں اسباق سمجھا دیتے ہیں اور مزید یہ کہ وہ اپنے درس کے وقت کو نہایت خوش گوار اور دل چسپ بنا کر اپنا مافی الضمیر طلبہ تک پہنچانے کے ماہر ہیں۔

بے مثال مدرس

استاذ العلما مولانا واحد بخش سعیدی (سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) نے لکھا:

جب بھی جامعہ نظامیہ رضویہ کا نام لیا جائے تو زینت العلما، سند المدرسین، فخر الواعظین استاذی ومکرمی ومربی حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ

کا اسم گرامی ہی بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔

استاد گرامی قدر دنیائے علم وعرفان کے آفتاب ومہتاب ہیں۔آپ کے علم وعمل کی نورانی کرنیں دنیا بھر میں پہنچی ہیں۔آپ ایک مردِ آہن اور جبلِ استقامت ہیں اور آپ کی پوری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔سادگی و درویشی آپ کا طرہ امتیاز ہے۔

عام مدرسین کا اندازِ تدریس یہ ہوتا ہے کہ ایک معین مقدار میں طالبِ علم سے عبارت پڑھواتے ہیں، بعدہٗ استاذ عبارت کے ایک ایک جملہ کی تشریح کرتے ہیں،مگر میرے ممدوح کا طریقِ تفہیم کچھ نرالا ہے۔آپ ترجمہ کرنے سے پہلے پورے سبق کا خلاصہ اور مباحث و مفاہیم کا باہمی ربط بھی ذہن نشین کروادیتے ہیں۔اِس کے بعد جب مطلب اور مالہٗ وماعلیہ بیان فرماتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ سبق آج نہیں پڑھا، بلکہ پہلے سے پڑھا ہوا ہے۔

احساناتِ حافظِ ملت

مولانا حافظ گوہرامان ہزاروی، مدرس مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ نے لکھا:

کہا جاتا ہے کہ تاج محل کی تعمیر آسان کام ہے،لیکن شخصیات کی تعمیر مشکل ترین ہے اور استاذ ہی وہ عظیم ہستی ہے جو شخصیات کی تعمیر کا کام سرانجام دیتی ہے۔

قبلہ حافظِ ملت دامت برکاتہم العالیہ کا ہر شاگرد یہی سمجھتا ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ میرے ساتھ محبت ہے۔بندۂ ناچیز پر بھی آپ کے بے شمار احسانات ہیں۔

☆ میرے عالمیہ سال دوم کے مقالہ کا عنوان تھا ''فاضلِ بریلوی اور مطالعۂ ادیان......فتاوی رضویہ کی روشنی میں''۔ مجھے مقالہ کے سلسلے میں جب بھی کسی حوالے کی ضرورت پیش آئی تو قبلہ استاذ محترم نے فتاوی رضویہ کی جلد اور رسالہ تک راہ نمائی فرمائی۔

☆ درجۂ ثالثہ میں تھا، قدوری شریف میں اونٹوں کی زکوۃ کے مسائل کا سبق پڑھا جو سمجھ نہیں آ رہا تھا، نمازِ ظہر کے بعد قبلہ استاذ صاحب کے پاس ہماری کلاس حاضر ہوئی، آپ اُس وقت فتاوی رضویہ کا کام کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے کام کو موقوف کیا اور ہمیں سبق سمجھایا، ایسا لگ رہا تھا کہ یہ سبق پوری قدوری میں سب سے آسان ہے۔

☆ 2012ء میں جب بندۂ ناچیز کو مہروں کی تکلیف لاحق ہوئی تو چیک اپ کے لیے اتفاق ہسپتال جانا ہوا، وہاں پر اچانک استاذ گرامی سے بھی ملاقات ہوگئی، آپ نے واپسی پر اپنی گاڑی پر بٹھا لیا اور مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔

☆ 2007ء میں جانشینِ مفتی اعظم پاکستان مولانا صاحب زادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ نے مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ، شاہدرہ، لاہور کی نظامت بندۂ ناچیز کو سونپ دی، بندہ کو نظامت کا تجربہ بالکل نہیں تھا۔ ایک طالبِ علم (رفض مائل) متعدد مرتبہ تنبیہ کے باوجود جب باز نہ آیا تو میں نے اُسے سزا دے کر خارج کر دیا۔ قبلہ حافظِ ملت دامت برکاتہم کو علم ہوا تو مجھے بلا کر فرمایا: اگر کسی طالبِ علم کو خارج کرنا ہو تو سزا دے کر خارج نہ کیا کریں؛ کیونکہ یہ خارج کرنا ہی اس کی سزا ہے۔

☆ آپ فرمایا کرتے ہیں: مَیں اُس وقت تک اپنی تقریر کو نامکمل سمجھتا ہوں جب تک اُس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تذکرہ نہ کروں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور آپ کی خدماتِ جلیلہ کو شرفِ قبول سے نوازے۔

پیکرِ استقامت

مولانا پیر محمد عرفان تو گیروی، مدرس آستانہ عالیہ قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ نے لکھا:

ایک دن اُستاذی المکرم قبلہ حافظ صاحب نے دورانِ کلاس بتایا کہ 1984ء کے اوائل میں مَیں نے برطانیہ جانے کا اِرادہ کیا، ویزا لگ گیا اور اِس سلسلہ میں برطانوی سفارت خانے بھی جانا ہوا۔ پھر اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ مفتیٔ اعظم پاکستان مخدومِ اہلِ سنت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ نے مجھے دین پڑھایا اور جامعہ کی نظامتِ تعلیم بھی میرے سپرد کی، کیا اب میں دین کو چھوڑ کر دنیا کا طلب گار بن جاؤں؟ مَیں نے برطانیہ جانے کا اِرادہ ترک کر دیا۔ مزید فرمایا: اگر مَیں برطانیہ چلا جاتا تو مجھے دولت بہت مل جاتی، مگر اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ رضویہ کا کام اور دیگر دینی خدمات میرے مقدر میں لکھی تھیں۔

آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ جہاں جہاں بھی جو بندہ دین کے کاموں میں مصروف ہے، وہ ایمان داری، خلوص و محبت، عاجزی و انکساری، حسن اخلاق اور پابندیٔ وقت کا خاص خیال رکھے۔

مقبولِ بارگاہ

مولانا محمد ناصر علی سعیدی متعلم درجۂ حدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے لکھا:

☆ میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے کمرہ نمبر 21 کے سامنے جنگلے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوں اور کیا محسوس کرتا ہوں کہ ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی ہے، ایسی خوشبو کہ میں اُسے لفظوں کا جامہ نہیں پہنا سکتا۔ اچانک میری نظر کمرہ نمبر 9 پر پڑی، وہاں پر کچھ لوگ

جماعت کی شکل میں موجود ہیں اور چہروں سے نور کی برسات ہو رہی ہے۔ جب میں نیچے کمرہ نمبر 9 کے سامنے آتا ہوں تو وہاں ایک خوبصورت کرسی...... جو کہ کمرہ نمبر 9 اور 8 کے درمیان میں رکھی ہوئی ہے، تعجب یہ کہ وہ کرسی خالی تھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب ملا: ''ہم صحابہ ہیں اور ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے ہیں۔'' اس سے پہلے کہ مَیں دوبارہ سوال کرتا انہوں نے مجھے بتایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر کمرے میں کرم فرما ہیں۔''......بس اتنی بات سنی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں قبلہ استاد محترم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ میں نے یہ خواب دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے سوچا کہ جن کی خدمت کرتا ہوں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ومشروف ہیں۔ جب میں نے یہ خواب قبلہ استاد محترم کو بتایا تو آپ نے اللہ کا شکرادا کیا اور فرمایا: یہ سب ان کی کرم نوازی ہے ورنہ میں تو اس قابل نہیں۔

قربان میں ان کی بخشش کے مقصد بھی زبان پر آیا نہیں
بن مانگے دیا اور اتنا دیا جھولی میں میری سمایا نہیں

☆ ایک دن میں عصر کی نماز کے بعد قبلہ استاد محترم کے پاس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک میرا کلاس فیلو کمرے میں داخل ہوا، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جو کہ اس کی ریش سے ہوتے ہوئے قمیص پر گر رہے تھے۔ استاذ محترم نے اُس سے سبب پوچھا تو وہ بڑی مشکل سے کہنے لگا: ''استاذ جی! آج میرے بھائی کی آنکھوں کا آپریشن تھا، مگر صبح سے آنکھوں میں شدید درد ہے جس کی وجہ سے آپریشن نہیں ہو رہا، آپ دعا فرمائیں کہ آنکھوں کا درد کم ہو جائے۔'' استاذ محترم نے ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی۔ وہ لڑکا کمرے سے باہر چلا گیا اور تقریباً پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ واپس آ کر عرض کرنے لگا: ''استاد جی!

ابھی فون آیا ہے، وہ کہہ رہے ہیں کہ آنکھوں کا درد کم ہو گیا ہے۔'' یہ سن کر استاد محترم ازراہِ تفنن فرمانے لگے: ''دیکھا ہماری دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں!''

☆ استاذ محترم نہایت شفیق اور اسم بامسمّٰی عیبوں کو چھپانے والے ہیں۔ جو آپ سے ایک بار ملاقات کر لیتا ہے وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

مجھے استاذ محترم نے تین سال تک اپنی خدمت کا موقع عطا فرمایا ہے، اِس دوران میں نے بہت ساری کرامات دیکھیں جنہیں سرِ ورق نہیں لایا جا سکتا۔

مناقب

عطائے مُعطی و منّان حضرت حافظِ ملت

کلام: مولانا حافظ محمد نوید محمدی سیفی، مدرس جامعہ بابِ رحمت، لاہور

عطائے معطی و منان حضرت حافظِ ملت
سخائے شاہِ انس و جان حضرت حافظِ ملت
ہے ربطِ خاص ان کو سیدی احمد رضا خاں سے
تبھی ہیں رضویوں کی شان حضرت حافظِ ملت
غزالی وقت کے اپنے زمانے میں جو کہلائے
یقیناً اُن کا ہیں فیضان حضرت حافظِ ملت
ہیں مخزن علم و حکمت کا، نشانِ مفتیٔ اعظم
معارف کی ہیں بے شک کان حضرت حافظِ ملت
ہے فضلِ باری سے حاصل سند حضرت بخاری تک
الگ رکھتے ہیں یہ پہچان حضرت حافظِ ملت
سند اک متصل ہے صاحبِ مشکوۃ تک اُن کی
اِس پر رکھتے ہیں برہان حضرت حافظِ ملت
عقائد میں وہ ہیں عکسِ جمیل اپنے اکابر کا
تبھی حق پر رہے ہر آن حضرت حافظِ ملت

اکابر آپ کی توصیف میں رطب اللساں دیکھے
اصاغر آپ پر قربان حضرت حافظِ ملت
دکھائی دی ہمیں فخر الاماثل آپ کی ہستی
معاصر میں بھی ہیں ذیشان حضرت حافظِ ملت
ہزاروں عالموں نے گُرِ سخن کے آپ سے سیکھے
کرم کا آپ ہیں باران حضرت حافظِ ملت
دعا کر اے نویدؔ اللہ سے بس خوش رہیں ہر دم
ہمارے سید و سلطان حضرت حافظِ ملت

ہیں اہلِ علم کی شمعِ فروزاں حافظِ ملّت

کلام: مولانا محمد ابوبکر رضا قدسی، مدرس جامعہ ہجویریہ، لاہور

بیان و درس و شفقت میں نمایاں حافظِ ملّت
ہیں اِحساں جن کے اُمّت پر بے پایاں حافظِ ملّت
وہی قاسم ہیں فیضِ عبدِ قیُّوم و شرَف کے اب
کہ اب ہیں بالیقیں جانِ بہاراں حافظِ ملّت
اُنھیں کے دم قدم سے عام ہے یہ جامعہ کا فیض
کیا تدریس سے ہر سو چراغاں حافظِ ملّت
بخاری کی لگی مسند تو عینی عسقلانی کے
سبھی اسرار کو کرتے ہیں افشاں حافظِ ملّت
ہے مشکوٰۃ و بخاری کی سند اب متصل ان سے
جنہیں "فضلِ اِلٰہ" و "باری" شایاں حافظِ ملت
محبت اور اُلفت کے پلائے جام بھر بھر کے
خدا کے فضل سے دیتے ہیں عرفاں حافظِ ملت
حدیث وفقہ و منطق میں نہیں ثانی کوئی اُن کا
ہیں حکمت عقل میں شاہِ سُخَن داں حافظِ ملّت

انا ساگر کی نسبت سے کریں کوزہ سمندر کو
کہ حاصل ہے مُعینی جن کو فیضان حافظِ ملّت
بنا خوفِ ملامت برملا حق کو کریں ظاہر
کریں باطل پرستوں کو یوں عریاں حافظِ ملّت
کرے کیسے کوئی بھی ہمسری کا تجھ سے اب دعوی
کہ ''رضوی'' بھی ہیں تلمیذِ درخشاں حافظِ ملّت
مشاہیر و مشائخ سب عقیدت دل میں رکھتے ہیں
ہیں اہلِ علم کی شمعِ فروزاں حافظِ ملّت
دیا ہے بے نیازی استقامت کا سبق سب کو
عقیدت مندوں کی عزّت کے خواہاں حافظِ ملّت
کہاں وہ آفتابِ علم وعرفاں اور کہاں قدسیؔ
ہے ٹوٹے لفظوں میں تجھ سے پشیماں ''حافظِ ملّت''

”حافظِ ملت“ لقب ہے آپ کے شایانِ شاں

کلام: مولانا حافظ محمد نوید محمدی سیفی، مدرس جامعہ بابِ رحمت، لاہور

عارفِ حق بندۂ ستار اُستاذِ زمن
بالیقین ہیں رحمتِ غفار اُستاذِ زمن

واقفِ شرع وطریقت جامعِ عشق وخِرد
ہیں عطیہ سیدِ ابرار اُستاذِ زمن

ہیں یقیناً بوحنیفہ اور رضا کے جانشین
مفتیٔ اعظم کے ہیں شہکار اُستاذِ زمن

”حافظِ ملت“ لقب ہے آپ کے شایانِ شان
پیشوائے اُمتِ سرکار اُستاذِ زمن

عصرِ حاضر میں جسے ”اُستاذِ کل“ ہم کہہ سکیں
آپ ہیں اِس لقب کے حق دار اُستاذِ زمن

آپ نے بخشی شبِ دیجور کو ہے صبحِ نور
سر تا پا ہیں پیکرِ انوار اُستاذِ زمن

اِستفادہ کر رہے ہیں آپ سے سب خاص وعام
کنزِ حکمت، علم کے کہسار اُستاذِ زمن

کہہ رہے ہیں یہ مدرس اور مصنف جھوم کر
ہیں ہمارے شیخ اور سردار اُستاذِ زمن
آپ کے اوصاف کی ترقیم کرنے کے لیے
نویدؔ کو ہیں مدتیں درکار اُستاذِ زمن

ہزاروں عالموں کا آپ کو سردار کہتے ہیں

کلام: مولانا حافظ محمد نوید محمدی سیفی

ہم اپنا رہنما و محسن و دل دار کہتے ہیں
ہزاروں عالموں کا آپ کو سردار کہتے ہیں
جنہیں تولا گیا چاندی سے خدماتِ جلیلہ پر
اُسی ہستی کو سنّی حضرت عبد الستار کہتے ہیں
ہمارے پیشوا و رہنما حضرت سعیدی ہیں
یہ لاکھوں صاحبانِ جبّہ و دستار کہتے ہیں
وہ شاگردوں میں جن کے ہیں مفسر بھی، محدث بھی
انہی کو کشورِ تدریس کا سالار کہتے ہیں
ہوا اُس رضوی کے بھی استاذ و رہبر اے میرے ممدوح
جسے اِس دور میں سب عشق کا معیار کہتے ہیں
ہمیشہ اہل سنت پر کیے ہیں آپ نے اِحساں
قسم سے یہ حقیقت دل سے ہم سو بار کہتے ہیں
میں نازاں ہوں نویدؔ اس پر کہ ہوں مدحت سرا اُن کا
اکابر جن کو علم و فضل کا مینار کہتے ہیں

تمہی نے ادھوروں کو کامل بنایا

کلام: شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی

تمہی نے ادھوروں کو کامل بنایا
بلندی کو پھر ان کی منزل بنایا
گھرے تھے بھنور میں کنارہ تھا اوجھل
ہمارے لیے ایک ساحل بنایا
سخن کا سلیقہ نہیں جانتے تھے
ہمیں بات کرنے کے قابل بنایا
بَھلا اور بُرا کیا ہے بتلایا تو نے
حسیں فِکر دی اور عاقِل بنایا
ہدایت پہ تیری جَفا ہم نے چھوڑی
وفاؤں کو اپنے مَشاغل بنایا
دِلائی ہمیں تو نے فوری توجہ
اگر نفس و شیطاں نے غافِل بنایا
چھڑائی زمانے کی مدحت سرائی
مدینے کے ہم کو عنادِل بنایا

جہاں بھر میں کی علمِ دیں کی اِشاعت
تمہی نے ہزاروں کو فاضل بنایا
تمہارے محاسن میں ایسی کشِش ہے
عدوّ کو بھی جس نے ہے مائل بنایا
یوں خورشیدِ حق سے ہیں پردے ہٹائے
شبِ تارِ باطل کو باطل بنایا
دی ثاقبؔ کو تو نے ہی قوت یقیں کی
اندیشوں نے جس کو تھا کاہل بنایا

تعارف: جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ولادت: ۱۸ ذوالحجہ، ۱۳۶۸ھ/11اکتوبر، 1949ء، بروز منگل

درس گاہیں: مدرسہ اعجاز القرآن، راولپنڈی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ دارالعلوم احسن المدارس، راولپنڈی

اساتذہ: شیخ الحدیث علامہ محمد مہر الدین جماعتی۔ مفتیٔ اعظم پاکستان، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی۔ شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ استاذ الاساتذہ قاضی محمد رشید نقشبندی۔ زینت القرا قاری محمد حنیف۔ صوفی کامل حافظ محمد یوسف قادری۔ اُستاذ الحفاظ قاری محمد انور علیہم الرحمہ۔ شیخ الفقہ ڈاکٹر حسن الدین ہاشمی۔ رئیس المناطقہ مفتی محمد سلیمان رضوی۔ شیخ الحدیث مفتی محمد گل احمد خان عتیقی۔

شیخِ طریقت: غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ علیہ الرحمہ

خدمات: 1976ء سے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مدرس وناظمِ تعلیمات ہیں اور 2002ء سے صحیح بخاری پڑھاتے ہیں۔ تقریباً دو درجن کتب کے مصنف ہیں۔ 1987ء سے جامع مسجد مسلم (لوہاری گیٹ) اور 1990ء سے جامع مسجد یا رسول اللہ (گلشن راوی) میں خطیب ہیں۔ تنظیم المدارس کے امتحانی بورڈ کے چیئرمین اور نصابی کمیٹی کے ممبر ہیں۔ تمام مذہبی تحریکوں میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور ہر موقع پر اتحادِ اہل سنت کے لیے کوشش فرمائی۔

اعزازات: ''پاکستان سنّی رائٹرز گلڈ'' کی طرف سے 81-1980ء کو بہترین مصنفین میں پہلا انعام دیا گیا۔ مجلس علماء نظامیہ پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل پیش کیا گیا اور برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے چاندی میں تولا گیا۔